462
S/15

دوسری قرارت مین تنضدها براے مہملہ ہے۔ چوتھے یہ کہ ایک حرف کسی دوسرے حرف قریب المخرج سے بدلجاے جیسے کہ سورۂ واقعہ مین ایک قرارت مین وَطَلْحٍ مَنْضُوْدٍ اور دوسری قرارت مین بجاے طلح کے طلع ہے۔ پانچوین یہ کہ الفاظ وہی رہین صرف تقدیم تاخیر کا فرق ہو جیسے سورۂ ق مین ہے وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ اور دوسری قرارت مین ہے سَكْرَةُ الْحَقِّ بِالْمَوْتِ چھٹے یہ کہ لفظ کی کمی بیشی ہو جیسے وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ اور دوسری قرارت مین ہے وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَىٰ ساتوین یہ کہ لفظ دوسرے لفظ سے بدل جاوے جیسے کہ ایک قرارت مین ہے۔ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ اور دوسری قرارت مین کالصوف المنفوش ہے تمام اختلاف قرارت انہی قسم کے ہین اس سے زیادہ اور کسی قسم کا تغیر اختلاف قرارت کی وجہ سے پیدا نہین ہوتا۔ جو اختلافات مصاحف عثمانیہ سے ماخوذ ہین وہ مثل اور قرآن کے متواتر سمجھے جاتے ہین اور جو اوس مین مندرج نہین وہ قرارتین شاذ کہلاتی ہین اور اونپر اعتماد نہین کیا جاتا۔ مصاحف عثمانی تمام صحابہ کو مقبول تھے جنکی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی اون سب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنکر قرآن یاد کیا تھا بعض ایسے بھی تھے جنکو سب قرآن یاد تھا لیکن اکثر ایسے تھے کہ کسی کو کہین سے یاد تھا کسی کو کہین سے یاد تھا۔ اور جہان تنزیل مین قرارتونکا اختلاف تھا وہان بعض صحابہ کو سب قرارتین یاد تھین بعض کو چند بعض کو صرف ایک قرارت یاد تھی۔ جو صحابہ مدینہ مین موجود تھے اون کے اجماع سے وہ قرآن جمع کیا گیا تھا اور چھ نسخے مصاحف کے جو باہر بھیجے گئے تھے وہ اون صحابہ کو بھی مقبول ہوے جو اون ملکون مین چلے گئے تھے۔ اور جو مصاحف فی الحال موجود ہین یہ نقل در نقل مصاحف کی ہے پس جتنی قرارتین ان مختلف مصاحف مین نہین وہ متواتر ہونے کے سبب سے قطعی نہی گئین۔ اور انکی علاوہ اور بھی قرآتین مروی ہین جو معتمد نہین سمجھی جاتین مگر علما انسکے ساتھ بدین اور بھی لگاتی ہین۔ جلال الدین سیوطی نے اتقان مین لکھا ہے کہ واحسن من یکلم

لفظ مالک کی ہے پس یہ صورت کتابت کی ملک اور مالک دونوکو محتمل ہوئی - اور ملک کی قرارت احتمالات
مصاحف عثمانی سے موافق ہوئی اگر کسی کو یہ شبہہ ہو کہ جب موافقت مصاحف عثمانیہ
سے حاصل ہوگئی پھر صحت سند اور موافقت قواعد عربیت کی قید کیون لگائی اس لئے کہ یہ سب
مصاحف عثمانیہ مجمع علیہ تھے اور لغت قریش کے موافق تھے اوسکا جواب یہ ہے کہ ان مصاحف
مین نقطے اور زیر زبر نہین لگائے گئے تھے اور بعض مقامون مین رسم خط کی وجہ کوئی محتمل تھی اس لئے
صحت سند اور موافقت قواعد عربیت کی ضرورت ہوئی - اگرچہ ہر زمانہ مین قرآن کی ان مختلف روایتون
کے روایت کرنے والے بے انتہا لوگ تھے سب سندونکا انحصار ممکن نہین مگر بنظر ابقاء سلسلہ سند کے
اکثر علمانے سات قاریونکی روایت پر اکتفا کیا ہے جو قرار سبعہ کہلاتے ہین اور تفاسیر اور کتب
مروجہ مین اونہین کی روایتونکا ذکر ہوتا ہے یہ لوگ مختلف قرارتونکی روایتونکے سوا فن تجوید اور ترتیل
اور تصحیح مخارج حروف مین بھی امام تھے اکثر لوگ قرآن پڑھنے کے لئے دور دور سے سفر کرکے
اونکے پاس آتے تھے یہی وجہ انکی روایتون کے رواج کی ہوئی ورنہ درحقیقت ان قرارتون کے
راویونکا اون ہی حصر نہین - قرار سبعہ کی تفصیل یہ ہے نافع ابن عبد الرحمن بن ابی نعیم مدنی
تابعین سے ہین انکے ستر شیوخ تھے ابن کثیر مکی انہون نے عبد اللہ ابن السائب صحابی سے
علم حاصل کیا ہے ابو عمرو بصری انہون نے طبقہ تابعین سے علم حاصل کیا تھا ابن عامر
دمشقی انہون نے ابو الدرداء صحابی اور اصحاب حضرت عثمان سے اخذ علم کیا تھا عاصم کوفی
انکے شیوخ طبقہ تابعین کے اکابر تھے حمزہ کوفی انہون نے عاصم اور اعمش اور سبیعی اور منصور
سے اخذ علم کیا تھا کسائی انہون نے حمزہ اور اونکے معاصرین سے علم حاصل کیا ہست پرساری
قرارتین یاد کرنا واجب نہین بلکہ متواتر قرارتون مین سے جو قرارت یاد ہو تصحیح نماز اور تلاوت قرآن کی
واسطے کافی ہے سید احمد خان صاحب نے اپنی تفسیر مین یہ دعوے کیا ہے کہ مصاحف موجہ

فی هذا النوع امام القراءة فی زمانه شیخنا ابو الخیر بن الجزری قال فی کتابه النشر کل قراءة
وافقت العربیة ولو بوجه وواقفت احد المصاحف العثمانیة ولو احتمالا وصح سندها هی القراءة
الصحیحة التی لا یجوز ردها ولا یحل انکارها بل هی من الاحرف السبعة التی نزل بها القرآن ووجب
علی الناس قبولها سواء کانت عن الائمة السبعة ام عن العشرة ام عن غیرهم من الائمة المقبولین ومتی اختل رکن
من هذه الارکان الثلثة اطلق علیها ضعیفة او شاذة او باطلة سواء کانت عن السبعة ام عمن هو اکبر
منهم هذا هو الصحیح عند ائمة التحقیق من السلف والخلف صرح بذلک الدانی والمکی والمهدوی
وابو شامة وهو مذهب السلف الذی لا یعرف من احد خلافه انتہی اسکا حاصل یہ ہی کہ اس بحث
مین سب سے عمدہ تقریر امام قرارت شیخ الشیوخ ابن جزری کی ہی اونہون نے کتاب النشر کی ابتدا مین
یہ لکہا ہے کہ جو قرارت بوجہ من الوجوہ قواعد عربیت کے موافق ہو اور مصاحف عثمانیہ مین سے
کسی مصحف کے ساتہہ مطابقت رکہتی ہو اگرچہ یہ مطابقت احتمالا ہو اور سند اوس کی صحیح ہو
تو وہ قرارت صحیح ہے کسی کو اوسکا رد کرنا جائز نہین اور انکار کرنا حلال نہین بلکہ یہ اون حروف سبعہ
سے ہے جنپر قرآن نازل ہوا ہے خواہ وہ روایتین آئمہ سبعہ سے منقول ہون خواہ آئمہ عشرہ سے
منقول ہون خواہ اون کے سوا ائمہ سے منقول ہون اور جب ان تینون رکنون مین سے کسی رکن مین
خلل پڑے تو اوس قرارت کو ضعیف یا شاذ یا باطل کہین گے خواہ اون کی روایت آئمہ سبعہ سے ہو
خواہ اونکے سوا اور جلیل القدر لوگون سے ہو سلف اور خلف کے آئمہ تحقیق کے نزدیک یہی قول صحیح
ہے دانی اور مکی اور مہدوی اور ابو شامہ نے یہی تصریح کی ہی اور یہی مذہب سلف کا ہے
کسی سے اسکا خلاف معلوم نہین ہوا۔ اس قول مین جو قید لگائی کہ قرارت کسی مصحف عثمانی
سے موافق ہو اگرچہ یہ موافقت احتمالیہ ہو۔ موافقت احتمالیہ کی ایک مثال یہی قرارت ملک
یوم الدین کی ہی اس لئے کہ جمیع مصاحف عثمانیہ مین ملک بغیر الف کے لکہا تہا اور یہی رسم خط

قرارت کی مطابق تحریر ہے۔ اور سورۂ برارت مین جو آیہ تجری تحتہا الانہر بغیر من ہے وہ ابن کثیر کی قرارت مین تجری من تحتہا الانہر ہے اور مصحف مکی مین بھی اسیطرح مرقوم ہے کذا فی الاتقان اس تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ مصاحف عثمانیہ مین مختلف قرارتین موجود نہین اور چونکہ وہ باجماع صحابہ مقبول تھے پس ہرگز ممکن نہین کہ اختلاف قرارت مطلقاً سہو کی غلطیہ پر محمول ہو۔ اور قرارت کے اختلافونکا مصاحف عثمانیہ مین داخل ہونا دلیل اسبات کی ہے کہ یہ سب قرارتین موافق تنزیل کے ہین۔ علاوہ اس کے ہم کہتے ہین کہ متعدد قرارتونکو قبول کرنے اور اونکو موافق تنزیل کے سمجھنے پر اجماع امت منعقد ہوچکا اور یہ ایسا اجماع ہے کہ زمانۂ صحابہ سے آجتک کسی نے اوس کی مخالفت نہین کی اور چونکہ اجماع مسلمانونکے نزدیک حجت قطعی ہے لہذا یقیناً ثابت ہے کہ قرآن کی بعضی آیتون مین متعدد قرآتین موافق تنزیل کے ہین۔ اب ہم صحاح کی بعضی روایتین بھی نقل کرتے ہین جنسے یہ امر بہت وضاحت کے ساتھ ظاہر ہوجاتا ہے صحیحین کی ایک روایت کا ملخص یہ ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ مین نے ہشام بن حکیم کو سورۂ فرقان پڑہتے سنا وہ کچھ اور طرح پڑہتے تھے اور مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سورت اور طرح پڑہائی تھی آخر یہ قصہ حضرت کے سامنے پیش ہوا آپنے اول وہ آیت ہشام سے پڑہوائی اور فرمایا کہ اسیطرح اتری ہے پھر حضرت عمرؓ سے کہنے ہین کہ مجھسے پڑہوائی اور فرمایا کہ اسیطرح اوتری ہے پھر فرمایا کہ یہ قرآن سات حرفونپر اوترا ہے جو آسان ہو اوسکو پڑہو۔ بخاری مین ایک ایسی قسم کا قصہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے کہ اونہون نے بھی کسی شخص کو اپنی یاد کے خلاف قرآن پڑہتے سنا تو اس امر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا آپنے دونون سے سنکر فرمایا کہ دونو اچھی طرح پڑہتے ہین اور آپس کا جھگڑا حضرتؐ کو ناگوار معلوم ہوا اور آیندہ کے لئے جھگڑا کرنیکو منع فرمایا۔ صحیح مسلم مین ابی ابن کعب سے بھی ایک اسی قسم کا قصہ منقول ہے۔ صحیحین مین ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مجھکو

ہین جو قرارت لکھی گئی ہے وہی صحیح ہے اور جو دوسری قرارتین مروی ہین وہ غلط ہین اونکی تقریر
کا ملخص یہ ہے کہ تنزیل قرآن کے زمانہ مین یاد کرنے والونکو کچھہ بھولبھی ہوجاتا تہا اور کچھہ کی
جگہ کچھہ یاد ہوجاتا تھا اسی کا نام اختلاف قرارت ہے مگر اسکی تصحیح بھی ہوتی ہر چون اور دوسرونکی یاد سے
ہوجاتی تھی یہ اختلاف روز بروز ترقی پر تہا اس لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ
مین صحابہ نے متفق ہوکر یہ تجویز کی کہ سب متفرق پرچے جنپر قرآن لکھا ہے ایک جگہ جمع کئے جائین
چنانچہ زید بن ثابت نے اسکا اہتمام کیا حضرت عثمان نے اپنے زمانے مین اوسی کی نقلین جا بجا
بہیجدین اسوجہ سے جا بجا بہت سے لوگ پورے قرآن کے حافظ ہوگئے کسی جگہ کی کمی یا
بیشی کی جو غلطی تہی وہ رفع ہوگئی مگر وہ مصاحف قدیم کوفی خط مین تہے اور اون مین نقطے اور
زبر وزبر نہ تھے اس لئے ایسے اختلاف حروف اور حرکات کے باقی رہگئے جس کے معنے دونون
صورتون مین صحیح تہے صحابہ کے آخر زمانے مین اسی اختلاف کے رفع کرنے کی تدبیر بھی کی گئی
اور قرآن مین زبر وزبر اور نقطے بھی لگا دیے گئے اب وہ غلطیان سب رفع ہوگئین اور اختلافون
کا ذکر صرف کتابون مین باقی رہگیا قرآن مین باقی نرہا انتہی ملخصاً سید صاحب خود اس بات کو
مقر ہین کہ جو غلطی بھول کی وجہ سے ہوتی تھی وہ لکھے ہوئے پرچون اور دوسرون کی یاد سے
صحیح ہوجاتی تہی تو یہ ظاہر ہے کہ اختلاف رفع ہوجاتا ہوگا ایسی حالت مین اختلاف بڑہنے کی کوئی
وجہ نہین پس سید صاحب کا یہ قول کہ روز بروز اختلاف بڑہتا رہا صحیح نہین ہوسکتا قطع نظر اس کے
مصاحف عثمانیہ مین بھی قرارتونکا اختلاف موجود تہا مثلاً آیہ وقالوا اتخذ اللہ ولدا جو سورہ بقر مین
ہے سب مصاحف مین واو عاطفہ کے ساتھہ ہے مگر مصحف شامی مین بغیر واو کے موافق
قرارت ابن عامر کے لکھی تھی۔ علی ہذا القیاس سورۂ آل عمران مین جو آیہ وجآؤ بالبینت والزبر
والکتب المنیر ہے اس مین قرارت ابن عامر کی وبالزبر وبالکتب ہے اور مصحف شامی مین بلی ہے

قرارت پر قرآن کو پڑھ سکتے ہین اور یہ کچھہ ضرور نہین کہ اللہ کو کا موںکی ساری مصلحتین ہم کو معلوم بھی
ہو جاوین اگر کسی کو یہ شبہہ ہو کہ عیسائی ان اختلافات سے تمسک کرکے قرآن مین تحریف ثابت
کرنے کا دعوے کرتے ہین اسلئے مصلحت یہ ہے کہ ان اختلافونسے انکار کیا جاے اور یہی مجہدات
اختلافونکے انکار کی سید احمد خانکی تقریر سے بھی مترشح ہوتی ہے ۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہم مخالفونکے
اعتراض سے ڈرکر اون چیزونکا جو مخبر صادق سے یقیناً ثابت ہین انکار نہین کرسکتے اس کے
علاوہ ہم یہ بھی یقیناً جانتے ہین کہ جو چیزین مخبر صادق سے بالیقین ثابت ہین اونپر کوئی واقعی
اعتراض بھی وارد نہین ہو سکتا ۔ عیسائیونکے اعتراض کی گنجایش اوسوقت ہوتی کہ ان مقبول
اور متواتر قرارتونکا اختلاف کسی انسان کے تصرف کی وجہہ سے مانا گیا ہوتا اہل اسلام
ان سب اختلافونکو منزل من اللہ سمجھتے ہین تو ایسی صورت مین کسی اعتراض کا موقع باقی نہین رہتا
اب ہم پھر اصل تقریر کیطرف متوجہ ہوتے ہین عاصم اور کسائی اور یعقوب کی قرارت مالک
یوم الدین ہے اور باقیون کی قرارت ملک یوم الدین ہے ۔ مآل دونونکے معنی کا ایک ہے اس لئے
کہ مالک اور ملک دونو اپنی ملک اور ملک کے حاکم ہوتے ہین ۔ جسطرح خداوند کریم نے رحمن
اور رحیم سے اپنے کمال رحمت کی صفت ظاہر فرمائی تھی اسی طرح مالک یوم الدین سے اپنی شہنشاہی
کی شان بھی ظاہر کردی ۔ قیامت کا اعتقاد سب مسلمانونپر واجب ہے اور اوسکا منکر کافر ہے
اوسی روز ہر شخص کو اپنے عمل کا بدلا ملیگا عقلاً بھی قیامت کا وجود ضروری معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ
نیک اور بد اور فرمانبردار اور نافرمان مین تمیز اور فرق ہونا ضروریات سے ہے اور جسدن یہ فرق
ظاہر کیا جائیگا وہی قیامت کا دن ہے ۔ بادشاہ کو ضرور ہے کہ ظالمونکو سزا دے اگر وہ سزا
نہ دیگا تو تین صورتون سے خالی نہین یا تو اوسکو خبر نہین ہوتی یا سزا دینے سے عاجز ہے یا ظلم سے راضی
ہے خدا ان تینون باتون سے پاک ہے پس ضرور ہے کہ ایک دن ظالمونکو سزا دیگا وہی قیامت کا

جبرئیل نے ایک قرارت پر قرآن پڑہایا پہر مین نے اوس کو سنایا اور اسطرح قرارتون کی زیادتی مانگتا رہا اور جبرئیل پڑہاتے رہے۔ یہانتک کہ سات قرارتوپر نوبت پہونچی۔ ابن شہاب[1] زہری کہتے ہین کہ مجھکو سلف سے یہ تحقیق پہونچی ہے کہ ساتون قرارتونکا حاصل ایک ہی ہوتا ہے احکام حلال وحرام مین اختلاف نہین ہوتا۔ یہ حدیث کہ قرآن سات حرفونپر اوترا ہے اکیس صحابہ سے مروی ہے اسیوجہ سے اسکو متواتر بھی کہا گیا ہے۔ ان حدیثون کے ذکر سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ جو حدیث کے ماننے والے مسلمان ہین اونکو یہ معلوم ہوجاے کہ سید صاحب کا یہ قول کہ تنزیل قرآن مین کسی جگہ اختلاف قرارت نہین باطل ہے لیکن سید صاحب کے مقابلہ مین ہم یہ کہتے ہین کہ روایتاً یہ خبر ثابت ہے اور اس کے ماننے مین درایتاً بھی کوئی قباحت نہین آتی لہذا ضرور ماننے کے قابل ہے اگر کسی کو یہ شبہہ ہو کہ نظم قرآنی معجز ہے اور اوس کو بدلنے سے اعجاز مین خلل آجاویگا اسکا جواب یہ ہے کہ جب یہ اختلاف موافق تنزیل کے سمجھا جاہی تو یہ شبہہ باقی نہین رہتا اسلئے کہ اللہ اسبات پر بھی قادر ہے کہ وہ ایک مضمون کو کئی عبارتون مین بیان کردے اور ہر عبارت مین نظم کا اعجاز باقی رہے۔ بہت سی آیتین قرآن مین ایسی بھی موجود ہین کہ ذرا ذرا سے اختلاف کے ساتھہ متعدد سورتون مین مذکور ہین اور ہر جگہ اعجاز نظم موجود ہے اس قسم کی آیتون کو مشتبہات کہتے ہین۔ اگر کسی کو یہ شبہہ ہو کہ جب ایک طور پر مطلب ادا ہوگیا پہر دوسری طرح بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی تو اوسکا جواب یہ ہے کہ اختلاف قرارت سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ نظم قرآن کا اعجاز اور زیادہ واضح ہوگیا اس لئے کہ بعضی آیتون کو مختلف وجوہ سے بیان کیا گیا جن مین سے ہر صورت معجز تھی اور کفار اہل لسان اور فصیح تھے مگر قرآن کے معارضے مین ایسے عاجز ہوے کہ کسی آیت کی مختلف عبارتون مین سے ایک عبارت کا بھی معارضہ نہ کرسکے۔ اسکے علاوہ امت کو یہ بھی آسانی ہوگئی کہ قرآن کی مختلف قرارتون مین سے جس قرارت پر آسانی ہو اوسی

[1] محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب زہری اعلم تابعین سے ہین انکی جلالت شان اور اتقان پر سب کا اتفاق ہے ۱۲ منہ

اپنے ارشاد مین ظاہر فرمادیا کہ انسان کی ایسی تعظیم جائز نہین جسکی صورت عبادت کیسی ہو اسیوجہ
سے غیر اللہ کی قسم کو حضرتؐ نے ایک قسم کا شرک فرمایا غیر اللہ کے نام سے جانور ذبح کرنے کو
بھی حرام کیا اللہ کے سوا اور کی نذر بھی شریعت مین حرام ہوئی۔ یہود و نصاریٰ سے ہوا بابا کی قبر
مسجد بنالیا کرتے تھے اوس سے بھی حضرتؐ نے بہت بیزاری ظاہر فرمائی۔ ۱۲ منہ
حارثؓ بن مالک سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ ہم رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
غزوۂ حنین کو چلے اوسوقت ہم نے جاہلیت کے زمانے کو نیا نیا چھوڑا تھا۔ کفار کا ایک
ایک بڑا درخت مقرر کر رکھا تھا جسکو ذات انواط کہتے تھے ہر سال وہان آتے تھے اور درخت پر
مین اپنے ہتھیار لٹکا دیتے تھے اور وہان جانور قربانی کرتے تھے اور ایک دن بھیر تھے
ہمنے چلتے چلتے ایک بڑا درخت دیکھا جو خوب سرسبز تھا اوسوقت ہمنے ادہر ادہر سے چلانا شروع
کیا کہ یا رسولؐ اللہ ہمارے لئے بھی ایک ذات انواط بنادو جیسے کفار کا ذات انواط ہے یہ سنکر
حضرتؐ نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور یہ فرمایا کہ مجھکو اوس ذات کی قسم ہے جسکے اختیار مین میری جان
ہے یہ قول تمہارا ایسا ہی ہے جیسے موسےٰ کی قوم نے موسےٰ سے کہا تھا کہ بنادو ہمارے لئے معبود
جیسے کافرون کے معبود ہین پھر حضرتؐ نے فرمایا تم جاہل قوم ہو بیشک چلوگے راستے اون
لوگونکے جو تمسے پہلے تھے۔ ان سب باتون پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن چیزون مین غیر اللہ
کی عبادت کا کچھ لگاؤ بھی ہے وہ بھی شریعت مین حرام کی گئین اور جسطرح اللہ کے سوا اور
کوئی پرستش کے قابل نہین اسیطرح اللہ کے سوا اور کوئی مدد مانگنے جانے کے بھی لائق نہین
جب نمرود نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو ہاتھ پاؤن باندھ کر جلتی ہوئی آگ مین ڈالا
اوسوقت حضرت جبرئیلؑ اونکی خدمت مین حاضر ہوئے اور کہا کہ اگر کوئی حاجت ہو تو بیان کرو ابراہیم
علیہ السلام نے فرمایا کہ تمسے کوئی حاجت نہین اللہ سے حاجت ہے سو وہ میری حالت سے

دن ہے اور جب قیامت کا ذکر آگیا تو اس امر کا معلوم ہونا بھی ضرور ہوا کہ وہ کون مقصود ہے جسکی
وجہ سے قیامت مین بہت سخت عذاب ہوگا اس لئے خداوند کریم نے ایسے لفظون مین
اوکیا جس سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوجاے کہ بندہ اپنے اوس مقصود سے بری ہونے کا اللہ کی
جناب مین اقرار کرے چنانچہ فرمایا اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ تجھی کو پوجتے ہین ہم اور
تجھی سے مدد مانگتے ہین ہم ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے ایاک نعبد کی تفسیر مین نقل کیا ہے
کہ تیری عبادت کرتے ہین ہم اور تیرے سوا غیر کی عبادت نہین کرتے نعبد و نستعین پر لفظ
ایاک جو مقدم ہوا اوس سے حصر کے معنی پیدا ہوگئے اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اللہ کا بڑا
عتاب اون لوگون پر ہوگا جو اللہ کے سوا اورون کی پرستش کرتے ہین اور غیرون سے مدد مانگتے ہین
عبادت کے معنی یہ ہین اپنی کمال عاجزی اور ذلت اور دوسرے کی کمال تعظیم ظاہر کرنے کے
لئے ایسے کام عمل مین لاوے کہ اوس قسم کے افعال عرفاً اوسکی تعظیم کے لئے مروج تھون
پیغمبرون کے بھیجنے سے اصل مقصود خداوند کریم کا یہی تھا کہ اوس کے بندونکو معلوم ہوجاوے
کہ اللہ کے سوا اور کو عبادت کے لائق نہین اور غیر کو پوجنا اللہ کی مرضی کے بالکل خلاف ہے شریعت
مین اسکی حد یہانتک کی گئی کہ جن امور مین غیر اللہ کے عبادت کا شبہ بھی ہوتا تھا اون سے بھی
منع کیا گیا امام احمد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مہاجرین انصار کے مجمع مین تشریف رکھتے تھے کہ ناگہان ایک اونٹ آیا اور اوسنے
حضرت کو سجدہ کیا اونٹ حضرت کے صحابہ نے عرض کیا کہ چوپایے اور درخت آپکو سجدہ
کرتے ہین۔ پس چاہئے ہم آپکو سجدہ کرنے کے حقدار زیادہ ہون اسکے جواب مین حضرت نے فرمایا
کہ اللہ کی عبادت کرو اپنے بھائی کی تعظیم کرو۔ یہ تو ظاہر ہے کہ صحابہ نے جو سجدہ کا قصد کیا تھا
اس سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش ہرگز مقصود نہوگی بلکہ صرف تعظیم مقصود ہوگی مگر حضرت صلعم نے

یہ حکم فرمایا کہ خدا کے سوا اور کسی سے کچھ مانگنا اور مدد چاہنا نچاہئے اور پھر یہ بھی ثابت فرما دیا کہ نفع نقصان پہونچانا سوائے خدا کے دوسرے کے اختیار مین ہی نہین پھر دوسرے سے التجا کرنا محض بیفائدہ ہے جسکا نتیجہ ذلت کے سوا اور کچھ نہین امام احمد نے روایت کی ہے کہ ابو ذرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا کر یہ شرط لی کہ آدمیون سے کبھی کچھ نہ مانگیو پھر حضرت نے فرمایا کہ اگر تیرا کوڑا بھی گر جاوے تو اوس کے اوٹھانے مین بھی کسی اور سے مدد نہ لیجیو خود ہی اوتر کر اوٹھایو۔ ترمذی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہے کوئی تم مین کا ساری حاجتین اللہ سے ہی مانگے یہانتک کہ نمک بھی اوسی سے مانگے اور جوتی کا تسمہ ٹوٹ جاوے تو وہ بھی اوسی سے مانگے۔ ابوداؤد نے ثوبانؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کون شخص ہے جو میرے سامنے اس بات کی ذمہ داری کرے کہ آدمیون سے کبھی سوال نکرے گا مین اوس کے لئے جنت کی ذمہ داری کرتا ہون ثوبان نے عرض کیا کہ یا حضرت ایسا مین ہون چنانچہ ثوبان کبھی کسی سے کچھ سوال نہین کرتے تھے۔ ان روایتون کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھوٹے چھوٹے کامون مین بھی غیر اللہ سے مدد لینا پسند نہ تھی اللھم ارزقنا اتباعہ اس موقع پر یہ بھی سمجھہ لینا چاہئے کہ بھوک کے دفع کرنے کو کچھ کھا لینا یا پیاس کے دور کرنے کو پانی پی لینا یا بیمار مین طبیب سے دوا پوچھنا یا دھوپ سے بچنے کے لئے کسی درخت کے سایہ مین جانا غیر اللہ سے استعانت نہین بشرطیکہ ان چیزونکو اپنی تاثیر مین مستقل نہ سمجھتا ہو لغبد اور نستعین جمع کے صیغے مذکور ہوئے اسکی وجہ یہ ہے کہ ایک شخص کو تنہا ہو کر اپنی طرف سے دعوے کرنا دلیل تکبر کی ہے جو ادب کے خلاف ہے پس بہتر یہ ہے کہ سب مسلمانونکو اپنے ساتھہ شریک کر کے عرض کرے کہ ہم سب تیری ہی پرستش کرتے ہین اور ہم سب تجھی سے مدد مانگتے ہین یہ دلیل

بخوبی واقف ہی حاصل یہ کہ حضرت ابراہیمؑ نے جبرئیل سے مدد نہ مانگی بلکہ اپنی حاجت کو اللہ
کے سپرد کیا آخر وہ آگ اونپر گلزار ہو گئی صحیحین مین روایت ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ ذات الرقاع مین تشریف لیگئے تو راستے مین اک مقام پر کچھ پہر رہے
کا اتفاق ہوا صحابہ نے ایک سایہ دار درخت حضرتؐ کے آرام فرمانے کے لئے چھوڑ دیا خود
اور درختون کے نیچے ٹھیر گئے حسب اتفاق سب کو نیند آگئی حضرتؐ نے بھی اپنی تلوار درخت
مین لٹکا دی اور خود سو گئے۔ اوسوقت وہان مشرکین مین سے ایک شخص آیا اور اوس نے
حضرتؐ صلعم کی تلوار ننگی کر کے ہاتھ مین لیلی اور حضرتؐ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اب تم مجھسے
ڈرتے ہو حضرتؐ نے فرمایا نہین تب اوس نے کہا کہ اب تمکو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا
حضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ پس تلوار اوس کے ہاتھ سے گر پڑی اور فوراً حضرتؐ نے اوٹھالی اسوقت
حضرتؐ نے اوس سے پوچھا کہ اب تجھکو میرے ہاتھ سے کون بچائیگا تو وہ عاجزی کرنے لگا پھر
حضرتؐ نے اوسکو چھوڑ دیا اور کچھہ ایذا نہ دی۔ مطلب یہ ہی کہ حضرتؐ نے [illegible] اللہ پر
بھروسا کیا کسی اور سے مدد نہ مانگی۔ امام احمد اور ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی ہے
وہ کہتے ہین کہ ایک روز مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے [illegible]
کرکے تو اللہ کا حق ادا کر وہ تیری حفاظت کریگا تو اللہ کا [illegible]
سامنے پائے گا جب مانگے تو اللہ ہی سے مانگ اور جب مدد چاہے تو اللہ سے چاہا کر [illegible]
کرلے کہ اگر ساری امت جمع ہو کر تجھے کچھہ فائدہ پہونچانا چاہین تو وہی فائدہ پہونچا سکین گے
جو تیری قسمت مین لکھا ہے اور اگر سب ملکر تجھے نقصان پہونچانا چاہین تو وہی نقصان
پہونچا سکین گے جو تیری قسمت مین لکھا ہے اوٹھالئے گئے قلم اور خشک ہو چکے صحیفے یعنی ہونیوالے
امور مقرر ہو چکے اب اون مین تغیر نہین ہوتا اس حدیث مین اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

بیچ مین نہین پہیر دیتا ہے جسطرح چاہتا ہی صراط صاد سے قرارت حمزہ کی ہی اور ابن کثیر نے اس جگہ اور قرآن مین جہان لفظ صراط آیا ہے سب جگہ سین سے پڑہا ہی ۔ اور چونکہ صراط مستقیم کی ہدایت سے اصل مقصود یہ تھا کہ اللہ کا انعام حاصل ہو اور اوس کے غضب سے پناہ ملی اسلئے اس کی تصریح بھی دعا مین شامل کی گئی چنانچہ فرمایا صِرَاطَ الَّذِينَ أَنعَمتَ عَلَيهِم رستا اونکا جن پر تو نے انعام کیا غَيرِ المَغضُوبِ عَلَيهِم وَلَا الضَّالِّينَ نہ اونکا راستہ جنپر تیرا غضب پڑا اور نہ گمراہون کا راستہ اللہ کا انعام اونہین لوگون پر ہوتا ہی جو آخر تک سیدہی راہ پر قایم رہتے ہین پس اسکا حاصل یہی ہوا کہ سلف صالحین کیطرح ہمکو بھی آخر تک اسی ہدایت پر قایم رکہیو ۔ مغضوب علیہم سے وہ لوگ مراد ہین جنہون نے حق سے جان بوجہہ کر انحراف کیا اور ضالین سے وہ لوگ مراد ہین جنکی سمجہہ مین حق نہ آیا ۔ امام احمد اور ابن حبان نے عدی بن حاتم سے اور ابن مردویہ نے ابوذر سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ مغضوب علیہم سے یہود اور ضالین سے نصارے مراد ہین اور ابن جریر نے ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے بہی یہی روایت کی ہے ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ اسی قول پر سب کا اجماع ہی ف چونکہ اللہ نے خود اپنے بندون کو دعا تعلیم فرمائی اس سے ظاہر ہو گیا کہ اوسکو یہ بات بہت پسند ہے کہ اوس کے بندے اپنی حاجتین اوسی سے مانگا کرین یہ بات پہلے ظاہر ہو چکی کہ وہ اورون سے مانگنے کو پسند نہین کرتا اور نہ کوئی اور اس قابل ہے کہ اوس سے کچہہ مانگا جاوے پس اللہ کے بندے اپنی ساری حاجتین اوسی سے نہ مانگین تو اور کس سے مانگین ۔ دعا کی بحث مین زیادہ تر غور کرنے کے قابل یہ بات ہی کہ دعا کو حصول مطلب مین کچہہ اثر ہی یا نہین سید احمد خانصاحب نے اپنی تفسیر مین لکہا ہے کہ دعا جب دل سے کیجاتی ہے تو ہمیشہ مستجاب ہوتی ہے مگر لوگ دعا کا مقصد اور استجاب کا مطلب سمجہنے مین غلطی کرتے ہین وہ جانتے ہین کہ جس مطلب کے لئے ہم دعا کرتے ہین دعا کرنے سے وہ مطلب

دعا کی بحث

دعا کا مقصد اور استجاب کا مطلب سید احمد خان کا

عاجزی کی ہے اور یہی عبادت کے مناسب ہے نماز کے امام کو چاہئے کہ سارے مقتدیون
کو اس التماس مین شریک کرے اور اگر اکیلا نماز پڑہتا ہو تو اپنے ساتھ ملائکہ کی نیت کرے
اور جب یہ بات ثابت ہوچکی کہ اللہ کے سوا دوسرے سے مدد مانگنا چاہئے تو انسان پر واجب ہے
کہ سب سے پہلے نجات کا طریقہ حاصل ہونے مین اللہ سے مدد طلب کرے اسیوجہ سے خداوند
کریم نے اسطرح دعا تعلیم فرمائی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ دکہا ہمکو راستہ سیدہا اور
طریقہ اسلام کا ہے۔ عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ سے اور قاضی عیاض
نے شفا مین حسن بصری سے اور حاکم نے ابن عباس سے صراط مستقیم کی تفسیر مین یہ نقل کیا ہے
کہ اوس سے مراد رسول اللہ صلعم اور وہ بزرگوار ہین جو اوسکی اہل بیت اور اصحاب تہے یعنی ہم کو
اون سب کیطرف ہدایت کرتا کہ ہم اونپر ایمان لاوین اور اوسکا اتباع کرین حاصل اسکا بھی یہی ہے
کہ اسلام کے راستے کی ہدایت کر اب اگر کسی کو یہ شبہہ ہو کہ اسلام کا طریقہ معلوم ہوچکا پہر اب اوسکی
طلب کیون ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ دعا سے مقصود یہ ہے کہ جسطرح فی الحال ہدایت کی اسیطرح
آیندہ بھی ہدایت کر اور ہمیشہ اسی راستے پر قایم رکھہ مرنے سے پہلے آدمی کا عقیدہ قابل اعتماد نہین
بہت سے آدمی مرتد بھی ہوجاتے ہین اسلئے انسان کو ضرور ہے کہ ہر وقت ہدایت کی دعا مانگتا رہے
چنانچہ صاف صاف اس مضمون کی دعا خدا نے دوسری جگہ تعلیم فرمائی ہے اور وہ یہ ہے رَبَّنَا لَا تُزِغْ
قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا اے رب ہمارے گمراہی نہ دے ہمارے دلونکو ہدایت دینے کے بعد
ترمذی وغیرہ نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یون کہا
کرتے تھے۔ اے پہیر دینے والے دلون کو ثابت رکہہ میرے دلکو اپنے دین پر۔ مین نے عرض کیا
کہ یا رسول اللہ ہم آپ ایمان لائے اور جو چیزین آپ لائے ہین اونپر ایمان لائے۔ پہر کیا ہمارے
حالت پر آپکو خوف باقی ہے۔ حضرت نے فرمایا بیشک اسلئے کہ مخلوق کے دل اللہ کی دو انگلیون کے

ابو العالیہ ریاحی

کہ مطلب کے پورا ہونے مین دعا کی قبولیت اور اللہ کی قدرت کا کچھہ تعلق نہین مطلب اگر پورا
ہوتا ہے تو اپنے اسباب سے پورا ہوتا ہے دعا محض تسکین کے واسطے ہے مگر ہم مسلمانون کا
یہ عقیدہ ہو کہ اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے وہ سبب کا محتاج نہین کبھی کسی کام کو بواسطہ
سبب کے پیدا کرتا ہے کبھی بغیر واسطہ سبب کے پیدا کرتا ہے وہ مجیب الدعوات بھی ہو یعنی
ہماری دعاؤنکو بھی جب چاہتا ہی قبول کرتا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو
شخص اللہ سے سوال نہین کرتا اللہ اوسپر غضب کرتا ہے اور فرمایا ہے کہ جسکو یہ منظور ہو کہ اوسکی
دعا مصیبتون مین مقبول ہوا کرے اوسکو چاہیے کہ عیش کی حالت مین بھی بہت سی دعا مانگا کرے
اور فرمایا ہے کہ جب تم دعا مانگو تو قبولیت کا یقین کرکے دعا مانگو قلب غافل کی دعا اللہ قبول نہین کرتا
اور فرمایا ہے کہ اللہ کے نزدیک دعا سے بڑھکر کسی چیز کی بزرگی نہین یہ سب حدیثین ترمذی نے ابوہریرہ
سے روایت کیین ہین۔ بخاری نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ جب تم مین سے کوئی شخص دعا مانگے
تو یون نہ کہے کہ اللہ میرے لئے مغفرت کر اگر چاہے اور مجھپر رحمت کر اگر تو چاہے اور مجھکو رزق
دے اگر تو چاہے بلکہ یقین قبولیت کرکے سوال کرے اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے اوسپر کوئی
زبردستی کرنیوالا نہین۔ اور مسلم کی روایت مین یون ہے کہ اللہ کو کسی چیز کا دیدینا کوئی بڑی بات نہین
ابوداؤد نے ابوزبیر نمیری سے روایت کی ہے کہ ہم ایک رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھہ نکلے تو ایک شخص کے پاس ہم آئے جو بڑی عاجزی کے ساتھہ دعا مانگ رہا تھا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ ختم کرے تو قبولیت دعا کی اس نے واجب کرلی قوم مین سے
ایک شخص نے پوچھا کہ کس چیز پر ختم کرے آپنے فرمایا آمین پر۔ ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھکو جبرئیل نے تعلیم کیا ہے کہ جب مین سورہ فاتحہ سے فارغ ہون تو آمین
کہون۔ آمین اسم فعل ہے اور اوسکے معنی ہین قبول کر۔ یہ لفظ قرآن کا جز نہین اور قرآن مین اوسکا لکھنا

حاصل ہوجاوے گا اور استجابت کے معنی اوس مطلب کا حاصل ہونا سمجھتے ہین حالانکہ یہ غلطی ہے
حصول مطلب کے جو اسباب خدا نے مقرر کئے ہین وہ مطلب تو اونہین اسباب کے جمع ہونے سے حاصل
ہوتا ہے مگر دعا نہ اوس مطلب کے اسباب مین سے ہے اور نہ اوس مطلب کو اسباب کو جمع کرنیوالی ہے
بلکہ وہ اوس قوت کو تحریک کرنیوالی ہے جس سے اوس رنج و مصیبت اور اضطرار مین جو مطلب نہ
حاصل ہونے سے ہوتا ہے تسکین دیتی ہے اور جبکہ دعا دل سے اور اپنے تمام فطرتی قوے کو متوجہ کرکر
کیجاتی ہے اور خدا کی عظمت اور اوسکی بے انتہا قدرت کا خیال اپنے دل مین جمایا جاتا ہے تو وہ قوت تحریک
مین آتی ہے اور اون تمام قوتون سے جنسے اضطرار پیدا ہوتا ہے اور اوس مصیبت کا رنج برانگیختہ ہوا ہے
اون سب پر غالب ہوجاتی ہے اور انسان کو صبر اور استقلال پیدا ہوجاتا ہے اور اسی کیفیت کا دلمین
پیدا ہونا دعا کا قبول ہونا ہے مگر ہم یہ کہتے ہین کہ جب بندہ اللہ سے دعا مانگتا ہے تو اسباب سے
اوسکو کچھ غرض نہین ہوتی۔ اللہ رحیم اور مجیب الدعوات ہے اوس کو اختیار ہے کہ اپنے بندہ کو مطلب
تو بغیر کسی ظاہری سبب کے پورا کردے پس اگرچہ دعا سبب اور سبب پیدا کرنیوالی نہین مگر جس سے
دعا مانگی جاتی ہے وہ سبب بھی پیدا کرنیوالا ہے۔ اور بغیر سبب کے بھی مطلب پورا کرنیوالا ہے
وہ قادر مطلق ہے جو چاہے سو کرے سبب کا محتاج نہین۔ اور جب وہ کسی کام کو بواسطہ سبب
کے کرنا چاہے تو سبب کا پیدا کرنا اور جمع کرنا بھی اوسی کے اختیار مین ہے۔ اور چونکہ جب اللہ
چاہتا ہے تو بندہ کی دعا قبول کرکے اوسکی حاجت بغیر سبب یا بعد خلل سبب کے پوری کردیتا ہے
اسلئے ہم کہہ سکتے ہین کہ دعا سبب بھی ہے اور سبب کی جمع کرنیوالی بھی ہے البتہ قبول ہونا نہونا
مشیت الہی پر موقوف ہے سبب کو اوس مین کوئی دخل نہین۔ چنانچہ دوسری جگہ اللہ نے فرمایا ہے
بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء بلکہ اوسی کو پکارتے ہو تم پس کھولدیتا ہے
اوسکو جس مین فرماوے تو تم طرف اوسکی اگر چاہتا ہے سید احمد خان صاحب کی تقریر کا حاصل یہ ہے

اور وہ جو اللہ نے سورہ حجر مین فرمایا ہے ولقد آتیناک سبعا من المثانی یعنی ہم نے
تجھکو سات چیزین جو دہرائی جاتی ہین صحیحین مین ہے کہ اس کی تفسیر مین حضرت نے فرمایا ہے
د مراد سورہ فاتحہ ہے پس اس سے بڑھکر اور فضیلت کیا ہوگی کہ اللہ نے خود قرآن مین اسکی فضیلت
سطرح ظاہر کردی کہ اوس کے عطا کرنے کا احسان پیغمبر پر جتایا جو علما بسم اللہ کو سورہ فاتحہ
کا جز کہتے ہین وہ سات آیتین اسطرح گنتے ہین کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اول آیت اور
صراط الذین انعمت علیہم سے آخر تک ساوین آیت سمجھتے ہین ۔ اور جو بسم اللہ کو جز و نہین کہتے
ہ انعمت علیہم تک چھٹی آیت ختم کرکے باقی کو ساتوین آیت سمجھتے ہین حسن بصری کا یہ قول
ہے کہ اس مین آٹھ آیتین ہین وہ ایک آیت بسم اللہ کو سمجھتے ہین ۔ اور ساتوین آیت انعمت علیہم
پر ختم کرتے ہین ۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس مین چھ آیتین ہین وہ بسم اللہ کو شامل نہین کرتے
و صراط الذین سے آخر تک ایک آیت سمجھتے ہین ۔ اور بعض کے نزدیک نو آیتین ہین ۔

اختلافات ائمہ مجتہدین کے جو اس سورہ سے متعلق ہین وہ یہ ہین کہ امام ابو حنیفہ اور مالک کے نزدیک
بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جز و نہین اور شافعی اور احمد کے نزدیک جز و ہے ۔ جماعت کی نماز مین جہر بلو
امام ابو حنیفہ کے نزدیک سورہ فاتحہ پڑھنا جائز نہین امام شافعی کے نزدیک [illegible] خواہ نماز جہری ہو یا
ری مقتدی قرات امام کل سنتا ہو یا نہ سنتا ہو ۔ امام مالک کے نزدیک [illegible] مقتدی کو سورہ فاتحہ
پڑھنا مکروہ ہے خواہ قرات امام کی سنتا ہو یا نہ سنتا ہو اور اونکے نزدیک سری نماز مین مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا
جائز ہے واجب نہین ۔ امام احمد کے نزدیک سری نماز مین مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے
قرات سورہ فاتحہ کی نماز مین امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک رکن ہے بغیر اس کے نماز نہین ہوتی
امام ابو حنیفہ کے نزدیک فرض نہین بلکہ اور کوئی آیت بھی پڑھ لی تو فرض ادا ہوگیا مگر واجب ہے اگر اوسکو
جان بوجھ کر ترک کیا تو نماز کا اعادہ واجب ہے پھر اگر کریگا تو گنہگار فاسق ہوجائیگا اس مسئلہ مین مفسرین

سورہ فاتحہ کی تفسیر مین مفسرین کا اختلاف

۲۵

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے کسی نے سورہ فاتحہ کی نسبت سوال کیا اونہون نے کہا کہ نبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ اوس خزانے سے اوتری ہے جو عرش کے نیچے ہی عبیدؒ نے اپنی مسند مین ابن عباس سے روایت کی ہی کہ سورہ فاتحہ دو ثلث قرآن کے برابر ہے بیہقی وغیرہ نے ابوسعیدؓ خدری سے روایت کی ہے سورہ فاتحہ زہر کی دوا ہے بخاری نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ ہمنے اپنے سفر مین ایک جگہ منزل کی تھی کہ ایک لڑکی آئی اور اوسنے کہا کہ اس بستی کے سردار کو سانپ نے کاٹا ہی تمہارے ساتھہ کوئی سانپ کا عمل جاننے والا ہی ایک شخص اوس کے ساتھہ ہولیا اور اوس نے سورہ فاتحہ کا عمل پڑہا فوراً شفا ہوگئی پھر رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا ذکر ہوا تو آپنے فرمایا کہ سورہ فاتحہ تو سانپ کے زہر کو اتارنے کا عمل ہی طبرانیؒ نے اوسط مین سائب بن یزیدؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ فاتحہ کو پڑہکر مجہپر اسطرح دم کیا کرتے تھے کہ بہونک کے ساتھہ کچہہ دہن مبارک کا لعاب بھی شامل ہوتا تھا بزارؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ جب تو نے بستر پر لیٹ کر سورہ فاتحہ اور قل ہو اللہ کو پڑہ لیا تو موت کے سوا ہر چیز سے امن مل گئی دیلمی نے عمران بن حصین سے روایت کی ہی کہ اللہ کی کتاب مین آٹھہ آیتین ہین جو نظر بد کو دفع کرتی ہین جس گھر مین پڑہی جاوینگی اوس روز اوس گھر مین کسی انسان یا جن کی نظر بد کا اثر نہو گا سورہ فاتحہ جسکی سات آیتین ہین اور آٹھہون آیت الکرسی ابن قیمؒ نے یہ کہا ہے کہ اگر کلام مین کچہہ اثر ہے تو سب سے زیادہ اثر کی توقع اللہ کے کلام مین ہے اور اوس مین سے سب سے زیادہ اثر کی توقع سورہ فاتحہ مین ہے ترمذی اور حاکم نے ابی بن کعبؓ سے یہ روایت کی ہی کہ اللہ نے ام القرآن کی مثل نہ توریت مین کوئی سورۃ اور نہ زبور مین نہ انجیل مین اور یہ سات چیزین ہین دوہری - ام القرآن اس سورت کو اس لیے کہتے ہین کہ ساری قرآن کا خلاصہ اسمین موجود ہی

(ض) اور (ظ) مین بہت مشابہت ہے اور فرق کرنا مشکل ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہین کہ جو فرق ضروری ہونا تو اس مسئلہ کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانہ مین ضرور ہوا ہوتا خصوصًا اوسوقت جبکہ اہل عجم مسلمانون مین داخل ہوے لیکن جبکہ اسکی بحث اوس زمانہ مین منقول نہین تو بیشک ہمنے یہ جان لیا کہ (ض) اور (ظ) مین فرق کرنیکی شرعًا تکلیف نہین دیگئی

امام غزالی نے کیمیاے سعادت مین لکھا ربیان ض وظا بجا آرد اگر نتواند روا باشد اور اوسکے احیاء العلوم مین جو لکھا ہے اوسکا ترجمہ یہ ہے کہ بعضے وہی (ض) اور (ظ) کو فرق مین جو بہت تکلف کرتے ہین وہ قرآن کا مطلب سمجھنے سے رہجاتے ہین یہ بُری طرح کہا ہے شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح جزری مین لکھا ہے کہ حجاج بن یوسف کے زمانہ مین جو مسجد کا امام تہا اوسنے تمام عمر سورہ الم نشرح نماز مین نہ پڑہی وجہ اوسکی یہ تہی کہ اوسکو یہ خوف تہا کہ (ض) اور (ظ) مین فرق بہت مشکل ہے اگر وہ نقص ظہر ہے پڑہتے وقت فرق

(ض) اور (ظ) کا اچہی طرح ظاہر نہوا تو حجاج قتل کرڈالیگا۔ اس قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ (ض) اور (ظ) مین فرق بہت مشکل ہے اور نہایت مشابہت ہے۔ مفتی عنایت احمد صاحب مرحوم نے کتاب محاسن العمل الافضل مین لکھا ہے کہ

(ض) کو مصور دال کو جو پڑہتے ہین غلط ہے (ض) دال مشتبہ الصوت نہین بلکہ (ظ) سے ہے۔ ابو محمد مکی بن ابی طالب کتاب رعایہ فی تجوید القراءۃ مین جو لکھا ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ (ض) اور (ظ) سننے مین ایکسی معلوم ہوتی ہین اگر ان دونونکو مخرج جدا جدا نہوے اور (ض) مین وازی نہوتی تو دونوکی بولی ایک ہوجاتی۔ ابن جزری کتاب مین کہا ہے کہ بعض عرب

(ض) کو ہر جگہ اپنی ساری کلام مین (ظ) پڑہتے ہین اور یہ قریب حق ہے اور ہمین عام لوگونمین آسانی ہے مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب حلیہ تفسیر فتح العزیز مین فرماتے ہین کہ فرق درمیان مخرج ضاد وظا بسیار مشکل ست اکثر خواندگان ایں دیار ہر دو را یکسان میخوانند نہ بجاے ضاد ضاد و باشد نہ بجاے ظا ظا یعنی عبارتیں نقل کی گئین ان سے یہی امر ظاہر ہوتا ہے کہ (ض) اور (ظ) کی آواز بہت ملتی جلتی ہے اور اسلئے بہت مشکل ہے (ض) کی آواز کو (ز) سے مشابہ کہنا فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے کہ اگر ضاد کو

(ظ) یا (ذ) سے پڑہا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر دال

باہم یہ اختلاف ہو کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک پوری سورہ فاتحہ نماز مین پڑہنا واجب ہو اگر ایک حرف بھی ترک ہوگا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا صاحبین کے نزدیک بعض سے زیادہ واجب ہو کل واجب نہین امام ابوحنیفہ کے نزدیک امام اور مقتدی آہستہ مین جہر نہ کرین امام احمد کے نزدیک دونو جہر کرین راجح قول امام شافعی کا بھی یہی ہے امام مالک کے نزدیک مقتدی جہر کرے امام کی نسبت دونو روایتین ہین شامی نے لکھا ہے کہ الحمد للہ کہنا نماز مین واجب ہین اور دعا سے پہلے اور کہانے کے بعد سنت ہو اور بغیر کسی سبب کے الحمد للہ کہنا مباح ہے۔ ناپاک مقامون مین الحمد للہ کہنا مکروہ ہو حرام چیز کو کہانیکے بعد الحمد للہ کہنا حرام ہے بعض کے نزدیک کفر ہو ف سورۂ فاتحہ سے متعلق بعضی شاذ قرأتین بھی ہین زید بن علی رب العالمین بفتح باء پڑہتے تھے اور بعضی قرأ ملک یوم الدین بسکون لام اور بعض ملک صیغہ ماضی بفتح کاف اور بعض مین مالک بھی وارد ہو تنبیہ سورہ فاتحہ سے متعلق اس زمانے مین جو بہت بڑی بحث ہو وہ تلفظ (ض) ہو اصل مخرج اوسکا یہ ہو کہ زبان کے کنارہ کو اوپر کی داڑہون مین لگا کر بنائے صحیح تلفظ سے کا اونہین لوگون سے ادا ہوتا ہی جنہون نے اس فن مین مدتون مشق کرکے مہارت پیدا کی ہوتی ہو اور جب اوسکا تلفظ صحیح ادا کیا جائے تو کوئی اختلاف نہین البتہ اوس صورت مین ہو جب اوسکا تلفظ صحیح ادا نہو سکے اور اکثر آدمی اسی حالت مین ہین۔ مشہور اختلاف یہ ہے کہ بعضے اوسکو مشابہ (ظ) کے پڑہتے ہین اور بعضے اوسکو مشابہ (د) کے ہین اکثر رواج دوانین پڑہنے کا ہے جس مین مشابہت (د) کی پائی جاتی ہو جب کتب قرأت اور فقہ کیطرف غور کیا جاتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ (د) کی مشابہت حظا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ جب (ض) کا صحیح تلفظ ادا نہو سکے تو (ظ) پڑہنا روا ہے (د) کی مشابہت کو کسی نے جائز نہین کیا (ض) کو جب بمشابہت (ظ) پڑہتے ہین اس کو ضاد ضعیفہ کہتے ہین یہ تلفظ اوسوقت سے پیدا ہوا ہے جب سے اہل عجم نے قرآن پڑہنا شروع کیا اس مسئلہ مین ا[illegible] نے ف[illegible] ہے اوسکا حاصل یہ ہو کہ بیشک

ف آمین سے متعلق چند مسائل کے اختلافات

ف الحمد للہ سے متعلق مسائل

۲۶ ف

جو ابو جعفر[۵] اور شیبہ[۵] بن نضاح نے متفق ہو کر آیتوں کا شمار کیا تھا۔ دوسری گنتی اسمٰعیل[۵] بن جعفر کی ہے اہل مکہ کی گنتی وہ ہے جو ابن کثیر نے مجاہد[۵] سے اور انہوں نے ابن عباس سے اور انہوں نے ابی بن کعب سے روایت کی ہے اور جو گنتی اہل شام کی مشہور ہے وہ ابن عامر[۵] ذی ابو الدرداء صحابی سے نقل کی ہے اور یہی اور بھی بعض صحابہ سے منقول ہے اور جو گنتی اہل بصرہ کی ہے اوسکا مدار عاصم پر ہے سلف سے اوس کا منقول ہونا معلوم نہیں ہوا اور اہل کوفہ کی گنتی [illegible] اور کسائی اور خلف بن ہشام نے اختیار کی ہے

[illegible] رحمن سلمی[۵] سے اور اونہوں نے حضرت علی

[illegible] قرآن میں کل ایکسو چودہ سورتیں ہیں جن میں سے چالیس سورتیں ایسی ہیں

[illegible] اور چالیس سورتیں ایسی ہیں جنکی آیتوں کی

میں اتفاق ہے مگر محل اوقاف میں۔

اور محل اوقاف دونوں میں اختلاف ہے سورہ فاتحہ بھی اسی قسم میں [illegible]

اسی قسم میں شامل ہے بعض کے نزدیک اس میں دو سو پچاسی آیتیں ہیں اور بعض کے [illegible]

چھیاسی اور بعض کے نزدیک دو سو ساتھ۔ اس امر میں علما کا اختلاف ہے کہ [illegible]

کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی تھی [illegible] نے اپنے اجتہاد سے مقرر کی

[illegible] میں شک نہیں کہ یہ ترتیب موجودہ بہتر [illegible] مبنی ہے

سورہ فاتحہ کو سب سورتوں پر اسوجہ سے مقدم کیا کہ اوس [illegible] مقصود ہے

اور بضرورت نماز سب سے پہلے مسلمان پر اوسی سورت کا یاد کرنا واجب ہے اوسکے بعد سورہ بقر کی مناسبت میں ممکن ہے کہ یہ نکتہ بیان کیا جاوے کہ سورہ فاتحہ میں بندہ کیطرف سے صراط مستقیم کی ہدایت اللہ سے طلب کی گئی تھی اوسکا جواب خداوند کریم کیطرف سے یوں ملا کہ ذلک الکتاب لا ریب فیہ یعنی [illegible] صراط مستقیم کا [illegible] جسمیں کوئی شک نہیں اسی طریقہ پر عمل کرو۔

[۵] ان لوگوں میں اوپر روایت ہے ۱۲

[۵] محمد بن عبد الرحمن ابن ابی لیلیٰ انصاری کوفی قاضی تھے ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں ۱۴۸ھ میں انتقال کیا ۱۲

[۵] شیبہ بن نضاح مکی قاری تھے نافع سے روایت کرتے ہیں ۱۳۰ھ میں انتقال کیا ۱۲

[۵] اسمٰعیل بن جعفر مدنی قاری تھے نافع سے روایت کرتے ہیں ۱۸۰ھ میں انتقال کیا ۱۲

[۵] عبد الرحمن بن حبان سلمی کوفی مقبول اور ابو شیخ طبقات میں شامل ہیں ۱۲

اہل مدینہ سمجھے جاتے ہین چنانچہ غزوۂ حنین کے روز جب مسلمانوں کو لشکر پر بمقتضاے تقدیر
اللہ ابتدا مین ہزیمت واقع ہوئی اور انصار نے بھی میدان جنگ سے موبہ موڑا تو صحیح مسلم وغیرہ
مین مروایت ہے کہ رسول اللہ صلعم کے حکم سے حضرت عباس نے اہل مدینہ کو باواز بلند اسطرح پکارا تھا
تھے یا معشر الانصار یا اصحاب سورۃ البقرہ۔ علما نے تصریح کی ہے کہ اس سورت کو اوسوقت
اسوجہ سے یاد دلایا کہ اس مین آیۃ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ واقع ہے یا اس لیے کہ اوسمین
آیہ اوفوا بعہدی اوف بعہدکم واقع ہے۔ [illegible] من الناس من یشتری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ
واقع ہے۔ مصاحف مروجہ مین یہ دستور ہے کہ ہر سورت کی ابتدا مین اوسکی آیتون کی گنتی بھی لکھدیتے
ہین۔ آیت سے مراد قرآن کا ایک ایسا ٹکڑا ہے جو مطلب کے تمام ہونے مین اپنے ماقبل یا
مابعد سے تعلق نرکھتا ہو۔ آیتونکا پورا رہونا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے معلوم ہوا ہے
حضرت صلعم کی عادت تھی کہ جہان آیت پوری ہوتی وہان وقف کرتے اور اوسیطرح قرآن صحابہ کو
پڑھایا اور جہان جہان حضرت وقف کرتے تھے وہان صحابہ نے بھی وقف کرنا اختیار کیا اسیطرح
قرآن کی جدا جدا آیتین مقرر ہوئین اور صحابہ کے ہی زمانے مین اونکی گنتی بھی ہوئی مگر صحابہ نے
جدا جدا اپنی اپنی تحقیق کی بموجب قرآن کی آیتین گنی ہین اسوجہ سے اون گنتیون کی تعداد مین باہم
اختلاف ہے [illegible] اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ قرآن کی کل آیتین چھ ہزار سے کچھ زیادہ ہین
اس زیادت مین اختلاف ہے ابن عباس سے یہ مروی ہے کہ قرآن کی کل آیتین چھ ہزار چھ سو تیرہ
ہین اور دوسرے صحابہ سے چھ ہزار کے اوپر کچھ اور تعداد منقول ہے یہ اختلاف صرف اسوجہ سے
پیدا ہوا کہ بعض مقامونپر بعض صحابہ کے نزدیک وقف تھا بعض کے نزدیک نتھا۔ اب جو گنتیان
آیتون کی مشہور ہین وہ چھ گنتیان ہین ان مین سے دو گنتیان اہل مدینہ کی ہین تیسری گنتی اہل مکہ
کی چوتھی اہل شام کی۔ پانچوین اہل بصرہ کی [illegible] اہل کوفہ کی۔ مدینہ کی گنتیون مین سے پہلی گنتی وہ ہے

معارضہ سے عاجز تھے اس لئے ہمہ تن اس کوشش مین مصروف تھے کہ کسی طرح قرآن کی عبارت پر
کوئی اعتراض کرین پس اگر ان حروف کا مطلب کچھہ سمجھہ مین نہین آتا تھا تو بیشک اسپر طعن
کرتے حالانکہ کبھی اونہون نے اس پر تعجب بھی نہین کیا اس لئے ضرور ہے کہ وہ اس کا کچھہ مطلب
سمجھتے تھے ابوبکر بن العربی نے لکھا ہے کہ اگر عرب اسکا مطلب نہ سمجھتے ہوتے تو سب سے پہلے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] ہی اسکا انکار کرتے کیونکہ اونکو اس امر مین بڑا اہتمام تھا
کہ قرآن مین کوئی خطا ثابت کرین مگر اونکے سامنے حم اور ص وغیرہ سورتین پڑہی گئین اور انہون نے
انکار نہین کیا بلکہ اونکی فصاحت اور بلاغت کو تسلیم کیا یہ دلیل اس بات کی ہے کہ یہ کوئی ایسا امر
جو اون مین معروف اور مروج تھا اور کوئی اوسکا انکار نہین کرتا تھا۔ ابن عربی کے اس قول سے
ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہین کہ عجب نہین کہ جاہلیت کے زمانہ مین فصحاے عرب کا یہ قاعدہ ہو کہ جو خطبہ
یا کوئی تقریر اپنی فصاحت اور بلاغت ظاہر کرنے کے واسطے بیان کرتے ہون اوس کی ابتدا مین
حروف مقطعات ذکر کیا کرتے ہون اگر یہ مان لیا جاوے تو اس سے عمدہ اور کوئی توجیہ [illegible] مقطعات
کی نہین ہوسکتی مگر یہ امر بالتصریح نقل سے ثابت نہین ہوا واللہ اعلم۔ مفسرین نے جو ان کی
توجیہات نقل کین ہین سب کا ذکر باعث تطویل ہوگا جو اون مین اصح [illegible] ہو قطع پر نقل کیجاتی
ہین ایک قول یہ ہے کہ یہ حروف اسماے الہی ہین ابن منذر اور ابن ابی [illegible] ابن ابی حاتم اور
ابن مردویہ اور بیہقی نے ابن عباس سے اسی قول کی روایت کی ہے اور ابن ماجہ نے فضیلت مین
فاطمہ بنت علی سے روایت کی ہے کہ انہون نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یون دعا مانگتے ہوے
سنا یا کہیعص اغفرلی یعنے اے کہیعص میری مغفرت کر بعض علما نے اس مین تاویل کی
ہے کہ شاید اوسکی مراد یہ ہوگی کہ اے نازل کرنے والے کہیعص کے میری مغفرت کر دوسرا
قول یہ ہے کہ یہ حروف اسماے قرآن ہین ابن جریر نے مجاہد سے اور عبد بن حمید قتادہ سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم الم ترمذی نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص قرآن کا ایک حرف پڑھیگا اوسکو دس نیکیونکا ثواب ملیگا مین یہ نہین کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے میم ایک حرف ہے اسمات مین لکھا ہے کہ الف اور لام اور میم ان مین سے ہی ہر ایک تین حرفون سے مرکب ہے۔ پس سورہ بقر کی ابتدا مین جو الم ہے اوس کے پڑھنے سے تیس نیکیونکا ثواب ملیگا اور سورہ الم ترکیف کی ابتدا مین جو الم ہے اوس کے پڑھنے سے تیس نیکیونکا ثواب ملیگا۔ یہ جدا جدا حروف جو اکثر سورتون کی ابتدا مین واقع ہوتے ہین انکو اکثر مفسرین نے منجملہ متشابہات کے مانا ہے اور مذہب مختار یہی ہے کہ یہ ایسے اسرار ہین جن پر اللہ اور رسول کے سوا اور کوئی واقف نہین ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے داؤد سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ مین نے شعبی سے ان حروف کا مطلب پوچھا تو اوسنے کہا کہ اے شعبی ہر کتاب کا ایک بھید ہوتا ہے اور اس قرآن کا بھید حروف ہجا ہین تو اونکو چھوڑ اور انکے سوا اور جو چاہے وہ پوچھ اور ثعلبی وغیرہ نے حضرت ابوبکر اور علی وغیرہ سے اور ابواللیث سمرقندی نے حضرت عثمان اور ابن مسعود سے اور قرطبی نے ثوری اور ربیع بن خثیمہ اور ابن النباری اور ابوحاتم اور ایک جماعت محدثین سے اسی قول کی روایت کی ہے۔ سخاوی نے لکھا ہے کہ صدر اول سے یہی منقول ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ انجی کچھ اسرار ہین جو اللہ اور رسول کے درمیان مین واقع ہوے ہین اور دستور ہے کہ بھی خاص لوگون مین کچھ باتین بطور رمز کے ہوا کرتی ہین جنکو کوئی غیر شخص نہین سمجھتا اور اون سے ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ حاضرین کو اوسکے بعد کے سننے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور یہی مطلب ہے سلف کے اس قول کا کہ یہ حروف تہجی تصدیق مومنین اور تکذیب کافرین کے امتحان کو اسطے مذکور ہوے ہین۔ یہ قول درحقیقت نہایت اسلم ہے مگر اس مین یہ خدشہ باقی رہتا ہے کہ قرآن کی فصاحت کا معجزہ کفار عرب کے سامنے پیش کیا گیا تھا اور وہ چونکہ اسکے

کلام سے بالکل جدا ہوتے تھے تاکہ سامعین کو نئی بات کا شروع ہونا معلوم ہو جاوے۔
آٹھوان قول یہ ہے کہ اللہ نے ان حروف کی قسم کھائی ہے اور مراد یہ ہے کہ ہم الف اور لام
اور میم کی قسم کھاتے ہیں کہ یہ وہی کتاب ہے جو لوح محفوظ میں ثبت ہے۔ حروف تہجی کی قسم
اسوجہ سے کھائی کہ انکو یہ شرافت اور فضیلت حاصل ہے کہ کلام الٰہی اور اسماء حسنیٰ اور کلمات معرفت
اور توحید سب انہیں حروف سے مرکب ہیں اور آدمی جو بات چیت کرتے ہیں وہ کلمات بھی انہیں
حروف سے بنتے ہیں اور اگرچہ نام بعض حروف کا لیا مگر مراد اوس سے کل حروف ہیں۔
ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ یہ کتاب نہیں ہے شک اس میں مطلب
یہ ہے کہ اسکا حق ہونا ایسا ظاہر ہے کہ نفس الامر میں شک کرنے کی گنجایش نہیں۔ چونکہ یہ سورت
ہجرت کے بعد مدینہ میں نازل ہوئی ہے اسلئے اس سے پہلے تمام مکی سورتیں نازل ہو چکیں
تھیں اور اہل عرب کلام الٰہی کے معجزہ سے واقف ہو چکے تھے اور اگرچہ وہ عربی زبان کو بڑے
فصیح بلیغ تھے اون سے کہا گیا کہ اگر تمکو اس کے من اللہ ہونے میں شک ہو تو ایک سورت تو اسکی
مثل بنا لو اور باوجود صنادید اور مخالفت کے وہ اوس سے عاجز ہوئے اور ایسا لاجواب کلام ایسے
پیغمبر نے پیش کیا جنکو اہل عرب خوب جانتے تھے کہ رسمی طور پر اونکو لکھنے پڑھنے کا بھی اتفاق
نہیں ہوا پس قرآن کی حقیت کی محبت منکرو پر تمام ہو چکی تھی اسلئے اللہ [illegible] کتاب
کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں جمہور کے نزدیک وقف قبیہ پر ہے مگر عاصم اور نافع
نے لاریب پر وقف کیا ہے **هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ** رہنما ہے ڈرنے والوں کے
لئے۔ متقی وہ لوگ ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور اوس کے عذاب سے بچنا چاہتے ہیں علمائے
تقوے کی تعریف مختلف طور سے کی ہے بعض کا قول یہ ہے کہ تقوے یہ ہے کہ انسان کو
معصیت پر اصرار اور اطاعت پر گھمنڈ نہو۔ حسن بصری کا قول ہے کہ تقوے وہ ہے کہ اللہ کے

اسی قول کی روایت کی ہے اور کی دلیل یہ ہے کہ کئی جگہ اوسکی خبر ہین کتاب یا قرآن مذکور ہو مثلاً الم ذلک الکتاب - اور الم کتاب انزلناہ - اور آلر تلک ایات الکتاب و قران مبین اور جہان جہان یہ حروف مقطعات مذکور ہین اونکے بعد لفظ قرآن یا کتاب یا ذکر یا کوئی لفظ مضمن معنے ذکر ضرور مذکور ہے - تیسرا قول یہ ہے کہ یہ اسماء سورہین یہ قول اکثر متکلمین اور خلیل وغیرہ نے اختیار کیا ہے مگر اس قول پر یہ اعتراض ہے کہ اس کی اصل قول رسول یا اقوال صحابہ یا تابعین سے پائی نہین جاتی اور متاخرین کا اپنی راے سے یہ کہدینا کہ یہ سورتون کے نام ہین معتمد نہین ہو سکتا اسلیے کہ سورتون کے نام وہی ہونے چاہئین جو سلف سے منقول ہون - چوتھا قول یہ ہے کہ الم انا اللہ اعلم کا مخفف ہے یہ قول ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے - پانچوان جو شعبی کا قول ہے کہ حروف مقطعات بغرض تنبیہ مذکور ہوتے ہین اس لئے کہ قرآن بڑی عزت کا کلام ہے پس ضرور ہے کہ وہ ایسے شخص پر پیش کیا جاوے جو اول سے اوسکے سننے کیطرف متوجہ ہو اور چونکہ اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے احوال اور اشغال مین مصروف ہوتے تھے لہذا ممکن ہے کہ ایسے اوقات مین جبرئیل کو یہ حکم ہوتا ہو کہ قرآن سنانے سے پہلے ان حروف مقطعات کو پیش کرین تاکہ حضرت کو تنبیہ ہو جاوے اور اچھی طرح اوسکے سننے کیطرف متوجہ ہون اوسوقت جبرئیل کلام الہی پیش کرین - چھٹا قول یہ ہے کہ یہ اسواسطے ذکر کئے گئے کہ فصحاے عرب پر یہ امر ظاہر ہو جاوے کہ یہ کلام اسی قسم کے حروف تہجی سے مرکب ہے جنکی ترکیب پر وہ قادر ہین اور پھر بھی وہ اوسکی مثل کلام بنانے سے عاجز ہین - مبرد اور ایک جماعت محققین کا مختار یہی ہے -

ساتوان قول یہ ہے کہ یہ قول باہم سورتون کے درمیان مین فصل ظاہر کر دینے کے واسطے ہوتے ہین - احمد بن یحیی کا یہ قول ہے کہ اہل عرب کی یہ عادت تھی کہ جب ایک کلام تمام کر کے دوسرا کلام شروع کرنا چاہتے تھے تو اوسوقت کچھ ایسے الفاظ بولدیا کرتے تھے جو اگلے اور پچھلے

سب مین زیادہ بچانے والا ہون اپنی جان کو اوس کے غضب سے اور شیر بخاری نے ابوہریرہؓ سے
روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تم جانتے اون امور کو جن کو
مین جانتا ہون تو ہنستے کم اور روتے بہت اور یہی شدت خوف کی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم حالت نماز مین بہت رویا کرتے تھے چنانچہ نسائی اور ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑہا کرتے تھے تو رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ مین سے ایسی
آواز آیا کرتی تھی جیسے ہانڈی کے جوش کی آواز آتی ہے اللہ نے قرآن کو اونہین لوگون کے
لئے ہادی فرمایا ہے جو اللہ کے غضب سے بچنا چاہتے ہین - وجہ اوسکی یہ ہے کہ دوزخ کی سخت
عذاب کی تفصیل قرآن مین مذکور ہے بعضی جگہ اللہ تعالے نے دوزخ کے حالات ذکر کرنے کے
بعد خود ہی فرمایا ہے کہ یا عباد فاتقون یعنی اے میرے بندو مجھسے ڈرو پس جو عذاب سے ڈرجاتے
ہین وہ قرآن سے ہدایت پاتے ہین اور نافرمانیون مین مبتلا نہین ہوتے لہذا قرآن کی ہدایت
صرف متقیون سے مختص ہوئی اور جن لوگون کے دلون مین کجی ہوتی ہے اونکو واسطے قرآن اور
زیادہ خرابی کا باعث ہوتا ہے - چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے ولا یزید الظالمین الا خسارا یعنی
زیادہ کرتا ظالمونکو مگر خرابی - لیکن قرآن کی ایسی ہدایت کہ وہ نجات کا راستہ سب کو بتاتا ہے ہاں
نہ ماننے کا اونکو اختیار ہے سب آدمیون کے واسطے ہے کسی سے مختص نہین اس اعتبار سے دوسری جگہ
اللہ نے قرآن کو ہدی للناس بھی کہا ہے صاحب تفسیر کبیر نے ان دونون مین یہی وجہ تطبیق کی ہے کہ انسان
درحقیقت وہی ہین جو متقی ہین پس ہدی متقین اور ہدی للناس کا ایک ہی مطلب ہے -

الذین یؤمنون بالغیب جو ایمان لاتے ہین بے دیکھی چیز پر یعنی
رسول کے بیان کرنے سے ان چیزون پر ایمان لاتے ہین جو اونکی نگاہونکے سامنے نہین ہیں
جیسے ملائکہ اور جنت اور دوزخ اور قیامت وغیرہا ایمان انہون نے کہ جیز آنکھونکے دیکھی

قرآن صرف متقیون کے لئے ہادی ہے

حکم کے سامنے کسی اور کا حکم نہ مانے اور یقین رکھتا ہو کہ سارے کام اللہ کے ہاتھ مین ہین
ابراہیم اوسم کا قول یہ ہے کہ تقوے یہ ہے کہ نہ مخلوق تیری زبان مین کوئی عیب پاوے نہ ملائکہ
تیرے افعال مین اور نہ اللہ تیرے دل مین ۔ بعض کا قول یہ ہے کہ تو اپنے باطن کو اللہ کے
لئے اوسی طرح درست کرے جیسے ظاہر کو مخلوق کے لئے درست کرتا ہے ۔ بعض کا قول ہے کہ
تقوے یہ ہے کہ تیرا مالک تجھکو نافرمانی کیجا[ئ]ہ نہ دیکھے بعض نے کہا ہے کہ تقوے یہ ہے
کہ تابع سنت ہو اور دنیا کو پیٹھ کے پیچھے ڈالدے ۔ اسی قسم کے اور بہت سے اقوال تقوی کی
تعریف مین علمانے نقل کئے ہین اور حقیقت حال یہ ہے کہ جسکے دل مین اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے
اوس کے دل مین یہ سب صفتین پیدا ہوجاتی ہین ۔ اس موقع پر اللہ نے ہدایت پانے والون کی
کئی صفتین بیان کین سب سے پہلے اونکو متقی کہا اسکی وجہ یہ ہے کہ ایمان اور اوس کی تمام فروعات
کی اصل خوف الہی ہے ۔ اور جس کے دل مین خوف نہین اوسکو کچھ بھی نہین اور پہلا اثر جو خوف
الٰہی پر مرتب ہوتا ہے وہ تقوی ہے یعنی اپنی جان کو عذاب سے بچانا ۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ ان اکرمکم
عند اللہ اتقاکم یعنی تم سب مین بزرگ اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم سب مین زیادہ پرہیزگار ہو
انسان کو جس قدر اللہ کی معرفت جسقدر بڑہتی جاتی ہے اوسیقدر اللہ کا خوف بڑہتا جاتا ہے
جو باعث تقوے ہوتا ہے اسیوجہ سے محدثین کا یہ قول ہے کہ اللہ کا خوف سب سے زیادہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مین تھا ۔ صحیحین مین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انی لاعلمہم باللہ واشدہم لہ خشیۃ یعنی مین سب مین زیادہ
جاننے والا ہون اللہ کا اور اون سب مین زیادہ ڈرنے والا ہون اللہ سے اور بخاری نے حضرت
انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے واللہ انی لاخشاکم
للہ واتقاکم لہ یعنی [ئ]ہ کی مین تم سب مین زیادہ خوف کرنے والا ہون اللہ کا اور تم

اقرار کرتا ہو مگر ان دونو جزون مین سے جز نہ پایا جائیگا تو وہ شخص اہل قبلہ مین سے نہ سمجھا جائیگا
اور مخلد فی النار ہوگا البتہ جو شخص بات کرنیکی قدرت نہین رکھتا اوسکے لئے صرف تصدیق قلبی
کافی ہے خوارج اور معتزلہ کے نزدیک اعمالی ایمان مین شامل ہین اور اونکو اور سلف کو مذہب مین
فرق یہ ہو کہ سلف اعمال کو تکمیل ایمان کی کہتے ہے اور خوارج اور معتزلہ جزو ایمان سمجھتے ہین
جس شخص کے دل مین یقین نہین اور نہ زبان سے اقرار ہو وہ بالاتفاق منافق ہے اور جسکو اعتقاد
ہے مگر اقرار نہین وہ بالاتفاق کافر ہے اور تصدیق اور اقرار ہے مگر عمل نہین وہ اہل سنت کے
نزدیک مومن فاسق ہے اور خوارج کے نزدیک کافر اور معتزلہ کے نزدیک نہ مومن نہ کافر۔
غیب مصدر ہے بمعنی غائب جیسے صوم بمعنی صائم اور غیب سے مراد ہے ایسی چیز ہوئی
چیز جو نہ کسی طرح محسوس ہو اور نہ ایسی کھلی ہوئی ہو بلا تامل سمجھ مین آجاتی ہو۔ اوسکی دو قسمین
ہین ایک قسم وہ کہ جسپر کوئی دلیل بھی نہین اور نہ کسے غیب کا علم اللہ سوا مختص ہے اوس کے
سوا کوئی نہین جانتا اور دوسری قسم وہ چیزین ہین جنکے جاننے کے لئے کوئی نقلی یا عقلی دلیل بھی قایم ہے
جیسے اللہ کی ذات اور اوسکی صفات اور قیامت اور بہشت اور دوزخ اور ملائکہ اس آیت مین بھی
قسم مراد ہے۔ بعض مفسرین نے یومنون بالغیب کی تفسیرون کی ہے کہ تصدیق کرتے ہین
پیٹھ پیچھے۔ یعنی اونکا حال سامنے نہین مسلمانون کے سامنے ایمان ظاہر کرین اور پیچھے انکار
کرین بلکہ وہ جسطرح سامنے تصدیق کرتے ہین اسیطرح پیچھے بھی تصدیق کرتے ہین بلکہ یومنون
بالغیب متقین کی صفت مانی جاوے تو متقین پر وقف تام ہوگا اور اگر اوس سے جدا مان کر مبتدا
مانا جاوے اور اولئک علی ہدی الخ کی خبر ہو تو متقین پر وقف تام ہوگا۔

وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ اور قایم کرتے ہین نماز کو اقامت صلوٰۃ سے یہ مراد ہے
کہ اوس کے ارکان کو اچھی طرح اطمینان کے ساتھ ادا کرتے ہین یہی تفسیر ابن حاتم

اون سب چیزو پر ایمان لاوے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی ہین اور جب اللہ
کا عذاب آنکھون سے دیکھہ لیا پھر ایمان قبول نہین ہوتا مرنے کے بعد کافرون کی بھی آنکھین
کھلجاتی ہین اور حق ظاہر ہوجاتا ہے لیکن پھر اون کے ایمان کا کوئی نتیجہ نہین قیامت کے روز تو ایسے
کافر سخت نادم اور پشیمان ہونگے اور دوزخی جب عذاب مین مبتلا ہونگے تو آرزو کرین گے کہ پھر
اونکو ایکبار دنیا مین آنے کا موقع ملے مگر اس ندامت سے بجز حسرت کے اور کچھہ حاصل نہوگا اور
اوسوقت اونکا ایمان لانا کچھہ کام نہ دے گا اسلئے کہ وہ عذاب دیکھہ کر ایمان لاے اور ایمان بالغیب
کی دولت سے محروم رہے ایمان لغت مین تصدیق کو کہتے ہین اور اصطلاح شریعت مین علمانے اوسکی
مختلف تعریفین لکھی ہین - ایمان کی تعریف جو سلف سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ دل سے یقین کرے
اور زبان سے اقرار کرے اور ہاتھہ پاؤن سے عمل کرے محققین نے اس قول کی شرح مین کہا ہے
کہ اونہون نے عمل کو جزو ایمان نہین مانا بلکہ کمال ایمان کی شرط مانا ہے متاخرین اور اشاعرہ کا مذہب
یہ ہے کہ جو چیزین یقینی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئی ہین اونکی تصدیق کرنا اگر
اونکی تفصیل ثابت ہوئی ہے تو تفصیل کو ماننا ورنہ بالاجمال اونکو سچ جاننا جو یقین کے مرتبہ کو پہونچے
خواہ یہ یقین کسی دلیل سے ہو یا بغیر دلیل اور اگر یقین کا مرتبہ حاصل نہین ہوا صرف ظن غالب ہے تو
ایمان [illegible] کافی نہین اس قول کی بموجب ایمان صرف قلب کا فعل ہے اور ایک قول یہ ہے
کہ ایمان تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان کا نام ہے - جمہور محققین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان صرف
تصدیق قلبی کا نام ہے اور اقرار لسانی اجراء احکام دنیاوی کے واسطے شرط کیا گیا ہے امام نووی
نے یہ تصریح کی ہے کہ اہل سنت کے محدثین اور فقہا اور متکلمین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مومن جسکو
اہل قبلہ کہا جاتا ہے اور یہ حکم کیا جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ دوزخ مین نرہیگا وہ شخص ہے جسکو دین اسلام پر
ایسا یقین حاصل ہو جسمین شک کی گنجایش نہو اور اوس کے ساتھہ وہ زبان سے بھی توحید و بیان کلمہ

کرنے والونکے حق مین بطور تہدید کے اللہ نے فرمایا ہے فویل للمصلین الذین ہم عن صلوتہم ساہون
پہر خرابی ہے اون نمازیونکے لئے جو اپنی نماز سے غفلت کرنے والے ہین۔ اور ایک اور مقام پر
کہ اہل جنت دوزخیون سے پوچھین گے کہ تمکو کس چیز نے دوزخ مین پہونچایا وہ کہین گے لم نک
من المصلین ہم نماز پڑہنے والون سے نہ تھے اور ایک اور مقام پر ہے واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونو
من المشرکین اور دُور واللہ سے اور قایم کرو نماز اور نہ بن جاؤ مشرک۔ مسلم نے جابر سے روایت
کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ مین اور کفر مین حد ترک صلوٰۃ ہے
امام احمد اور دارمی اور بیہقی نے عمرو بن العاص سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک روز نماز کا ذکر اسطرح فرمایا کہ جسنے نماز پر محافظت کی اوس کے لئے قیامت کے دن
وہ نماز نور اور دلیل اور نجات دلانے والی ہوگی اور جسنے نماز پر محافظت نہ کی اوسکے لئے نہ نور
ہوگا نہ دلیل ہوگی نہ نجات ہوگی اور ہوگا وہ قیامت کے دن قارون اور ہامان اور ابی بن خلف کے
ساتھ۔ ترمذی نے عبداللہ بن شقیق سے روایت کی ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی نماز کے سوا کسی چیز کے چہوڑنے کو کفر نہین سمجہتے تہے ابن ماجہ نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے
روایت کی ہے کہ میرے خلیل (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجہسے یہ [illegible]
کہ تو اللہ کے ساتہہ کسی کو شریک نہ کہیو اگرچہ ٹکڑے ٹکڑے کیا جاوے اور جلایا جا[illegible]
فرض نماز عمداً نہ چہوڑیو جس نے عمداً نماز چہوڑی وہ اللہ کے ذمہ سے نکل گیا۔ اور تو کبہی شراب
نہ پیجیو اسلئے کہ شراب ہر برائی کی کنجی ہے۔ مالک اور ابو داؤد [illegible] اور ابن ماجہ
اور طبرانی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے [illegible] مین
سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ نماز [illegible] سب اعمال بن جائین گے اور نماز بگڑی تو سب
بگڑ جائین گے [illegible] کا فر ہوتا ہے۔ اور صحابہ کے اقوال سے

بعض محدثین کا قول ہو کہ اوسوقت صرف صبح اور مغرب کی نماز فرض ہوئی تھی - اور بعض یہ کہتے ہین
کہ صرف تہجد کی نماز فرض ہوئی تھی اوس کے بعد معراج کی رات مین پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی
چنانچہ بخاری مین ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معراج کی رات مین جب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم آسمان کے اوپر تمام انبیا سے ملاقات کرنے کے بعد ایک ایسے اعلے مقام مین پہونچے
جہان قلمون سے لکھنے کی آواز آتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اوسوقت
اللہ نے میری امت پر پچاس نمازین فرض کین جب مین وہان سے واپس ہوا تو حضرت موسے
نے پوچھا کہ تمہاری امت پر اللہ نے کیا فرض کیا مین نے کہا پچاس نمازین موسے نے کہا
پھر جاؤ تمہاری امت اس کی طاقت نہین رکھتی - غرض پھر موسے نے مجھکو وہین بھیجا تو کچھہ
حصہ معاف ہوا پھر مین موسے کے پاس آیا پھر اونہون نے بھی کہا کہ تمہاری امت اس کی بھی
طاقت نہین رکھتی - پھر مین وہین گیا اور کچھہ حصہ اور معاف ہوا پھر مین موسے کے پاس واپس آیا
اونہون نے پھر بھی کہا کہ تمہاری امت اسکی بھی طاقت نہین رکھتی - پھر مین وہین گیا تو اللہ
تعالی نے فرمایا کہ اب پانچ نمازین ہین جو پچاس کی برابر ہین اب ہمارا حکم نہ بدلے
اس کے بعد بھی کہتے تھے کہ واپس جاؤ مگر مین نے کہا کہ اب مجھکو اپنے رب سے حیا آتی ہے
پھر معراج کے صبح کو جبریل نے نازل ہوکر خانہ کعبہ کے نزدیک پانچون وقت کی نماز رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑہائی اور ہر نماز اول وقت مین پڑہی اور اوسی طرح دوسرے روز بھی اوسیطرح
پانچون وقت کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑہائی اور ہر نماز آخر وقت مین پڑہی امامت
جبریل کی حدیث صحاح کی سب کتابون مین موجود ہے وہ امامت معراج کے صبح کو تھی
روایت دار قطنی اور ابن حبان

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ

ثابت ہوتا ہے کہ ترک صلوٰۃ فریب کفر ہے ۔ شافعی اور مالک کے نزدیک تارک صلوٰۃ کافر نہیں ہے ۔ حنفیون کے نزدیک تارک صلوٰۃ کو مارنا اور اوسوقت تک قید کرنا واجب ہے جب تک وہ تائب ہوکر نماز پڑہنا شروع کرے ف نماز بندے کو اللہ سے ملانیوالی ہے اور وہ قالی اور بدنی ہر قسم کی عبادتوں کو شامل ہے جیسے طہارت اور ستر عورت اور اذان دونون کے اہتمام کے لئے مال صرف کرنا اور کعبہ کیطرف متوجہ ہونا اور عبادت کے انتظار مین سارے کام چھوڑکر ٹہیرنا ۔ اور اپنے اعضا کی حرکتون سے اللہ کے سامنے اپنی عاجزی ظاہر کرنا ۔ اور شیطان کی مخالفت کرنا اور قرآن پڑہنا ۔ اور توحید اور رسالت دونو شہادتون کا اقرار کرنا اور کھانے پینے سے اپنے نفس کو روکنا اور سری اور جہری دونو قسم کی مناجات اللہ سے کرنا تاکہ بندے کو وہ دونو فضیلتین حاصل ہوجاوین جو حدیث مین وارد ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ جب بندہ مجھکو پوشیدہ یاد کرتا ہے تو ہم بھی پوشیدہ یاد کرتے ہین ۔ اور جب وہ اوردن کے مجمع مین ہمکو یاد کرتا ہے تو ہم بھی اونکو اونسے بہتر مجمع مین یاد کرتے ہین اور اسی فضیلت کے حاصل ہونے کے لئے نماز مین سری اور جہری دونو قسم کی قراءتین شامل کی گئین ف نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اونکی امت پر اوس رات سے فرض ہوئی تھی جب کہ وحی اوترنا شروع ہوئی ۔ چنانچہ امام احمد اور ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ ابتدا زمانہ وحی مین جبرائیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو سکھایا اور نماز سکھائی ابو نعیم کی روایت مین یہ بھی ہے کہ جبریل نے کہڑے ہوکر کعبہ کیطرف متوجہ ہوکر دو رکعت نماز پڑہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اونکے ساتھ نماز مین شریک ہوئے پھر جبریل آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان کو تشریف لائے تو راستے مین ہر پتہر اور مٹی اور درخت سے السلام علیک یا رسول اللہ کی آواز آتی تھی پھر آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے

ف نماز بہت سی عبادتون کو شامل ہے

ف نماز کب فرض ہوئی ۔

ی ہے کہ ایک سائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپنے فرمایا کہ اسوقت ہمارے پاس
کچھ موجود نہین تو ہمارے نام پر بازار سے قرض لے لے جب ہمارے پاس کچھ آویگا تو ہم ادا
کرونگے اوسوقت حضرت عمرؓ نے کہا کہ اللہ نے آپ کو اون چیزونکی تکلیف نہین دی جو آپ کی
قدرت مین نہین۔ یہ کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناگوار ہوا تب انصار مین سے
ایک شخص نے کہا کہ یا حضرت خرچ کیجئے اور ہرگز یہ خوف نکیجئے کہ اللہ آپ کو فقیر بنا دے گا یہ سنکر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور آپ کے چہرہ پر آثار خوشی کے ظاہر ہوئے اور
فرمایا کہ مجھکو یہی حکم کیا گیا ہے ابن فارس نے کتاب اسماء البنی مین لکھا ہے کہ غزوہ حنین کے
روز ایک حورت قبیلہ ہوازن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئی اوس نے ایک
شعر پڑہا جسمین وہ حضرت کو اونکی شیر خوارگی کا زمانہ یاد دلاتی تھی حضرتؐ نے اوس قوم کا کل مال
واسباب ولاد یا جو غنیمت مین آیا تھا اور اوس کے علاوہ اور اتنا مال دیا جسکی قیمت پانچ کرور درم
ہوتے تھے۔ ابن اسحق نے ایک اعرابی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ غزوہ حنین کے روز مین
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے تھا اور میرے پاؤن مین جوتیان بہت موٹی تھیں
سب اتفاق میرا پاؤن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاے مبارک پر پڑگیا آپنے کوڑے کے
کنارے سے مجھکو ہٹا دیا اور بسم اللہ کہکر فرمایا کہ تو نے مجھکو ایذا دی وہ شخص کہتا ہے کہ رات بھر
مجھکو اسکی ندامت رہی صبح کو ایک شخص مجھکو پکار کر رسول اللہ صلی اللہ
ے گیا مگر مین دل مین بہت خائف تھا آپنے فرمایا کہ کل تو نے ہی ہمارا پاؤن زخمی کیا تھا
ہمنے تجھی کو کوڑے سے ہٹایا تھا اسکے بعد محمد نے اونٹ عنایت فرمائے۔ بخاری نے انس
سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ہجر
یا کہ اوس سے زیادہ مال حضرت

شامل ہے جو اللہ کے واسطے کیا جاے خواہ زکوۃ ہو یا صدقہ فطر یا اون لوگون پر خرچ کرنا جنکا
نفقہ اوسپر واجب ہے یا صدقہ نفل یا اور مصارف خیر۔ ایمان بالغیب اور اقامت صلوۃ کے
بعد اللہ تعالے نے متقیون کی یہ وصیت بھی بیان کی کہ وہ اپنے مال مین سے اللہ کی راہ مین بھی
خرچ کرتے ہین۔ اوس زمانہ کے جو کافر تھے اونھین محتاجونکو صدقہ دینا سخت ناگوار ہوتا تھا
اور جب اونکو یہ نصیحت کیجاتی کہ اللہ نے جو تمکو رزق دیا ہے اوس مین سے محتاجونکو بھی کھانا
دو تو وہ جواب دیتے تھے کہ اگر خدا چاہتا تو اونکو بھی رزق دیتا جب خدا نے ہی اونکو رزق نہین دیا
تو ہم کیون دین خداوند کریم نے مذمت کے طور پر اون کے اس جواب کو سورہ یٰسین مین ذکر فرمایا
ہے اور اوس کے مقابلہ مین یہان متقیون کی یہ تعریف کی کہ وہ اللہ کی راہ مین خرچ کرتے
ہین درحقیقت یہ صفت محمود سب سے بڑھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اون کے صحابہ
کرام مین پائی جاتی تھی کہ اللہ کی راہ مین اپنے مال کو خرچ کرنے مین مطلق دریغ نہین کرتے تھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے انتہا جود و کرم کی روایتین حدیث کی کتابون مین بہت
منقول ہین۔ مسلم نے انس رض سے روایت کی ہے کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے مانگا جاتا تھا ضرور آپ عنایت فرماتے تھے۔ ایک شخص آیا اور اوس نے اتنی بکریان مانگین
کہ ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ تک جتنی جگہ ہو سب کو گھیر لین آپ نے اسقدر بکریان اوس کو
عنایت فرمائین۔ نے اپنی قوم مین آکر سب سے کہا کہ مسلمان ہوجاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
اتنہ سخاوت کرتے ہین کہ اپنے فقیر ہوجانے کا خوف نہین کرتے۔ درحقیقت اوس شخص نے
اون بے انتہا سخاوت کو دلیل نبوت سمجھا۔ ترمذی نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تہ
آپنے ایک بورے پر رکھکر بانٹنا شروع کیا
کسی سائل کو انکار نہین کیا یہ
ترمذی نے عمر بن خطاب سے روایت

روزہ دار تہین مین نے اون سے کہا کہ تمنے اتنا خرچ کیا اور اپنے افطار صوم کے واسطے ایک
درم کا گوشت بھی نہ منگا لیا - طبرانی نے زہری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی بی بی زینب بنت خزیمہ مسکینونکو اسقدر کھانا کہلایا کرتی تھین کہ اونکا نام ام المساکین مشہور
ہوگیا تہا اور زینب بنت جحش جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی تہین اونکی سخاوت کا بہی
یہی حال تہا ابن سعد نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے اونکی پاس دس ہزار درم
بہیجے اونہون نے وہ سب اپنی قرابت کے محتاجون مین تقسیم کردئے جب حضرت عمر کو یہ معلوم
ہوا تو اونہون نے ایک ہزار درم اور بہیجدئے اور یہ کہلا بہیجا کہ انکو اپنے خرچ کے واسطے رکہو
مگر اونہون نے وہ بہی اوسیطرح خرچ کردئے اسی طرح اور بہی صحابہ اور اہل بیت کی سخاوت کی
حکایتین منقول ہین ف مفسرین نے لکہا ہے کہ مما مین جو من ہے وہ تبعیض کے واسطے ہے
یعنی اوس کے معنے بعض کے ہین اور مما رزقناہم منفقون کے معنی یہ ہین کہ بعض یعنی کچہہ حصہ
اوس رزق مین سے جو ہمنے اونکو دیا ہے دیتے ہین اور اس سے یہ اشارہ پایا گیا کہ کل مال نہین
لٹا دیتے یعنی اسراف نہین کرتے جو شریعت مین منع ہے یہ مضمون قرآن مین سورہ بنی اسرائیل مین بالتصریح
بہی موجود ہے جہان اللہ نے فرمایا ہے وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ
فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا نہ بنالے تو ہاتہہ اپنا بندہا ہوا گردن کیطرف اور نہ کہلا دے تو پورا کہولنا
تو بیٹہے تو ملامت زدہ حسرت آگین - اس آیت مین ہاتہہ باندہنے سے مراد بخل اور ہاتہہ
کہولنے سے مراد بخشش ہے - یعنی نہ بالکل ہاتہہ روک لے اور نہ سارا مال لٹا دے بلکہ درمیانہ
اوسط اختیار کر ف مارزقنا
مال اللہ کے واسطے خرچ کر
اون لوگون کے واسطے بہی

۴۷

اور جب نماز کے واسطے مسجد مین تشریف لائے تو اوسطرفکو نظر اوٹھاکر دیکھا بھی نہین جب نماز سے
فارغ ہوئے تو آپ وہانسے تشریف لائے اور جو سامنے آگیا اوسکو دینا شروع کیا اتفاقاً حضرت
عباسؓ بھی آگئے اونہون نے کہا کہ مجھکو بھی دو مین نے بہت زیر باری اوٹھائی سے
اپنا فدیہ دیا ہے اور عقیلؓ کا بھی فدیہ دیا ہے آپنے فرمایا کہ تم لے لو عباس نے بہت سا مال
دونون ہاتھون سے اوٹھاکر اپنے کپڑے مین ڈال لیا جب اوس کو اوٹھایا تو اوٹھا نہ سکے تب
عباسؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کو حکم کیجیے کہ یہ مال اوٹھوا دے حضرت
نے فرمایا یہ نہین ہونے کا تب عباسؓ نے کہا کہ آپ خود اوٹھوا دین حضرت نے اس سے بھی
انکار کر دیا تب مجبور ہوکر عباسؓ نے اوس مین سے کچھ مال گرا دیا پھر اوٹھانا چاہا پھر بھی اوٹھا نہ سکے
پھر عباسؓ نے اوسی طرح اوسکے اوٹھوانے مین مدد چاہی آپنے منظور نفرمایا تب عباسؓ نے
کچھ اور مال گرا دیا اور باقی مال اپنی پشت پر اوٹھا کر لے گئے غرض جب تک وہ مال باقی رہا حضرت
اسی طرح بانٹتے رہے اور اوس مال کو بالکل تمام کرکے وہان سے اوٹھے ابن ابی شیبہ کی
روایت مین ہے کہ وہ کل مال ایک لاکھ درم تھے اور صحابہ رسولؐ کی سخاوت کا بھی یہی حال
تھا ابن حبان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ [illegible] چالیس ہزار درم تھے سب اونہون نے اللہ کی راہ مین خرچ کر دئے
اور زبیرؓ بن بکار نے عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ جب ابوبکرؓ مرے تو ایک درم یا دینار بھی
ترکہ نچھوڑا۔ اور حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک کے سامان کے وقت دو سو
اونٹ معہ سامان کے [illegible]
[illegible] مین کے خرچ کے واسطے دیدئے
[illegible] ایک لاکھ درم حضرت عائشہؓ
[illegible] ت کر دئے اور خود اوس روز

اس لئے اللہ نے عموماً خالص مسلمانونکے ذکر کے بعد بالتخصیص اونکا ذکر فرمایا۔
وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اور آخرت پر وہی یقین کرتے ہین۔ آخرت سے
مراد عالم آخرت ہے یعنی قیامت اور اوسکے بعد جنت یا نار۔ عرب مین دو قسم کے لوگ تھے ایک
تو مشرک بت پرست دوسرے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ۔ مشرکین قیامت کے بالکل
منکر تھے وہ کہتے تھے کہ جب جسم گل کر خاک ہوگیا اور ہڈیان بھی گل چکین تو وہ دوبارہ کیونکر
زندہ ہونگے اور جب وہ قرآن کو سنتے تھے تو بہت بڑی دقت اونکو قیامت کی ذکر سے
ہوتی تھی۔ حافظ ابن حجر نے کتاب اصابہ مین یونس بن بکیر سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حارث
جو حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے اور رضاعت کے رشتے سے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے باپ تھے وہ ایک مرتبہ مکہ مین آئے۔ وہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
وحی اور قرآن شروع ہوگئی تھی اوسنے کفار مکہ سے کہا کہ اے حارث تمنے اپنے بیٹے کا حال نہین
سنا کہ وہ کیا کیا باتین کرتے ہین۔ حارث نے کہا کیا کہتے ہین۔ کفار نے کہا کہ اونکا یہ خیال ہے
کہ خدا قبر دن سے مردونکو اوٹھاویگا اور خدا نے دو عالم پیدا کئے ہین۔ ایسی باتون سے اونہون نے
ہمارا حال پریشان کردیا اور ہماری جماعت مین پھوٹ ڈالدی یہ سنکر حارث رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس آئے اور اوسنے کہا کہ اے بیٹے تم مین اور تمہاری قوم مین کیا جھگڑا ہے وہ
تمہاری شکایت کرتے ہین اور یہ خیال کرتے ہین کہ تمہارا یہ قول ہے کہ آدمی مرنے کے بعد
پھر اوٹھینگے اور جنت یا دوزخ مین داخل ہونگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ ہان میرا یہی قول ہے اور اے باپ
دلاونگا۔ حارث رسول اللہ صلی
وہ یہ کہتے تھے کہ میرا بیٹا قیامت

فائدہ یہ ہوسکتا ہے وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ
اور جو ایمان لاتی ہیں اوسپر جو تیری طرف نازل ہوا ہے اور اوسپر جو تجھسے پہلے نازل ہوا ہے ہمارے پیغمبر پر
جو کتاب نازل ہوئی وہ قرآن ہے اور انبیاء سابقین پر جو کتابیں نازل ہوئیں وہ توریت اور
انجیل اور زبور وغیرہ ہیں۔ پہلی آیت میں مجملاً ایمان بالغیب کا ذکر ہوا تھا تفصیل ایمانیات
کے بیان نہیں ہوئی تھی لہذا اس آیت میں اللہ تعالے اوسکی تفصیل بھی بیان کردی کہ وہ قرآن پر
اور نیز انبیاء سابقین کی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔ قرآن پر ایمان لانا تمام ضروریات دین پر
ایمان لانے کو شامل ہے جیسے ملائکہ اور جنت اور نار اور میزان اور حساب کیونکہ قرآن میں ان سب
چیزوں کی تفصیل موجود ہے۔ انبیاء سابقین کی کتابوں پر۔ صرف اسقدر ایمان لانا کافی ہے کہ
جو کتابیں اللہ کیطرف سے اوتری ہیں وہ سچی ہیں۔ اونکی تفصیل معلوم کرنے کی کوئی ضرورت
نہیں نہ اونپر عمل واجب ہے اور قرآن کے مضامین پر تفصیلی اطلاع اور عمل دونو واجب ہیں
لیکن اگر ہر ہر شخص کو اوسکی تفصیلی علم کی تکلیف دیجائے تو بہت بڑا حرج ہو لہذا فقہاء نے کہا ہے
کہ اتنا علم واجب بالکفایہ ہے یعنی اتنی مسافت کے درمیان میں جو قصر نماز کے واسطے شرط
ہے ایک شخص ایسا عالم ہونا ضرور ہے جو قرآن کے مضامین پر بالتفصیل اطلاع رکھتا ہو اسصورت میں
یہ فرض سب سے ادا ہوجائیگا اور اگر اتنی مسافت میں کوئی ایسا عالم نہیں تو سب گنہگار ترک
واجب کے۔ اکثر مفسرین کی یہ رائے ہے کہ پہلی آیت میں عموماً ہر ایک قسم کے مسلمان
داخل تھے۔ خواہ وہ مسلمان ہونے سے پہلے کسی اور نبی پر ایمان رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں
اور اس دوسری آیت میں خاص [illegible] مسلمان ہے جو پہلے یہود یا نصاریٰ تھے اور اپنے
دین کو چھوڑکر رسول اللہ [illegible] ئے اور چونکہ سورت مدنی ہے اور مدینہ
[illegible] ن بھی ہوئے جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ

[illegible] عبداللہ بن سلام بن حارث اسرائیلی
[illegible] بن سے تھے
[illegible] علیہ السلام
[illegible] صحابی ہیں پہلے
[illegible] انکا نام حصین تھا
[illegible] رسول اللہ صلی اللہ
[illegible] علیہ وسلم
[illegible] نے انکا نام
[illegible] عبداللہ رکھا
[illegible] ۴۳ میں انکا
[illegible] انتقال ہوا۔ ۱۲

۴۰

کتاب پر ایمان لانا آخرت پر ایمان لانے کو شامل تہا لیکن چونکہ یہ ایک امر اہم تھا اور کفار اسپر
بہت جھگڑا کرتے تھے اسلیئے اسکو جدا کرکے بالتخصیص ذکر کیا۔ **اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى**
مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وہی ہین ہدایت پر اپنے رب کی
طرف سے اور وہی ہین مراد پانے والے جنکو اللہ نے متقی کہا اور پھر اون کی یہ صفت بیان کی
کہ وہ غیب کی باتونپر اور قرآن اور کتب سابقہ پر ایمان رکہتے ہین اور نماز قایم کرتے ہین اور صدقہ
دیتے ہین اب اونکو واسطے اللہ نے یہ بشارت بیان کی کہ وہی ہدایت پر ہین اور وہی مراد
پانے والے ہین۔ اور جب مراد پانا اونہین لوگون سے مختص ہوا جو ان صفات سے موصوف ہون
پس جو لوگ ان صفات مین سے کسی صفت مین ناقص ہون۔ مثلاً اونکے ایمان مین خلل ہو یا نماز
مین سستی کرتے ہون یا زکوۃ نہ دیتے ہون اونکے واسطے محل خوف ہے۔ اہل سنت کے
نزدیک مراد سے یہان کامل مراد مقصود ہے پس مطلب یہ ہوگا کہ جو ان صفات سے موصوف
ہین کامل مراد وہی پاتے ہین اور بہانسے یہ لازم آیا کہ بعضے گنہگار مومنین کو بھی گناہ اللہ اپنی
رحمت سے معاف کردے گا اور اونکو نبخشدے گا مگر درحقیقت یہ پوری مراد ملنا نہین اسلیئے
کہ اونسے خواہ مخواہ معاف کردینے کا وعدہ اللہ نے نہین کیا بلکہ یہ امر اللہ کی مرضی پر موقوف ہے
فرقہ وعیدیہ جسکا یہ عقیدہ ہے کہ فساق مومنین کے گناہ ہرگز معاف نہون گے اور وہ ضرور
عذاب مین مبتلا کئے جائینگے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ اللہ بصیغہ حصر فلاح پانے والا صرف
اونہین مومنین کو بتایا جو نماز قایم کرتے ہین اور زکوۃ دیتے ہین اور جو نماز اور زکوۃ ادا نہین کرتے
وہ فاسق ہوتے ہین تو معلوم ہوا کہ [illegible] یعنی اونکو عذاب سے نجات نہ ملیگی

اہل سنت کا جواب یہ ہے کہ

گناہ بھی معاف کردیگا

کہ اللہ بعضے گنہگار مومنین کے

اہل مراد نہ ملیگی اسلیئے

مجھکو بغیر جنت مین داخل کئے بخشدے گا۔ اسی قسم کا قصہ عبداللہ بن حارث سے بھی واقع
ہوا تھا جو حلیمہ سعدیہ کے بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے ابن سعد
نے روایت کی ہے کہ وہ نبوت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے تھے
اونہون نے حضرت سے پوچھا کہ تمھارا یہ گمان ہے کہ قیامت ہوگی آپنے فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات
کی جسکے اختیار مین میری جان ہے اوس روز مین تمھارا ہاتھہ پکڑ کر جنا دونگا جب عبداللہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایمان لائے تو رویا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ مجھے امید ہے
کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھہ پکڑین گے تو مجھکو نجات بھی مل جاے گی ابن جریر نے
قتادہ سے روایت کی ہے کہ حارث بن قیس کہا کرتا تھا کہ محمد نے اپنے نفس و رائے اصحاب کو یہ دھوکا
دیا ہے کہ وہ موت کے بعد پھر زندہ ہونگے غرض مشرکین عرب آخرت کا بالکل انکار کرتے تھے
اور اوسکو نہایت عجیب اور غیر ممکن امر سمجھتے تھے چنانچہ یہ اونکا قول اللہ نے قرآن مین جابجا
نقل کیا ہے اور اوس زمانہ مین جو اہل کتاب تھے وہ اگرچہ آخرت کا انکار نہین کرتے تھے
مگر جو کیفیتین آخرت کی اونہون نے سمجھہ رکھی تھین وہ نفس الامر کے خلاف تھین مثلاً وہ
کہتے تھے کہ جنت مین یہود و نصاریٰ کے سوا اور کوئی داخل نہین ہوسکتا اور کہتے تھے کہ ہمپر آگ
کا عذاب صرف چند روز کے لئے ہوگا اوس سے زیادہ نہوگا اون مین یہ بھی اختلاف تھا کہ جنت
کی نعمتین اس قسم کی ہونگی جیسی دنیا کی نعمتین ہوتی ہین یا کسی اور قسم کی ہونگی اور اس مین بھی
جھگڑا تھا کہ دنیا کی نعمتین آخر کو ختم ہوجاتین گی یا ہمیشہ رہین گی۔ پس ان خلاف واقع اعتقادات
کی وجہ سے اونکا جو اقرار آخ[illegible] وہ بھی مثل انکار کے سمجھا گیا اور وہ بھی مثل مشرکین
کے منکر آخرت ٹھہرائے گئے۔ [illegible] نے فرمایا کہ جو منقی ایمان والے ہین
[illegible] بروی یقین [illegible] مومن ہین وہ آخرت کی منکر ہین

اسی پیغمبر ہین جو دودھ پیتے ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ شریک تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائی حلیمہ کا بیٹا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہن شیما کی گود مین کھیلا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھائی تھا اور اسی رشتہ سے آپکو بھائی کہتا تھا۔ یہ حارث بن قیس بن عدی قریش کے سرداروں مین سے تھا اسنے زمانہ اسلام مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ تمسخر اڑایا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر میں مسلمان ہوکر

۵۰

مین موجودہ کے اختلاف سے

جنپر اعتقاد بحکم شریعت ضروری ہے جو شخص کل ضروریات دین کا انکار کرے وہ بھی کافر ہے
اور بعض مانے اور بعض کو نہ مانے وہ بھی کافر ہے مثلاً جو شخص خدا کے وجود کا یا اوس کی
توحید کا یا اوس کی صفات علم وقدرت وغیرہ کا یا جمیع عیبون اور نقصانون سے اوس کے پاک
ہونے کا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا یا قرآن کے کلام اللہ ہونے کا یا قیامت کے
روز پھر زندہ ہوتے اور حساب وکتاب اور عذاب وثواب کا یا نماز اور زکاۃ اور روزہ اور حج کی
فرضیت کا یا سود اور شراب اور خنزیر کی حرمت کا منکر ہو وہ کافر ہے خواہ ان مین سے کسی
ایک کو بھی نہ مانتا ہو سب کا منکر ہو خواہ ان مین سے صرف کسی ایک کا منکر ہو باقی کو مانتا ہو دونو
صورتین کفر کی ہین اور جو چیزین ایسی ہین کہ جنکا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی
یقینی طور پر نہین ہوا جسمین کچھ شک اور عذر کی گنجایش نہ ہے اونکو اگر کوئی شخص بوجہ شبہہ کے
نہ مانتا ہو اوس کو کافر نہین کہتے اسی اصل کی بموجب علماء اہل سنت نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ
اہل قبلہ کو کافر نہین کہتے اعتقادات کے سوا بعض افعال بھی علمانے کفر کہا ہے جیسے زنار باندھنا
یا خدا کے سوا کسی اور کی پوجا کرنا اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ افعال دلیل اسبات کی ہین کہ جو انکا مرتکب ہے
وہ مذہب اسلام کا معتقد نہین ف گناہ کو خواہ صغیرہ ہو کبیرہ حلال یا خفیف جاننا کفر ہے
شریعت کی ہنسی کرنا یا توہین کرنا کفر ہے۔ کفر کا کلمہ بطور خوش طبعی اور مذاق یا دل سے کہنا کفر ہے
اگرچہ اوسپر اعتقاد نہ کہتا ہو۔ کاہن جو غیب کی خبرین دیتا ہو اوسکی تصدیق کرنا کفر ہے
اللہ کی رحمت سے بالکل مایوس ہو۔ کل جہنم ہو جانا کفر ہے
اگر کوئی شخص کفر کا کلمہ زبان سے کہے
تو اکثر علما کے نزدیک معذور نہ
یہ قول ہے کہ وہ معذور ہے ف

جنپر اعتقاد بحکم شریعت ضروری ہے جو شخص کل ضروریات دین کا انکار کرے وہ بھی کافر ہے

جو چیزین دین مین یقینی طور پر ثابت ہوئین اونکے منکر اور اونمین بعض کے منکر کا حکم

دونو کافر ہین۔

جن چیزون کا ثبوت یقین کے ساتھ نہین ہوا

جسمین شبہہ کو دخل ہو اونکے منکر کو کافر نہین کہتے

۵۳

کلمات کفر کا بیان

وغدغہ مین ہے اگر اللہ نے گناہ معاف کر دیئے تو تھوڑی مراد پائین گے۔ فرقہ مرجیہ اسی آیت سے یہ مطلب نکالتا ہے کہ مراد پانا نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے پر موقوف ہے پس جو شخص ان دونون رکنون پر اچھی طرح قایم ہو وہ خواہ کیسے ہی گناہون مین مبتلا ہو تب بھی مراد پائے گا اسکا جواب اہل سنت کیطرف سے یہ ہے کہ اس آیت مین مراد پانے والون کے لئے اللہ نے متقی ہونیکی بھی شرط لگائی ہے ف یہ جو اللہ نے فرمایا کہ وہی ہدایت پر ہین یہ ثمرہ دنیا مین حاصل ہے اور یہ جو فرمایا کہ وہی مراد پانے والے ہین یہ نعمت انشاء اللہ آخرت مین ملے گی۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ بیشک جو لوگ کافر ہوئے برابر ہے اونپر یہ کہ ڈرا دے تو اون کو یا نہ ڈرا تو اونکو وہ ایمان نہ لائین گے۔ یہ خبر اللہ نے اون کافرون کی دی جنکی نسبت علم الہی مین مقرر ہو چکا تھا کہ وہ ایمان نہ لائین گے۔ یہ حکم سب کافرونکے واسطے عام نہین اس لئے کہ بعضے بتوفیق الہی کبھی ہدایت بھی پا جاتے ہین اسلیواسطے شیخ ابوالحسن اشعری کا یہ قول ہے کہ جب تک کسی کافر کا خاتمہ کفر پر نہو جاے اوسوقت تک اوسکو کافر نہ کہنا چاہیے۔ اوّل خداوند کریم نے اپنے خالص اور مقبول بندونکا ذکر کیا جو ہدایت پانے والے ہین اور اونکی صفات بھی بیان کین اور اونکا انجام بھی بتا دیا کہ وہ مراد پانے والے ہین اوسکے بعد اون لوگونکا ذکر شروع کیا جو ان سب امور مین اونکے برعکس ہین اور ہدایت کا اثر اونپر بالکل نہین ہوتا۔ اور وہ دو قسم تھے ایک وہ جو علانیہ منکر اور مخالف تھے۔ دوسرے منافق پس یہان ان دونو قسم کے کافرونکا جدا جدا ذکر ہے۔

۱ اور اوسکے بعد منافقونکا ذکر آ

ل اللہ صلے اللہ

۵ شیخ ابوالحسن اشعری کی اولاد مین سے ابوموسی اشعری اہل سنت کے بڑے مقتدا مین سے تھے اہل سنت مین یہ قول مشہور ہے

۲ سر علانیہ منکرون اور مخالفونکا ذکر شروع ہو

۳ دین کے انکار کو کہتے ہین جن کا

۴ یا دین سے وہ چیزین مراد ہین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور اللہ کی قدرت کی نشانیان آنکھونسے دیکھتے ہین
مگر ہدایت نہین پاتے انکار کیے جاتے ہین گویا اونکی کان اور آنکھین دونو بیکار ہین۔ کانونکا کام
سننا اور آنکھونکا کام دیکھنا دل کا کام سمجھنا ہے مگر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ کے سوا کسی اور مین تصرف
اور قدرت کی تاثیر نہین اللہ نے دنیا کا انتظام اسطرح کیا ہے کہ ہر امر کے واسطے اسباب مقرر کردیے
ہین اور عادت اوسکی یون جاری ہے کہ اونہین اسباب کے ساتھہ اوس امر کو پیدا کرتا ہے درحقیقت
اوس امر کو پیدا کرنے مین اون اسباب کو اپنے آپ کچھہ قدرت نہین پیدا کرنا اللہ ہی کا کام ہے
مثلاً جب آدمی کھانا کھاتا ہے تو بھوک دفع ہوجاتی ہے۔ مرض مین دوا کا استعمال کرتا ہے تو صحت
ہوجاتی ہے زہر کھا لیتا ہے تو مرجاتا ہے کھانے کو بھوک کے دفع کرنے مین دوا کو صحت دینے مین
زہر کو قتل کرنے مین اپنے آپ کچھہ بھی تاثیر نہین البتہ اللہ کی عادت یون ٹھیری ہوئی ہے کہ اکثر ان
اسباب کے بعد وہ ان امور کو پیدا کردیتا ہے اور جب اوسکو منظور نہین ہوتا تو یہ اسباب بیکار ہوجاتے
ہین اور اونکے آثار ظاہر نہین ہوتے اسیطرح سننے اور دیکھنے اور سمجھنے کی جو حواس ہین وہ
بھی اللہ کے اختیار مین ہین جب اللہ چاہتا ہے تو وہ کام دیتے ہین اور جب نہین چاہتا تو بیکار
ہوجاتے ہین جن کافرونکا اللہ نے اس آیت مین ذکر کیا ہے اونکی حواس کو اللہ نے جن کو سمجھنے سے
بیکار کردیا تھا اس لیے کہ اونکو دوزخ مین جلانے کے واسطے پیدا کیا تھا یہ ہین۔ وہ مجنون اور بیہوش
اور کانون سے بہرے اور آنکھونسے اندھے تھے طاقت سماعت کے سوا اور ساری باتونکو سمجھتے تھے
دنیا کے ساری کام بڑی ہوشیاری کے
امور دین ہین حق سمجھنے سے
اور آنکھون پر پردہ ڈالدینے
سب اللہ کی طرف سے ہے

ن کے حواس اور عقل کو اللہ نے
ل دل پر مہر کردینے اور
ن کا بیان

کون لوگ مراد ہین ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ یہود یون کے سردار مراد ہین جو حق کو
جان بوجھکر چھپاتے تھے اور بعض مفسرین کا قول یہ ہو کہ مشرکین مراد ہین جیسے ابوجہل اور ابولہب
اور ولید بن مغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی بڑی حرص اور تمنا تھی کہ کسی طرح یہ لوگ
ہدایت پاجاوین اور اونکے تمرد اور انکار کی وجہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت رنج ہوتا تھا
لہذا اللہ نے حضرت کو خبر دیدی کہ وہ مسلمان نہونگے تاکہ آئندہ اونکے اسلام کی حضرت امید نکرین
اور اونکی ضد اور انکار پر رنج نہو۔ اسکے بعد جو اونکو دعوت اسلام تھی وہ صرف اتمام حجت پوری
کرنے کے واسطے تھی اور یہان سے یہ ظاہر ہوگیا کہ یہ جو اللہ نے فرمایا کہ اونکا ڈرانا نہ ڈرانا برابر ہو
اس سے یہ مقصود نہین ہو کہ آئندہ اونکا ڈرانا چھوڑدو بلکہ یہ مقصود ہو کہ اون بدنصیبون کی قسمت
مین ہدایت نہین اونکے انکار اور مخالفت پر رنج نہ کرو۔ اللہ نے یون فرمایا کہ ڈرانا اور نہ ڈرانا
اونکے لئے برابر ہے یون نہ فرمایا کہ تمہارے لئے برابر ہے اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اونکے ڈرانے مین مستحق اجر رسالت کے ہوتے تھے پس آپکے واسطے برابر نتھا البتہ کافرونکے لئے
برابر تھا اس لئے کہ وہ ڈرانے سے ہدایت نہین پاتے تھے ف اگر اس آیت مین کافرون سے
خاص لوگ جیسے ابوجہل اور ابولہب وغیرہ مراد سمجھے جاہین تو یہ غیب کی خبر بیان ہوئی یعنی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دیدی کہ فلان فلان شخص ایمان نہین لانے کے پس یہ آیت منجملہ معجزات
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوگی **خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ**
وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ مہر لگادی ہے
اللہ نے اونکے دلونپر اور اونکے کانونپر اور اونکی آنکھونپر پردہ ہے اور اونکے لئے بڑا عذاب ہے
مہر لگانے سے مراد یہ ہے کہ یہ لوگ حق کو نہین سمجھین گے۔ اور کانونسے نہین سنین گے۔ اور آنکھونسے نہین دیکھین گے

امام احمد نے ابو نضرہ سے روایت کی ہے کہ ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے جنکا نام ابو عبید اللہ تھا جب وہ بیمار ہوئے تو اونکے دوست بیمار پرسی کے لئے آئے وہ اوسوقت روتے تھے۔ یارون نے کہا کہ روتے کیون ہو کیا تمسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین کہا تھا کہ موجہین چہوٹی کرو اور ہمیشہ یہی کیا کرو جب تک ہمسے قیامت مین ملو ابو عبید اللہ نے کہا کہ بیشک کہا تھا مگر مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے انسانونکی ایک جماعت کو سیدہی ہاتہہ کی مٹہی مین لیا اور دوسری جماعت کو دوسرے ہاتھ کی مٹہی مین لیا اور یہ کہدیا کہ یہ جنت کے لئے ہین اور یہ دوزخ کے لئے ہین اور ہمکو کچہہ پرواہ نہین۔ اب یہ نہین معلوم کہ ہین کس مٹہی ہین۔ یہ مسئلہ ایسا نازک ہے جسپر غور کرنے سے انسان کے دل مین طرح طرح کے وسواس پیدا ہوتے ہین بڑے بڑے علما اس مسئلہ کے غور کرنے کی وجہ سے گمراہ ہوگئے۔

عمرو بن عبید فرقہ معتزلہ کا ایک بڑا عالم تھا اسکو اس مسئلہ نے ایسا حیران کیا کہ کفر کے اقوال اوسسے صادر ہونے لگے۔ تاریخ خطیب مین ایک قصہ اوسکا یہ مذکور ہے کہ صحیحین مین جو ایک حدیث ہے جسکی روایت اعمش نے زید بن وہب سے اور اونہون نے عبد اللہ ابن مسعود سے کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صادق اور مصدوق تھے۔ یہ فرمایا ہے کہ تم مین سے ہر ایک کا مادہ تخم مادر مین جمع ہوتا ہے۔ چالیس روز تک نطفہ رہتا ہے پہر جما ہوا خون بنجاتا ہے اور چالیس روز تک اوسی حالت مین رہتا ہے۔ " گوشت کا ٹکڑہ بنا ہوا رہتا ہے پہر اللہ ایک فرشتہ کو چار امرون کے لکھدیتے۔

عمر اور اوسکا رزق اور اوسکا شقی
کوئی اور معبود نہین کہ بعض تم مین سے

وہ فرشتہ آنکر اوسکو عما
ہے اور

ہو چکے ہین اسی اعتقاد کو ایمان بالقدر کہتے ہین - یہ مضمون قرآن کی اس آیت سے بھی ظاہر ہو گیا
اور آیندہ بھی بہت سی آیتون مین اسکا بیان آویگا - اور احادیث نبوی مین بھی اسکا بیان بڑی
تفصیل کے ساتھ ہے - مسلم نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ سب آدمیون کے دل اللہ کی دو انگلیون مین اسطرح ہین جیسے ایک ہی
دل ہو جسکو جسطرف چاہتا ہے - یہ فرماکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یون
دعا مانگتے کہ اے اللہ پھیرنے والے دلونکے پھیر دے ہمارے دلون کو اپنی اطاعت کیطرف - مسلم نے عمران
بن حصین سے روایت کی ہے جسکا شخص یہ ہے کہ دو شخص قبیلہ مزینہ کے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور انہون نے التماس کیا کہ یا رسول اللہ یہ خبر دیجئے کہ آدمی اب جو عمل کرتے
ہین اور اوس مین کوشش کرتے ہین کیا یہ ایسا امر ہے جسکا حکم اونپر مقرر ہو چکا اور تقدیر جاری ہو چکی
یا ایسا امر ہے جسکا تعلق آیندہ سے ہے اول قسم سے کہ اونکے نبی نے اونکو بتلایا اور اونکی دلیل اونپر
ثابت ہوئی حضرت نے فرمایا کہ ایسا نہین ہے بلکہ حکم اونپر ہو چکا اور تقدیر جاری ہو چکی اور اسکی تصدیق
اللہ کی کتاب مین موجود ہے ونفس وما سواہا فالہمہا فجورہا وتقواہا یعنی قسم ہے نفس
کی اور اوسکی جسنے اوسکو سنوارا پھر بتلا دی اوسکو نافرمانی اوسکی اور تقوے اوسکا - بخاری نے ابو
سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مین ایک
نوجوان آدمی ہون اور مجکو اپنے نفس پر یہ خوف ہے کہ کہین زنا مین نہ مبتلا ہو جاؤن اور اتنی
مجھ مین وسعت نہین کہ بیاہ کرون - اس تقریر مین اسبات کی اجازت چاہتے تھے
خصی ہو جاؤن یعنی مرد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساکت ہو رہے
ما - پھر حضرت
مین نے عرض کیا تو حضرت نے فرمایا کہ اے
ابو ہریرہ ہین - اب خواہ نامرد بن خواہ خصی کو چھوڑ

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بڑے تشدد کے ساتھ اس مسئلہ مین غور و فکر کرنے سے
نہی فرمائی ہے۔ ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہمارے مجمع مین تشریف لائے ہم اوسوقت تقدیر کے مسئلہ مین بحث کر رہے تھے یہ سنکر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا غضب آیا کہ گویا انار کے دانے حضرت کے رخسار مبارک پر نچوڑے گئے
ہین پھر آپنے فرمایا کیا اسی جھگڑیکا تمکو حکم ہوا ہے کیا اسی لئے مین تم مین بھیجا گیا ہون۔ بیشک
تم سے پہلی امتون نے جب اس امر مین جھگڑا کیا ہلاک ہوگئے مین تمپر واجب کرتا ہون کہ اس امر مین
ہرگز جھگڑا نکرو۔ جو لوگ کہ اس مسئلہ تقدیر کے منکر ہین انکی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
سخت مذمت بطور پیشین گوئی کے بیان فرمائی ہے۔ اس باب مین بہت سی حدیثین ہین ہم منجملہ
اونکے دو روایتین ابوداود کی نقل کرتے ہین جو ابن عمر کے واسطے سے ہین۔ ایک یہ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس امت مین بھی صورت بگڑ جانے اور زمین مین دھنس جانے کا
عذاب ہوگا اور یہ اُن لوگونکے واسطے ہوگا جو مسئلہ قدر کی تکذیب کرتے ہین دوسری روایت یہ ہے
کہ قدریہ یعنی (منکران تقدیر) اس امت کے مجوس ہین۔ اگر وہ بیمار ہون تو اونکی عیادت نہ کرو اور مرین
تو اونکے جنازون مین شریک نہو۔ اس فرقہ کے مقابلہ مین ایک باطل فرقہ جبریہ ہے جسکا یہ عقیدہ ہے
کہ آدمی کا کوئی قصور ہی نہین اس لئے کہ وہ بالکل مجبور ہے یہ دو فرقے۔ اسوجہ سے گمراہ ہوئے
کہ انہون نے قرآن و حدیث کے مقابلہ مین اپنی عقل کو دخل دیا۔ محققین کا قول ہے کہ اس مسئلہ
کا مدار صرف کتاب و سنت پر ہے عقل محض کو کچھ تعلق نہین جسنے کتاب و سنت کو چھوڑ کر عقل سے
کام لیا وہ گمراہی مین پڑا۔ اسوجہ سے [illegible] اس لاحل مسئلہ مین بالکل قرآن
و حدیث کیطرف رجوع کیا اور اگرچہ [illegible] ن نہ آئین مگر اپنی عقل کو
کو بالکل قابل اعتبار [illegible]

کہ جنت اونسے گز بھر رہجاتی ہے پھر اونکی تقدیر غالب آتی ہے۔ اور دوزخیون کے عمل مین مبتلا
ہوجاتے ہین۔ پھر دوزخ مین داخل ہوتے ہین اور بعض تم مین کے اہل نار کے عمل کرتے
ہین یہانتک کہ دوزخ اونسے گز بھر رہجاتا ہے پھر تقدیر غالب آتی ہے اور اہل جنت کے عمل
شروع کردیتے ہین پس جنت مین داخل ہوجاتے ہین۔ عمرو بن عبید نے اس حدیث کو سنکر
کہا کہ اگر مین اعمش کو یہ کہتے ہوے سنتا تو اوسکی تکذیب کرتا اور اگر مین وہب کو یہ کہتے ہوے
سنتا تو قبول نہ کرتا اور ابن مسعود سے سنتا تو نہ مانتا اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
سنتا تو رد کردیتا اور اگر اللہ کو یہ کہتے ہوے سنتا تو کہتا کہ کیا بات پر تونے ہمسے عہد نہین لیا ہے
نعوذ باللہ سنہا اور حقیقت یہ کلمات کفر صریح ہین۔ مگر عمرو بن عبید سا صاحب علم ایسی گمراہی مین
اسوجہ سے مبتلا ہوگیا کہ اوس نے مخبر صادق کی خبر کا اپنی عقل سے مقابلہ کیا اسی طرح عمرو بن عبید
کا ایک اور قصہ بھی تاریخ خطیب مین لکھا ہے۔ کسی شخص نے اوس سے پوچھا کہ جسطرح تمام قرآن
لوح محفوظ مین لکھا ہوا تھا اسیطرح تبت یدا ابی لہب یہی لکھا تھا یا نہین۔ عمرو بن عبید نے
جواب دیا کہ جسطرح اب قرآن مین ہے اسطرح نہین لکھا تھا بلکہ یون لکھا تھا کہ تبت یدا اس عمل
مثل عمل ابی لہب (یہ خبط اوسکو صرف اس خیال سے پیدا ہوا کہ اگر ابولہب کے پیدا ہونے سے
پہلے خدا اوسکی خرابی کی خبر لوح محفوظ مین لکھ چکا ہے تو پھر ابولہب کا کیا قصور ہی) یہ سنکر سائل
نے کہا کہ نماز مین بھی اسیطرح پڑھنا چاہیے اسکا جواب عمرو بن عبید نہ دے سکا اور خفا ہوگیا۔
امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر ۳۱۰۰۳ روایات کے نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ اس
حکایت سے یہ معلوم ہوا
ت مین بھی شک تھا نعوذ باللہ
ذہ الخرافات جب
ن بحث اور غور کرنے سے یہ حال ہوا
احالت ہو
ہین بحث کرنے سے منع کیا کرتے ہین

یون سمجھنا چاہیے کہ یہ اعتقاد بھی اللہ کیطرف سے ایک تکلیف بندون کے امتحان کے
مقرر کی گئی ہے جو مطیع ہین وہ اوسکو مانین گے خواہ سمجھہ مین آئے یا نہ آئے جو نافرمان
وہ قسم قسم کے شبہات پیدا کرینگے۔ ظاہرا یہ گمان کیا جاتا ہے کہ جب ہم دوسرے عالم
پہونچین گے اوسوقت اللہ اس لاحل مسئلے کے اسرار ہمپر کھولدیگا۔ اسوقت جو اس مسئلے کیوجہ
حیرانی ہمکو حاصل ہے اوسکی فی الجملہ تسکین ہم یون کرسکتے ہین کہ اللہ جلشانہ نے دنیا
انتظام اسطرح مقرر کیا ہے کہ اگرچہ تمام اُمور موافق تقدیر الہی کے واقع ہوتے ہین مگر انسا
اور جانور جو حرکتین کرتے ہین دنیا کے معاملات مین بڑے بڑے کام اپنے گمان کے بموجب
اپنی راے اور تدبیر سے کرتے ہین صلح و جنگ اپنے اختیار مین سمجھتے ہین اپنی حرکتون
پتھر کی حرکتون کی طرح نہین جانتے بلکہ اپنے ہاتھہ پانون اور تمام اعضا کو اپنا مطیع جانتے
سلطنتونکا انتظام اپنی تدبیرون سے کرتے ہین بہت سے لوگ ایسے ہین کہ نعوذ باللہ منہا
خدا کو مانتے بھی نہین اونکو اس بات کا وہم بھی نہین ہوتا کہ ہم کسی اور کے اختیار مین ہین غرض
دنیا کا کارخانہ ایسی غفلت کے حجاب مین ظاہر ہوا کہ ہر شخص اپنے افعال مین اپنے آپکو مستقل
سمجھنے لگا اسی سمجھہ پر شریعت کی تکلیف کا مدار ہے واللہ اعلم بالصواب۔ اکثر عوام کی یہ عادت
ہوتی ہے کہ دنیا کے کام تو بڑی چالاکی اور ہوشیاری کے ساتھہ کرتے ہین یہان اپنی مجبوری کا
وہم بھی اونکو نہین آتا بیمار ہون تو دوا دارو مین بڑی کوشش کرتے ہین۔ اپنی نفسانی خواہشات
کے حاصل کرنے مین بے انتہا سعی کرتے ہین مگر امور دین مین بالکل سستی اختیار کر لیتے ہین
اور جب کوئی اس امر مین اونکو نصیحت کرے تو تقدیر کا مسئلہ جواب مین پیش کرتے ہین ایسے
لوگونکو یہ بھی خوب سمجھہ لینا چاہیے کہ اسمین شک نہین کہ سارے امور اللہ کیطرف سے ہین مگر جس
شخص کی توجہ افعال خیر کیطرف ہوتی ہے اوسپر یقین کیا جاتا ہے کہ اسکا خاتمہ ہو گیا

حب خالص کتاب وسنت کیطرف رجوع کیا جاتا ہے اور اپنی ناقص عقل کو کچھہ دخل نہین دیا
جاتا تو دو باتین ثابت ہوتی ہین ایک یہ کہ دنیا مین جتنے واقعات ہوتے ہین خواہ اچھے یا برے
انسان سے متعلق یا اور حیوانات یا جمادات سے خواہ ہدایت ہو یا گمراہی بیماری ہو یا تندرستی
فراغت ہو یا تنگدستی۔ دوستی ہو یا عداوت۔ موت ہو یا زندگی۔ ظلم ہو یا انصاف غرض جو کچھہ
دنیا مین ہو چکا اور ہو رہا ہے اور آیندہ ہوگا یہ سب واقعات اللہ کے علم مین پہلے مقرر ہو چکے
ہین اور اوسی کی ہو جب ظاہر ہوتے جاتے ہین ایک ذرہ بغیر اوسکے حکم کے حرکت نہین کر سکتا
یہی مسئلہ تقدیر کا ہے جسکی تفصیل کسقدر ہم بیان کر چکے۔ دوسرے یہ کہ اللہ جلشانہ نے جا بجا
کافرون اور نافرمانونکو مقصور دار اور ملزم بھی ٹہیرایا ہے اور دار و مدار انتظام شریعت کا اسی پر
ہے انبیا کو بھیجکر احکام اپنے مشتہر کئے۔ اور یہ حکم دیا کہ جو انکو مانے گا وہ عذاب سے نجات
اور جنت مین ثواب پائے گا اور جو نہ مانے گا وہ دوزخ کے سخت عذاب مین مبتلا ہوگا یہ دونو
باتین جو کتاب وسنت سے ثابت ہوئین ان دونو کو جمع کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مذہب
حق جبر و قدر کے درمیان ہے یعنی نہ انسان بالکل اختیار رکھتا ہے نہ بالکل مجبور ہے
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جبر یہ و قدریہ دونو غلطی پر ہین اور امر حق ان دونو
کے درمیان ہے یہ ایسی بات ہے کہ جسکو مطلب کو عقل ناقص اچھی طرح سمجھہ نہین سکتی یعنی جبکہ
جبر بھی نہین اور اختیار بھی نہین تو پھر کیا ہے مگر جو لوگ اللہ اور رسول پر پورا پورا ایمان لاچکے
ہین اور اوسکے حکم پر اپنی گردن
ثابت ہو خواہ ہماری سمجھ
ہین مگر اوپر
لکھ

ہین کہ حق وہی ہے جو کتاب وسنت سے
باتین شریعت کی ایسی ہین جو ہماری سمجھہ
ت متشابہات کی مراد اور حقیقت
ہ اسی قسم مین یہ مسئلہ بھی شامل ہے

امام جعفر صادق بن محمد
باقر بن علی زین العابدین
بن حسین بن علی کرم اللہ وجہہ
رضی اللہ عنہم ان کے
صدق مقال کی وجہ سے
انکا لقب صادق ہوا
سادات اہل بیت
سے ہین بہت بڑے
فقیہ اور روایت مین
صدوق سمجھے جاتے
ہین صحیح مسلم اور سنن
اربعہ مین انکی حدیث
کی روایتین ہین

پیدا کیا ہے اور یہ دوزخیون کے سے عمل کرینگے ایک شخص نے عرض کیا کہ پھر یا رسول اللہ
عمل سے کیا حاصل آپ نے فرمایا کہ اللہ نے جس بندے کو جنت کے واسطے پیدا کیا ہے
اوسے اہل جنت کے کامون مین مشغول کر دیتا ہے یہان تک کہ اوسکی موت بھی اہل جنت کے عمل پر
ہوتی ہے اور اوسکے صلہ مین اوسکو جنت مین داخل کر دیتا ہے اور جسکو دوزخ کے لیے پیدا کرتا ہے اوسکو
دوزخیون کے کامون مین مشغول کر دیتا ہے یہان تک کہ اوسکی موت بھی دوزخیونکے عمل پر ہوتی ہے
پھر اوسکو دوزخ مین داخل کر دیتا ہے۔ ترمذی نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ کے دونون ہاتھون مین دو کتابین تھین آپنے
ہم سب سے پوچھا کہ تم جانتے ہو یہ دونون کتابین کیا ہین ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہی اسکی
خبر دین آپنے سیدے ہاتھ کی کتاب کو فرمایا کہ یہ رب العالمین کیطرف سے کتاب ہے اس مین
تمام اہل جنت کے نام مع ولدیت اور قوم کے لکھے ہین پھر آخر مین سب کے میزان لگائی گئی ہے نہ اوس سے
بڑہین گے نہ کم ہونگے پھر دست چپ کی کتاب کو فرمایا کہ یہ کتاب ہے رب العالمین کیطرف سے اس
مین اہل دوزخ کے نام مع ولدیت اور قومیت کے لکھے ہین پھر آخر مین اوسکی میزان لگائی گئی ہے
نہ اوس سے بڑہین گے نہ گھٹین گے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر اس کام سے پہلے ہی
فراغت ہو چکی تو پھر ہمارا عمل کس لئے ہے حضرت نے فرمایا کہ اعمال کو درست کرو اور اللہ سے نزدیکی
ڈھونڈو اسلئے کہ جنتی کا خاتمہ جنت کے کام پر ہوتا ہے اور اگرچہ کوئی عمل کیا کرے اور دوزخی کا خاتمہ
دوزخ کے عمل پر ہوتا ہے اگرچہ کیسے ہی کام کیا کرے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونون
ہاتھون سے اشارہ کیا اور دونون کتابونکو ڈالدیا اور فرمایا کہ فارغ ہو گیا رب تمہارا بندون سے ایک
فریق جنت مین ہے اور ایک فریق دوزخ مین۔ امام احمد اور ابو داود اور ابن ماجہ نے ابن دیلمی سے روایت
کی ہے وہ کہتے ہین کہ مین ابی بن کعب کے پاس آیا اور اون سے کہا کہ میرے دل مین مسئلہ تقدیر

عبداللہ بن دیلمی تابعی ثقہ
ہین سنہ ۱۰۱ھ مین وفات پائی

تو بیشک اللہ نے جنت کے واسطے اوسکو پیدا کیا ہے اور جو شخص بُرے کام کیطرف متوجہ ہوتا ہے
اوسپر یہ خوف ہوتا ہے کہ اگر اسی حالت مین وہ مرگیا تو بیشک خدا کا غضب اوسپر نازل ہوگا پس
ہر شخص اپنے افعال کو دیکھہ کر اپنا انجام بظن غالب معلوم کرسکتا ہے اس مسئلہ مین رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانے مین بھی لوگونکو شبہات واقع ہوتے تھے اور جو حضرت
نے اور صحابہ نے اوسکے جواب دئے ہین اونکو بھی ہم نقل کرتے ہین۔ صحیحین مین حضرت علی
کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مین سے ہر ایک کی تقدیر
مین لکھا گیا کہ ٹھکانا اوسکا دوزخ مین ہے یا مقام اوسکا جنت مین ہے صحابہ نے عرض کیا کہ
یا رسول اللہ پھر ہم تقدیر پر بھروسا کیون نہ کرلین اور عمل چھوڑدین حضرت نے فرمایا کہ عمل کئے جاؤ
ہر شخص کے واسطے وہی عمل آسان ہوگئے ہین جن کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے جو صاحب سعادت ہے
اوس کے لئے سعادت کے اعمال آسان ہوجاتے ہین اور جو شقی ہین اوس کے لئے شقاوت کے
اعمال آسان ہوجاتے ہین۔ پھر حضرت نے یہ آیت پڑہی فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی
فسنیسرہ للیسری واما من بخل واستغنی وکذب بالحسنی فسنیسرہ للعسری یعنی جسنے صدقہ
دیا اور تقوے کیا اور اچھے کلمہ کو مانا اوسکے لئے سامان کردینگے ہم آسانی کا اور جسنے بخل کیا
اور بے پروائی کی اور اچھے کلمہ کو جھٹلایا اوس کے لئے سامان کردین گے ہم مصیبت کا۔
امام مالک اور ترمذی اور ابو داؤد نے حضرت عمر سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ مین نے
سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یون فرماتے تھے کہ اللہ نے آدم کو پیدا کیا پھر اوسکی پیٹھہ پر اپنا
سیدھا ہاتھہ پھیرا اوسمین سے اونکی کچھہ ذریت نکالی پھر اللہ نے کہا کہ مین نے ان سب کو جنت
کے لئے پیدا کیا ہے اور اہل جنت کے اعمال کرین گے۔ اس کے بعد پھر آدم کی پیٹھہ
پر ہاتھہ پھیرا اوسمین سے اونکی کچھہ ذریت نکالی پھر کہا کہ مین نے ان سب کو دوزخ کیلئے

قرآن کی ہے تو یہ مسئلہ بھی بیشک قرآن سے ثابت ہے اب اگر مفسرین نے اس موقع پر
مسئلہ تقدیر کو ذکر کیا تو بیجا نہین کیا سید صاحب لکھتے ہین جو کام بندونسے ہوتے ہین
اونکی نسبت اللہ فرماتا ہے کہ ہمنے کیا یعنی اسباب کو بیچ مین سے نکال کر فرماتا ہے ہمنے مینہ برسایا
ہمنے درخت اگائے ہمنے دریا بہائے ہمنے سمندر مین جہاز تیرائے ہمنے اوڑتے جانور ہوا مین
تہمائے اس سے اپنی عظمت وشان اور اپنی علۃ العلل یعنی تمام چیزونکی اخیر علت یا خالق ہونے
کا بندو پر اظہار مقصود ہوتا ہے اقول مسلمانونکا اعتقاد ہے کہ خدا کے ملک مین غیر کا تصرف
کسی طرح نہین ہوسکتا اور جو افعال انسان سے سرزد ہون یا بظاہر بعض اسباب پر متفرع
ہون وہ درحقیقت اللہ کے حکم اور ارادہ سے ظاہر ہوتے ہین اور چونکہ واسطونکو درحقیقت
ان چیزونکے پیدا کرنے مین کوئی دخل نہین اس لئے اس مین کچھہ شک نہین کہ جو کچھہ کہتا ہے
اللہ کرتا ہے وہی بندونکے ہاتھو پر تمام اچھے برے کام ظاہر کرتا ہے اور وہی مینہ برساتا ہے
وہی درخت جماتا ہے وہی دریا بہاتا ہے وہی سمندر مین جہاز تیراتا ہے وہی اوڑتے جانورون
کو ہوا مین تھماتا ہے۔ یہ سب باتین سچی ہین واسطونکی نمود صرف ظاہری ہے درحقیقت تمام حوادث
مین بلاواسطہ اللہ کا تصرف ہے۔ حوادث کی علۃ مستقلہ واسطونکو سمجھنا اور خدا کو علۃ اخیرہ یا
علۃ العلل کہنا اسکے معنی تو یہ ہوتے کہ خدا نے کچھہ چیزین پیدا کردین پھر وہ چیزین خود خالق بنکر ہین
اور تمام حوادث کو وہی پیدا کر رہی ہین خدا سے اب صرف اتنا لگاؤ باقی ہے کہ وہ علۃ العلل ہے
یعنی جو چیزین حوادث کی علت ہین اونکا اخیر مین علت خدا ہے مثلاً خدا نے ہوا پیدا کی اب ہوا نے
جو بادل کو پیدا کیا اور بادل نے جو مینہ برسایا اسمین خدا کا کچھہ تصرف نہین۔ یہ جو کہتے ہین کہ خدا نے
مینہ برسایا اسکے معنی صرف یہ ہین کہ مینہ کی علت بادل ہین اور اونکی علت ہوا ہے اوسکا پیدا کرنیوالا
خدا ہے اسکے سوا مینہ برسانے سے خدا کو کوئی تعلق نہین نعوذ باللہ من ہذا لک یہ اعتقاد خالص

کی نسبت کچھ شبہ پیدا ہوا ہے آپ مجھ سے اس مسئلہ کا کچھ بیان کرین شاید میرے دلسے یہ شبہہ نکلجاوے ابی بن کعب نے کہا کہ اگر اللہ تمام آسمان والون اور تمام زمین والونپر عذاب کرے تو اس عذاب سے کہ کہ یہ ظالم نہوگا اور اگر اونپر رحم کرے تو اوس کی رحمت اون کے اعمال سے بہتر ہوگی اور اگر تو کوہ احد کی برابر سونا اللہ کی راہ مین خرچ کردے تو اللہ نہین قبول کرے گا جب تک کہ تو مسئلہ تقدیر پر ایمان نہ لاوے اور تو یقین جان لے کہ جو تجھپر پہونچا وہ تجھسے بچ نہیں سکتا تہا اور جو بچ گیا وہ پہونچ نہین سکتا تہا اور اگر تو اس اعتقاد پر نہ مرے گا تو دوزخ مین داخل ہوگا۔ ابن دیلمی کہتے ہین کہ پہر مین عبداللہ بن مسعود کے پاس آیا اونہون نے بھی یہی کہا جو ابی بن کعب نے کہا تہا۔ پہر مین حذیفہ کے پاس آیا اونہون نے بھی یہی کہا پہر مین زید بن ثابت کے پاس آیا اونہون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی قول نقل کیا۔ واللہ اعلم بالصواب ف اس موقع پر سید احمد خانصاحب نے اپنی تفسیر مین جو بحث کی ہے ہم اوسکا ملخص مع جواب کے نقل کرتے ہین۔ وہ کہتے ہین کہ تقدیر کا مسئلہ منزل من اللہ نہین اور اس موقع پر مفسرین نے جو اس مسئلہ کو لکہا ہے یہ اونکی غلطی ہے قرآن مین اس مسئلہ کا کچھ تذکرہ نہین مگر یہ قول سید صاحب کا نہایت عجیب ہے اسلئے کہ قرآن مین اس مسئلہ کا ذکہا بجا ہے اور تفصیل سے یہ بات بیان کی گئی ہے کہ ہدایت اور ضلالت دونون من جانب اللہ ہین کسی دوسرے کے اختیار مین نہین۔ یہ آیت جسکی تفسیر لکہہ رہے ہین اس مسئلہ کو بخوبی ظاہر کرتی ہے اسلئے کہ اوس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو کافر اوس مین مراد ہین اونکا ڈرانا اور نہ ڈرانا دونون برابر ہین وہ ہرگز مسلمان نہونگے اس لئے کہ اونکے دلون پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور انکہون پر اور کانون پر پردہ ڈالدیا ہے۔ جب دلونپر مہر خدا نے لگائی اور آنکہونپر اور کانونپر پردہ خدا نے ڈالا تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ خدا کو یہی اونکی ہدایت منظور نہین یہی مسئلہ تقدیر ہے پس اگر یہ آیت

کہ فرقہ جبریہ والے بندے کو خدا کے ہاتھ مین مجبور سمجھتے ہین اور سید صاحب علت قریبہ و سکی اعضا کی
بناوٹ کو ٹھہراتے ہین - تفصیل اوسکی ہمارے بیان سابق سے بخوبی ظاہر ہو چکی - اب اعادہ کی
ضرورت نہین -

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ

آدمیون مین سے وہ بھی ہین جو کہتے ہین کہ ہم خدا پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے ہین
اور نہین ہین وہ مومن ف جب تک رسول صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مین تشریف
رکھتے تھے کفار کو قوت تھی اور علانیہ انکار کرتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہجرت کرکے مدینہ کو تشریف لائے تو یہان بسنے والے قبائل انصار اور اونکے علاوہ یہود تھے
قبائل انصار مین سے قریب قریب تمام کے مسلمان ہو گئے مگر شاذ و نادر چند آدمی مسلمان ہوئے
یہودیون مین سے بہت تھوڑے ایمان لائے باقی اپنے کفر کیحالت پر رہے - قوم انصار یعنی
قبائل اوس اور خزرج مین سے جو مسلمان ہوئے تھے وہ یہودیونکے ساتھ رازدار تھے مگر وہ ایسے
ضعیف تھے کہ بظاہر اونکو انکار اسلام کی جرات نہ تھی دل مین اونکے کفر تھا مگر ظاہر مین اپنی جان
بچانے کیواسطے وہ مسلمانونکے سامنے اسلام کا اقرار کرتے تھے اور خفیہ یہودیون سے مشورے
کیا کرتے تھے شریعت مین ایسے شخص کو جو دل مین کافر ہو اور ظاہر مین اسلام کا اقرار کرے منافق
کہتے ہین اور چونکہ یہ سورت مدنی ہے اور منافق مدینہ مین ہی پیدا ہوئے اس سے پہلے نہ تھے
اسلیئے اس مین منافقین کا ذکر بتفصیل بیان ہوا اگرچہ منافقونکی تعداد مسلمانونکے مقابلہ مین
بہت ہی تھوڑی تھی مگر پھر بھی وہ اسقدر تھے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد
کیواسطے خروج کیا تو راستے مین سے تین سو منافق وغادیکر واپس چلے آئے - علامہ دہلوی
نے تفسیر عزیزی مین لکھا ہے نفاق کی کئی قسمین ہین پہلی قسم جو سب مین بدتر ہے وہ یہ ہے

مذہب اسلام کے بالکل خلاف ہے بلکہ ہوا کو بادل کا اور بادل کو مینہ کا خالق سمجھنا شرک ہے
خدا نے ہی ہوا پیدا کی اور ہوا کے ساتھ خدا نے ہی بادل پیدا کئے اور خدا نے ہی مینہ برسایا
اللہ کے سوا اور کسی میں تاثیر اور تصرف کی ہرگز قدرت نہیں البتہ اللہ کی عادت یوں ہے کہ ہوا سے
بادل اور بادل سے پانی پیدا کرتا ہے مگر اسمیں کچھ شک نہیں کہ پیدا سب کچھ وہی کرتا ہے
پس اللہ کی قدرت درحقیقت بلا واسطہ تمام حوادث کے پیدا کرنے کی علت ہے نہ بواسطہ۔ سید صاحب
نے جو خدا کو علۃ العلل بتایا اور اصلی علت حوادث کی اسباب کو بتایا اس صورت میں اسباب کیواسطے
قدرت اور تصرف ثابت کرنا اور انکو خدا کا شریک بنانا ہے اور جب سارے کام اللہ بلا واسطہ
کرتا ہے اور واسطہ صرف ظاہری نمایش ہے تو کافروں کے دلوں پر مہریں بھی اللہ نے ہی لگائیں اور
کانوں اور آنکھوں پر پردہ بھی اللہ نے ہی ڈالا اور ان سب کاموں کی نسبت اللہ کیطرف درحقیقت
محض بلا واسطہ ہے اور جو واسطہ فرض کیا جائے وہ مستقل تاثیر کچھ نہیں رکھتا۔ اس کے بعد
سید صاحب لکھتے ہیں کہ اچھے اور برے آدمیوں کی اعضا کی بناوٹ خاص خاص قسم
کی ہوتی ہے یعنی اچھے آدمیوں کی اعضا کی بناوٹ کے لئے کچھ خاص علامتیں مقرر ہیں جتنے
اچھے آدمی ہونگے اونکے اعضا کی بناوٹ اوسی قسم کی ہوگی اور جن لوگوں کے اعضا اون
علامتوں کے مطابق ہونگے اونسے برے افعال ہرگز نہیں ہوسکتے اسی طرح برے آدمیوں کے
اعضا کے لئے بھی کچھ خاص علامتیں مقرر ہیں اور جنکے اعضا کی بناوٹ اوس طریقے کی ہوتی
ہے وہ نیک کام نہیں کرسکتے۔ غرض ہر شخص نیک یا بد عمل کرنے پر اپنی بناوٹ کیوجہ سے
مجبور ہے اور اس مسئلہ کو مسائل شرعی سے خارج کرکے اونہوں نے فن حکمت کا ایک مسئلہ
ٹھیرایا ہے۔ مگر ہماری تقریر سابقہ سے یہ بات ثابت ہوچکی کہ اس مسئلہ کو مسائل شرعی سے خارج
کرنا غلطی ہے۔ اور جو مذہب سید صاحب نے اختیار کیا ہے یہ فرقہ جبریہ کا مذہب ہے اتنا فرق ہے

مستحق زیادتی غضب الہی کے ہوتے تھے اسیواسطے اللہ نے فرمایا کہ وہ اپنی جانونکے سوا کسی
اور کو دھوکا نہین دیتے مگر یہ بات اونکی سمجھہ مین نہین آتی - منافقونکا دھوکا یہ تھا کہ وہ دلمین کافر
تھے مگر اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے تھے اور اس سے غرض اونکی یہ ہوتی تھی کہ اونکی جان مسلمانونکے
ہاتھہ سے بچ جاوے اور جسطرح مسلمان باہم ایک دوسرے کے ساتھہ سلوک کرتے ہین اسیطرح
اونکے ساتھہ بھی کرین اور جو مال غنیمت کا مسلمان جہاد مین حاصل کرین اوسمین سے بھی اونکو
حصہ ملجاوے اور اونکی یہ بھی غرض ہوتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونکو اپنا خالص دوست سمجھکر
اپنے بھید کی باتونپر مطلع کردینگے - اور اونکی خبرین وہ کفار مکہ کو پہونچاوین جنکی مسلمانونسے لڑائی تھی
ف نافع اور ابن کثیر اور ابو عمرو کی قرارت مین بجائے مایخدعون کے مایخادعون ہے -
فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝
اونکے دلونمین مرض ہے تو بڑہا دیا اونکو اللہ نے مرض مین اور اونکے لئے عذاب ایذا دینے والا ہے
اسلئے کہ وہ جھوٹ بولتے ہین - ف اس آیت مین مرض سے مراد بغض اور حسد ہے اور وجہ اونکی
یہ ہے کہ وہ لوگ خود سرداری حاصل کرنیکی آرزو رکھتے تھے مگر اونکو ریاست نہ ملی اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے ساتھیونکو عزت حاصل ہوئی حالانکہ وہ مدینہ کے رہنے والے نتھے
دوسرے ملک یعنی مکہ سے سکونت اپنی چھوڑکر وہان ہجرت کرکے چلے گئے تھے پس رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو دیکھکر اونکو بہت رنج اور حسد ہوتا تھا اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی شان وشوکت کو روز بروز اللہ نے بڑہایا اسوجہ سے اونکو رنج وحسد کی بیماری بڑہتی رہی اور
علانیہ منکرون کے مقابلہ مین منافقین کا فساد بڑہا ہوا تھا اسلئے کہ وہ دوست بنکر دغا دینا چاہتے
اسلئے اونپر اس جھوٹ بولنے کا عذاب بھی زیادہ سخت ہوگا -
وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝

کہ دل مین ایمان کا صاف انکار ہو اور زبان پر اقرار ہو۔ دوسری قسم یہ ہے کہ دل مین تذبذب اور
تردد رکھتا ہو یعنی ایک طرف پکا نہو ایمان اور کفر دونو کا پلہ برابر سمجھتا ہو اور یہی حالت زبان کی ہو
تیسری صورت یہ ہے کہ اگرچہ دل مین تصدیق ایمان کی حاصل ہو مگر گناہونکی کثرت اور دنیا کی
محبت اور اخلاق بد کی وجہ سے وہ ایمان ایسا ضعیف ہوجاتے کہ اوسکا عدم وجود برابر ہوجائے
چنانچہ ایسے شخص آخرت کی مضرت گوارا کر لیتے ہین مگر اوس کیوجہ سے دنیا کی مضرت گوارا نہین
کرتے ایسے لوگونکا ایمان بھی اعتبار سے ساقط ہوتا ہے۔ انتہے ملخصہ راقم الحروف کہتا ہے
کہ اس آیت مین جسکی ہم تفسیر لکھہ رہے ہین منافقین کی قسم اول مراد ہے اور قسم ثانی کا ذکر قرآن مین
دوسرے مقام پر ہے جہان اللہ نے فرمایا ہے مذبذبین بین ذلک لا الی ہولا ولا الی ہولا
اور قسم ثالث کا ذکر احادیث نبوی مین بتفصیل مذکور ہے صحیحین مین ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چار صفتین جس شخص مین پائی جائینگی وہ خالص منافق ہوگا اور
جس شخص مین ایک خصلت اون مین سے پائی جائیگی اوسمین ایک خصلت نفاق کی پائی جائیگی
جب تک کہ اوسکو چھوڑ دے وہ چار خصلتین یہ ہین کہ جب اوسکے پاس امانت رکھو تو خیانت کرے
اور جب بات کہے تو جھوٹ کہے۔ اور جب عہد کرے تو عہد شکنی کرے اور جب دشمن بنے
تو بیہودہ باتین بکے۔ اس زمانہ کے اکثر آدمی جنکے نام مسلمانونکے سے ہین نفاق کی اس قسم
ثالث مین مبتلا ہین۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا
يَشْعُرُوْنَ ط دھوکا دیتے ہین اللہ کو اور ایمان والونکو اور نہین دھوکے مین ڈالتے ہین
مگر اپنی جانون کو اور وہ نہین سمجھتے ف اللہ کو دھوکا دینے سے مراد یہ ہے کہ اوسکی رسول کو
دھوکا دیتے ہین لیکن چونکہ اونکے دھوکا دینے کی بلا اونہین کی جانون پر پڑتی تھی یعنی

کہتے ہین کہ کیا ہم اوسطرح ایمان لاوین جیسے بیوقوف لوگ ایمان لائے ہان بیشک وہی منافق
بیوقوف ہین مگر جانتے نہین ف یعنی جب کوئی اونسے کہتا کہ تم نفاق کو چھوڑکر خالص مسلمان بنجاؤ
جیسے کہ اور لوگ مسلمان ہوگئی تو وہ جواب دیتے تہے کہ کیا ہم بیوقوفونکیطرح ایمان لے آوین
ظاہر ایہ معلوم ہوتا ہے کہ جو مضمون اس آیت مین مذکور ہے وہ منافقونکی آپس کی بات چیت ہے
اور اسپر دو قرینے ہین ایک یہ کہ اونکو خالص ایمان کی نصیحت وہ شخص کریگا جو اونکے نفاق کے
بھید پر مطلع ہو اور اس راز سے منافق ہی باہم خوب واقف تہے اور کسیکو خبر نتہی۔ دوسرے یہ کہ
مسلمانونکے سامنے اونکو ایسے گستاخانہ جواب کی جرات نتہی اگلی آیت سے بہی معلوم ہوتا ہے
کہ مسلمانونکے سامنے اونکو اپنا ایمان ہی ظاہر کرنا پڑتا تہا پس یعنی آیت کے یہ ہونگے کہ جب منافق
آپسمین بات چیت کرتے تہے اور دستور ہے کہ مشورہ کیوقت ہر پہلو پر گفتگو ہوتی ہے لہذا کبہی
یہ گفتگو بہی ہوتی ہوگی کہ اور مسلمانونکیطرح خالص مسلمان ہی بنجاؤ۔ ایسی گفتگو پیش کرنے والے کے
جواب مین طور پر منافق یون کہتے تہے کہ کیا ہم بہی بیوقوفونکیطرح ایمان لے آوین۔ اللہ نے
اونکی اس گفتگو کو نقل کرکے یہ امر ظاہر کردیا کہ درحقیقت منافق ہی بیوقوف ہین وہ اس امر کو
سمجہتے نہین۔ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ
قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اور جب وہ ملتے ہین مومنین سے تو کہتے ہین
کہ ہم ایمان لاتے ہین اور جب تنہا ہوتے ہین اپنے شیطانونمین تو کہتے ہین ہم تو تمہارے ساتہہ
ہین ہم تو اونسے تمسخر کیا کرتے ہین۔ ف شیاطین سے مراد یا تو منافقونکے سردار ہین اس
صورتمین مطلب یہ ہوگا کہ عوام منافقین مسلمانونکے سامنے ایمان کا اقرار کرجاتے تہے اور
جب اپنے سردارونکے پاس جاتے تہے تو اپنا دلی کفر ظاہر کرتے تہے اور جو گفتگو مسلمانون سے
کرگئے ہین اوسکو تمسخر بتاتے تہے یا شیاطین سے مراد وہ کفار ہین جو علانیہ منکر تہے تو اس

اور جب اونسے کہا جاتا ہے کہ فساد نکرو زمین مین تو وہ کہتے ہین کہ ہم تو اصلاح کرنیوالے
ف منافقونکے فساد قسم قسم کے تھے مثلاً وہ کافرونکے ساتھہ بڑے خلوص سے ملتے
اور اونکی بڑی تعظیم کرتے تھے تو کفار یہ سمجھتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اصحاب ہی
کے ہین یعنی دل مین اونکے شریک نہین اسوجہ سے وہ مسلمانونکے گروہ کو ضعیف سمجھتے تھے۔ د
یہ کہ وہ دونون طرف آمد و رفت رکھتے تھے ادہر کی باتین اودہر اور اودہر کی باتین ادہر لگاتے
دونون فریقونمین دشمنی اور عناد بڑہاتے تھے۔ تیسرے یہ کہ جو خفیہ راز مسلمانونکے ہوتے تھے وہ
چھپے نہین رہتے تھے اسلئے کہ وہ مسلمانونمین ایسے ملے جلے تھے کہ گویا اونہین مین سے ہین
منافقین اون باتونکی فوراً کافرونکو خبر پہونچا دیا کرتے تھے اور جب ان فسادونکا اثر ظاہر ہو
تو مسلمانونپر بھی یہ بات اکثر کھلجاتی تھی کہ فلانے شخص نے یہ فساد کیا تو اوسوقت مین اونکو نصیحت
کرتے تھے کہ تم ایسا فساد برپا نکرو تو اوسوقت وہ اپنی حرکتونسے بالکل انکار کر دیتے تھے جہو
قسمین کہا لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمسے ایسی حرکتین صادر نہین ہوسکتین ہمتو اصلاح
والے ہین۔ اور جو اونکی حرکتین اونکے ذمے ایسی ثابت ہوجاتی تھین کہ اون مین انکار کا
نہین رہتا تھا اونکی کچھہ ایسی تاویلین کرتے تھے کہ یہ حرکتین ہمسے بغرض اصلاح کے تھین
بغرض فساد۔ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ف ان باتو
مین مفسد مگر وہ سمجھتے نہین ف منافقونکا یہ عقیدہ تھا کہ مسلمان فساد کرنیوالے ہین ا
اونکو ایذا دینا عین اصلاح ہے اللہ اونکے اس عقیدہ کے رد مین فرماتا ہے کہ درحقیقت سا
ہی مفسد ہین مگر وہ اس امر کو جانتے نہین۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ
اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْ
اور جب اونسے کہا جاتا ہے کہ تم اوسی طرح ایمان لاؤ جسطرح آدمی ایمان لاتے ہین تو

مال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دیدیتا ہے۔ منافقین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
صحابہ کے ساتھہ تمسخر کرتے تھے یہ سخت غضب الہی کا باعث تہا حالانکہ تمسخر عوام کے ساتھہ بھی
شرعا ممنوع ہے ابن ابی الدنیا نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ آدمیون سے جو لوگ تمسخر
لیا کرتے ہین اونکے لئے جنت کا ایک دروازہ کہولا جاویگا اور اونسے کہا جاوے گا کہ آؤ آؤ جب
وہ جانا چاہین گے فوراً بند کر لیا جاویگا ہمیشہ یہی ہوتا رہیگا یہ روایت اگرچہ مرسل ہے مگر
اوسکی سند صحیح ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ اللہ نے اوسی سرکشی کی حالت مین اونکو حیران چہوڑ رکہا ہے
اس مین اللہ نے بدنصیبی اون منافقین کی ظاہر فرمادی یعنی یہ بات معلوم ہوگئی کہ اللہ نے اونکو
دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے اسلئے گمراہی کے کام اونکے لئے آسان ہوگئے ہین اور اوس حالت
سے اونکو تنبیہ نہین ہوتی۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا
رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝ وہ ایسے لوگ ہین کہ مول لی اونہون نے
گمراہی عوض ہدایت کے تو نہ فائدہ دیا اونکی تجارت نے اور نہ ہوئے وہ ہدایت پانیوالے۔ ف
گمراہی کو ہدایت کے عوض مول لینے کے معنی یہ ہین کہ ہدایت کو چہوڑ کر گمراہی اختیار کی۔ مَثَلُهُمْ
كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۖ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي
ظُلُمَاتٍ لَّا يُبْصِرُونَ ۝ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝ مثال اونکی ایسی ہے کہ جیسے کسی نے
روشن کی آگ تو جب چمکا دین اوسنے وہ چیزین جو اوسکے گرد تہین کہو دیا اللہ نے نور اونکا اور چہوڑ دیا اونکو
اندہیرون مین کہ کچہہ نہین دیکہتے۔ وہ بہرے گونگے اندہے ہین اب وہ نہین پلٹتے۔ ف منافقون نے جو بظاہر
اقرار ایمان کا کیا تہا تو دنیا مین مسلمانونکے ساتہہ سے اونکی جان و مال بچ گئے اور احکام اسلام
اونپر جاری ہوگئے غنیمت کے مال مین اونکو حصہ ملنے لگا یہ ایسی بات ہوئی جیسے کسی نے آگ جلائی
اور اوسکی روشنی اوسکے گرد پہیلی۔ اور چونکہ مرتے ہی منافق احکام اسلام سے محروم ہوگئے

۷۳

روایت کا سلسلہ
اور رواۃ میں بعجائبی
اونسے وہ روایت
حسن بصری
سے روایت
ہے اور
رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا
کی مجالی سے یہ
روایت نہی ہوگی
لیکن چونکہ اوس مجالی
کا اونہون نے ذکر نہین
کیا اسلئے یہ روایت
اصطلاح محدثین میں
مرسل ہوئی ۱۲

صورت مین یہ مراد ہوگی کہ جب منافق علانیہ کافرونکے پاس جاتے تھے تو اونکے ساتھ اپنی
رفاقت ظاہر کرتے تھے۔ صاحب[۱۱] تفسیر بیضاوی نے اس آیت کے نزول کا سبب یہ لکھا
کہ منافقونکا سردار عبداللہ[۱۲] بن ابی اپنے یارونکے ساتھ جاتا ہوا راستے مین یکگروہ
سامنے آگیا جسمین خلفاء ثلثہ بھی موجود تھے عبداللہ بن ابی نے اپنے یارون سے کہا کہ
مین ان سے تمکو کسطرح تمہاری طرف سے پھیرتا ہون چنانچہ اول اوسنے حضرت ابو
صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھہ پکڑکے کہا کہ خوشخبری ہو تمکو اے صدیق قبیلہ بنی تیم کے سردار
غار مین رسول[۱۳] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق اپنے جان و مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
کیواسطے خرچ کرنیوالے۔ پھر اوسنے حضرت عمر کا ہاتھہ اپنے ہاتھہ مین لیکر کہا کہ خوشخبری ہو
قبیلہ بنی عدی کے سردار حق و باطل مین فرق کرنیوالے دین مین قوی اپنی جان اور مال
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تصدق کرنیوالے پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہاتھہ مین ہاتھہ
کہا کہ خوشخبری ہو تمکو رسول[۱۴] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور اونکے داماد اور
صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام بنی ہاشم کے سردار۔ اوسوقت اللہ نے یہ آیت نا
فرمائی۔ صاحب بیضاوی نے اس روایت کو بغیر سند کے ذکر کیا ہے۔ مگر واحدی[۱۵]
نے بسند ضعیف اوسکی روایت کی ہے۔ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ
فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝ اللہ ٹھٹا کرتا ہے اونکے ساتھہ اور چھوڑتا ہے ا
سرکشی مین حیران۔ ف اللہ کے ٹھٹا کرنے سے مراد یہ ہے کہ منافق جو مسلمانون سے
ٹھٹا کرتے ہین اوسکا بدلا دیتا ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ منافق جو مسلمانون کے ساتھہ تمسخر کر
اوسکا ضرر مسلمانونکو نہین پہونچتا تھا بلکہ اونہین منافقون پر عائد ہوتا تھا۔ پس گویا منافقون
مسلمانونکے ساتھہ تمسخر نہین کیا بلکہ اللہ نے منافقون کے ساتھہ تمسخر کیا یہ مراد ہے کہ اللہ منافق

بینائی کو خیرہ کئے دیتی ہو جب بجلی کی روشنی چمکے تو وہ چلنے لگے اور جب اندھیرا ہو جاوے تو وہ رک
جاوے منافقین کی حالت پر اس مثال کو منطبق کرنیمین مفسرین نے بہت سی وجہین لکھی
ہین ایک سیدہی سادی عام فہم بات تو یہ ہے کہ جو شخص ایسی حالت مین مبتلا ہوتا ہے وہ سخت
حیران اور پریشان ہوتا ہے اور چونکہ منافق بھی سخت حیران اور پریشان تھے اسلئے کہ مسلمانون کی
شان و شوکت دیکھکر روز بروز اونکا صدمہ بڑہتا تھا اونکو ہر دم ڈر تھا کہ مسلمانون پر ہمارا نفاق نہ کھلجاوے
اور ہمین قتل نہ کرڈالین اور چونکہ وہ بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اسلئے اونکو یہ بھی تکلیفین دیجاتی
تھین کہ زکوۃ دو نماز پڑہو روزے رکھو جہاد کو چلو یہ سب باتین اونپر سخت ناگوار تھین پس اونکی
حالت سخت پریشانی اور حیرانی مین تھی اسلئے اللہ نے اونکی حیرانی اور پریشانی کی حالت سمجھانے
کیواسطے یہ مثال بیان کی کہ جیسے کوئی شخص بارش اور تاریکی اور گرج وغیرہ کی مصیبت مین مبتلا ہوکر
حیران اور پریشان ہوتا ہے اسی طرح منافق اپنی مصیبتون مین حیران اور پریشان ہین۔ اب اگر
اس مثال کے ایک ایک ٹکڑے کو منافقونکی حالت سے ملاؤ تو یہی ہو سکتا ہے دین اسلام اور
قرآن منافقونکے لئے مثل بارش کے تھا اور احکام شریعت کی تکلیفین مثل زکوۃ اور جہاد
اور صوم و صلوۃ وغیرہ کی جو اونکو بہت ناگوار معلوم ہوتی تھین وہ اونکیواسطے اندھیری اور
گرج تھین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور مسلمانون کی عزت اور مذہب اسلام
کے حق ہونے کے دلائل اونکے واسطے بجلی تھی جسکی چمک سے اونکی آنکھونکو چکاچوند لگتی
تھی یعنی خیرہ ہوئی جاتی تھین دیکھنے کی تاب نتھی احکام اسلام سے جب اونکو فائدہ حاصل
ہوتے تھے تو خوشی سے قبول کرتے تھے مثلاً غنیمت کے مال مین حصہ بانٹ لیتے تھے مسلمانونکی
میراث پاتے تھے اپنی جان مسلمانونکے ہاتھ سے بچا لیتے تھے اسکی مثال ایسی ہے جیسے بارش
کی مصیبت مین پھنسا ہوا آدمی بجلی کی روشنی سے فائدہ حاصل کرتا ہے اور رستہ چلنے لگتا ہے

اور اب ہمیشہ کے لیے اللہ کے غضب مین مبتلا ہوگئے اونکی مثال ایسی ہے جیسے اوس آگ جلانیوالے
کی روشنی یکایک اللہ نے چھین لی اب وہ ایسی ظلمت مین پھنس گیا کہ کچھ بھی نظر نہین آتا بہرا
اور گونگا اور اندھا بھی ہوگیا اب وہ کسی طرح راہ پر نہین آسکتا۔ ابن ابی حاتم وغیرہ نے بطریق
علی بن ابی طلحہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ مثال اللہ نے منافقون کی حالت پر
اسلیے بیان کی کہ وہ اسلام کی عزت پالیتے تھے یعنی آپسمین رشتہ نکاح کا ہوجاتا تھا اور مسلمانون کی
میراث بھی حاصل کرلیتے تھے اور غنیمت کے مال مین بھی اونکو حصہ ملجاتا تھا اور جب وہ مرتے تھے
تو اللہ وہ عزت اونسے چھین لیتا تھا جیسے آگ جلانیوالے سے اوسکی روشنی چھین لی اور اوسکو
ظلمات مین یعنی عذاب مین چھوڑ دیا۔ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ج
یا جیسے منہ برسنے والا آسمان سے اوس مین اندھیریان ہین اور گرج ہے اور بجلی ہے۔ يَجْعَلُوْنَ
اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ط ڈالتے ہین
اپنی اونگلیان اپنے کانونمین کڑک کی وجہ سے موت سے بچنے کے لیے وَاللّٰهُ
مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ط اور اللہ گھیرے ہوئے ہے کافرون کو۔ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ
اَبْصَارَهُمْ۔ قریب ہے کہ بجلی اُچک لے اپنی نگاہونکو۔ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا
فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ط جب بجلی روشن کردیتی ہے اونکے لیے تو چلنے لگتے
ہین اور جب اندھیرا کردیتی ہے اوپر تو رک جاتے ہین۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ
وَاَبْصَارِهِمْ ط اور اگر چاہے خدا چھین لے سماعت اونکی اور بینائیان اونکی۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ط بیشک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ف اس مثال کا خلاصہ یہ ہے
کہ منافقون کی حالت ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص بارش مین گرفتار ہو اور اوس مین اندھیری اور
گرج اور بجلی بھی ہو گرج کے خوف سے وہ اپنے کانونمین اونگلیان رکھ لیتا ہو بجلی اوسکی

کے حق مین اللہ کیطرف سے وحی نازل ہو اور چونکہ اوسکا سننا اون لوگونکو ناگوار تہا اس لئے وہ
اپنے کانون مین اونگلیان دے لیتے تہے جسطرح یہ دونو منافق جو نکل گئے تہے گرج کے خوف سے
اپنے کانون مین اونگلیان دے لیتے تہے اور جب منافقونکے پاس مال اور اولاد کی کثرت ہوتی تھی
اور مسلمانونکی فتوحات مین غنیمت کا مال منافقونکو بھی ملجاتا تہا تو کہتے تہے کہ اب محمدؐ کا دین سچا ہوگیا اور
دین اسلام پر قایم ہوجاتے تھے جسطرح ان دونو بہاگنے والے منافقونکا حال تہا کہ بجلی کی
روشنی مین چلنے لگتے تہے اور جب منافقون کو مال اور اولاد پر بربادی اور بلا آتی تو یہ کہتے تہے
کہ یہ بلا دین محمدؐ کے سبب سے آئی اور پہر مرتد ہوکر علانیہ کافر ہوجاتے تہے جسطرح ان دونون
منافقونکا حال تہا کہ جب تاریکی ہوجاتی تہی تو رک جاتے تہے ۔ یہانتک مضمون ابن جریر
کی روایت کا تہا

اس روایت پر غور کرنے سے دو باتین ثابت ہوتی ہین اول یہ کہ جن دو منافقون کے جلا جانے اور
پہر بارش وغیرہ کی مصیبت مین پہنسنے کا اس مین تذکرہ ہے اونپر اللہ نے اس مثال کی اصلی کیفیت طاری
کردی اور چونکہ ہدایت اونکی قسمت مین نہی اس لئے اون مصائب مین مبتلا ہوکر اونہون نے اپنی
دینی حالت کو بہی اسی کیفیت پر منطبق کرلیا اور یہ سمجہہ لیا کہ یہ بلائین بعینہ ہماری حالت کی مثال ہین
اس کے علاوہ اونہون نے یہ بھی یقین کرلیا کہ یہ عذاب ہمپر اسی نفاق کی شامت سے نازل ہوا ۔
یہ تنبیہین اونکے لئے باعث ہدایت ہوگئین ۔ پہر اسی مضمون کو اللہ نے اور منافقون کی سمجہانے
کے واسطے مثال کے پیرایہ مین بیان فرمایا اگرچہ ہدایت اونکی قسمت مین نتہی ۔ مگر ہادی نے
اپنا حق ادا کردیا ۔ دوسری بات اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوگئی کہ اس مثال کو صحابہ منافقون
کی حالت پر اسطرح منطبق کرتے تہے کہ مثال مین جو بجلیون کے خوف سے کانون مین اونگلیان
ڈال لینے کا ذکر ہے صحابہ کے نزدیک اس سے منافقین کی وہ حالت مراد ہے جو اون کی

اور جب احکام اسلام کے قبول کرنے مین مشقت اوٹھانیکا موقع ہوتا جیسے زکوۃ دینا جہاد کو
جانا تو اسکا قبول کرنا اون لوگون کو ناگوار ہوتا تھا اوسکی مثال اون کے حق مین ایسی تھی جیسے
بارش مین بہنسے ہوئے آدمی سے بجلی کی روشنی موقوف ہوجاوے تو وہ راستہ چلنے سے
رک جاوے قرآن مین جب دوزخ کے عذاب کا ذکر سنتے تو وہ کانونمین اونگلیان ڈال لیتے
جسطرح بارش کی مصیبت مین بہنسا ہوا آدمی بجلی کی کڑک سے اپنے کان بند کرلیتا ہے
اس موقع پر اللہ نے یہ فرمادیا کہ اللہ گھیرے ہوئے ہے کافرونکو یعنی اس کان بند کرنیکی وجہ سے وہ اللہ
کے قبضہ قدرت سے باہر نہین نکل سکتے اور دوزخ کے عذاب سے بچ نہین سکتے اور آخر مین اللہ نے
یہ بھی فرمادیا کہ اگر اللہ چاہے تو اونکی سماعت اور بصارت کو کھودے اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے
ابن جریر طبری نے بطریقہ ابی مالک[1] ابن عباس سے اور بطریقہ مرہ[2] ابن مسعود اور اون کے
علاوہ چند صحابہ سے روایت کی ہے کہ اہل مدینہ سے دو منافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
سے مشرکین کیطرف بھاگے راستے مین خوب مینہ برسا اور بڑی شدت سے بادل گرجا اور بجلی
چمکنے لگیں گرج کی آواز ایسی ہولناک تھی کہ اونکو اپنی جان کا اندیشہ ہوتا تھا اپنے کانونمین اونگلیا
دئے لیتے تھے کہ کہین بجلیان اونکے کانونمین داخل ہوکر اونکو ہلاک نہ کردین اور جب بجلی چمکتی
تو اوسکی روشنی مین راستہ چلنے لگتے اور جب نہ چمکتی تو اونکو تاریکی مین کچھ نظر نہ آتا اسیطرح چلنے چا
وہ اپنے گھرون کو لوٹے اور یہ کہتے تھے کہ کسیطرح صبح ہو تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت
مین حاضر ہوکر اونسے بیعت کرین چنانچہ صبح کو حضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے اور بیعت کی اور
خلوص دل سے اسلام اختیار کیا پس یہ دونون منافق جو نکل گئے تھے ان کی حالت کو اللہ نے
اور منافقین مدینہ کیواسطے بطور مثال کے بیان کیا اور منافقونکی یہ حالت تھی کہ جب رسول اللہ
علیہ وسلم کی مجلس مین حاضر ہوتے تھے تو اونکو یہ خوف ہوتا تھا کہ ایسا نہو کہ منافقین سے

[1] ابی مالک کی کنیت سے مشہور ہین اونکا نام اونکا غزوان ہے
[2] مرہ کی روایت مین مجہول ہین اونکو تفرد سے ثابت نہین ہوتا

کسی ایسی چیز کے ساتھہ جو محبوب زیادہ ہو مجھکو اوسکی عبادات کے ادا کرنے سے جو مین نے اوسپر
فرض کی ہی۔ اور بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ سے میری طرف قرب حاصل کرتا رہتا ہے آخر اس
مرتبہ کو پہونچ جاتا ہے کہ مین اوس سے محبت کرنے لگتا ہون تو مین اوس کے کان بن جاتا ہون
جس سے وہ سنتا ہے اور مین اوکی آنکھین بن جاتا ہون جن سے وہ دیکھتا ہی۔ اور مین اوس کے
ہاتھہ بن جاتا ہون جن سے وہ گرفت کرتا ہے اور مین اوس کے پاؤن بن جاتا ہون جن سے وہ
چلتا ہے اگر وہ مجھسے سوال کرتا ہے تو مین اوسکو عطا کرتا ہون اور اگر وہ مجھسے پناہ مانگتا ہی تو مین
اوسکو پناہ دیتا ہون اور نہین تردد ہوتا ہے مجھکو کسی کام مین جسکا مین کرنے والا ہون جیسا کہ مومن
کی جان قبض کرنے مین تردد ہوتا ہے اس لیئے کہ موت سے اوسکا جی دکھتا ہے اور مجھکو اوس کا
جی دکھانا ناگوار ہوتا ہے اور امام احمد اور بیہقی نے جو اس حدیث کی حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہی
اوس مین یہ لفظ بھی ہین کہ مین اوسکا دل بن جاتا ہون جس سے وہ سمجھتا ہے اور مین اوس کی
زبان بن جاتا ہون جس سے وہ کلام کرتا ہے۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عبادت ہی
ایسی چیز ہے جسکی وجہ سے بندی کا قرب اللہ کی طرف دمبدم بڑہتا جاتا ہی اور چونکہ مراتب قرب کے
بے انتہا ہین انسان کی زندگی مین کبھی تمام نہین ہوتے پس جو لوگ اللہ کا قرب ڈہونڈنے والے
ہین وہ اپنی زندگی مین عبادت سے کیونکر سیر نہین ہوسکتے ف لعل کا لفظ اللہ کے کلام
مین کہین اس لیئے کے معنی مین اور کہین بیشک کے معنی مین مستعمل ہوتا ہے پس لعلکم تتقون کے
معنی یا تو یہ ہونگے کہ اللہ کی عبادت کرو تاکہ عذاب سے بچ جاؤ یا یہ ہونگے کہ اللہ کی عبادت
کرو تو بیشک عذاب سے بچ جاؤگے۔

الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء وانزل من السماء ماء
فاخرج به من الثمرات رزقا لکم الیا اللہ جسنے بنایا تمہارے لیئے زمین کو

یہ عادت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سننے سے ڈرتی تھی اور کانون مین اونگلیان ڈال لیتے تھے کہ کہین ایسا نہو کہ اون کے باب مین وحی نازل ہو اور حضرت اونکا حال ظاہر فرماوین مگر یہ اونکی حماقت تھی اسلئے کہ اس مصیبت کا علاج کان بند کرنے اور حضرت کا کلام نہ سننے سے ہرگز نہین ہو سکتا تھا۔ اور وہ جو مثال مین مذکور ہے کہ جب بجلی کی روشنی ہوتی تھی تو چلتے تھے اور جب تاریکی ہوتی تھی تو رک جاتے تھے اس سے صحابہ کے نزدیک منافقین کی عادت مراد ہے کہ جب اونکو خوشی اور فراغت حاصل ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ اب محمد کا دین سچا ہو گیا اور اوسوقت مسلمان بن جاتے تھے اور جب مصیبتین آتین تھین تو یہ سمجھتے تھے کہ محمد کے دین کے سبب سے یہ بلا تین آتین اوسوقت کافر ہو جاتے تھے۔ شاید یہ عادت قسم ثانی کے منافقونکی ہوگی جو تذبذب اور تردد کیحالت مین تھے کبھی ادھر ہو جاتے تھے کبھی اودھر واللہ اعلم بالصواب۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اے لوگو عبادت کرو اپنے رب کی جسنے پیدا کیا تمکو اور اونکو جو تمسے پہلے تھے تا کہ تم بچ جاؤ **ف** جہان مین آدمی تین قسم کے تھے۔ ایک مومن دوسرے وہ کافر جو علانیہ مشرک تھے تیسرے منافق اس سورت مین اللہ نے اول ان تینون قسم کے آدمیونکی حالت بیان کر دی اور اونکا انجام بھی بتا دیا اوس کے بعد اللہ نے وہ حکم ارشاد فرمایا جسکو لیکر انسان کو پیدا کیا ہے یعنی عبادت جو عبد کی اصلی صفت ہے بندے کو جو اپنے اللہ سے ایک نسبت خاص حاصل ہوتی ہے وہ عبادت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اور جسقدر عبادت کے فرائض اور نوافل مین اوسکا اخلاص بڑھتا جاتا ہے اوسقدر وہ نسبت بڑھتی جاتی ہے اور قرب الٰہی کے مراتب کو ترقی ہوتی جاتی ہے۔ بخاری نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کہتا ہے کہ نہین قرب حاصل کیا میری طرف میرے بندے نے

منکر تہا امام نے اوس سے پوچہا کہ کبہی تو جہاز مین بہی سوار ہوا ہے - اور اوسکی آفتین بہی تو نے دیکہی ہین اوسنے کہا مین جہاز مین سوار ہوا تہا یکایک طوفان کی آفت جہاز پر ایسی آئی کہ جہاز ٹوٹ گیا ملاح ڈوب گئے مین نے ایک تختے کو پکڑ لیا سو جدہے نہ ڈوبا پہر وہ تختا بہی جہوٹ گیا اور مین سمندر کی موجون مین آپڑا اور اونہون نے بہا کر مجہکو کنارے پر پہونچایا امام جعفر صادق نے کہا کہ جب تو جہاز مین سوار ہوا تہا تو تیرا اعتماد جہاز پر اور ملاح پر تہا جب جہاز ٹوٹا اور ملاح ڈوبے تو تیرا بہروسا تختے پر تہا جب تختہ بہی جہوٹ گیا تو تجہکو اپنی ہلاکی کا یقین ہوگیا تہا یا جانبری کی امید باقی تہی اوسنے کہا کہ اوسوقت بہی مجہکو امید باقی تہی تب امام نے پوچہا کہ پہر تجہکو کس سے امید تہی اسکے جواب مین وہ ساکت ہوا امام نے کہا اللہ وہی ہے جس سے تو اوسوقت جان بچا دینے کی امید رکہتا تہا اوسی نے تیری جان بچائی وہ شخص اوسیوقت مسلمان ہوگیا - یہ جو فرمایا کہ پانی آسمان سے اوتارا اس سے یا تو یہ مراد ہے کہ جانب آسمان سے اوتارا یا یہ مراد ہے کہ فی الواقع آسمان سے اوتارا ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے خالد بن معدان سے روایت کی ہے کہ مینہ عرش کے نیچے سے اوترتا ہے اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف اوترتا ہوا سب سے نیچے کے آسمان مین ایک مقام پر جمع ہوتا ہے - کالی گہٹا وہین جاکر پانی پیتی ہے پہر اللہ جدہر چاہتا ہے اوسکو روانہ کر دیتا ہے اور اونہین دونونے عکرمہ سے یہ روایت کی ہے کہ مینہ ساتوین آسمان سے اوترتا ہے - ابن جبان نے روایت کی ہے کہ حسن بصری سے کسی نے پوچہا تہا کہ مینہ آسمان سے اوترتا ہے یا بادل سے اونہون نے کہا کہ مینہ آسمان سے اوترتا ہے اور بادل تو اوسکی نشانی ہے -

فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۲ پس مت بناؤ خدا کے ساتہی جان بوجہہ کر ف یعنی تم جانتے ہو کہ ان سب چیزون کا پیدا کرنے والا صرف ایک اللہ ہے اوسکے سوا کوئی کسی چیز کے پیدا کرنے کی طاقت نہین رکہتا اور عبادت کے لائق وہی ہے

بچھونا اور آسمان کو چھت اور اوتارا آسمان سے پانی بہر نکالے اوس سے پہل تاکہ رزق بنے
تمہارے لئے **ف** اللہ نے عبادت کے حکم کے ساتھہ سب آدمیون سے خطاب کرکے
اپنی قدرت کی پانچ نشانیان ایسی کہلی ہوئین بیان کین جسکو ہر شخص اپنی طرح سمجھہ لے ایک کہ اونے
تمکو پیدا کیا دوسرے یہ کہ تمسے پہلے جو تمہارے باپ دادے گذر چکے ہین اونکو بھی خدا نے
ہی پیدا کیا۔ تیسرے یہ کہ آسمانونکو پیدا کیا۔ چوتھے زمین کو پیدا کیا۔ پانچوین مینہ برسایا اور اوس سے
تمہارے کہانے کے لئے پہل پیدا کئے اس بیان سے کئی فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ
بیشک ایسا اللہ مستحق عبادت کا ہے یعنی جس نے بندون پر ایسے ایسے احسان کئے کہ اونکو
اور اونکے باپ دادون کو نیست سے ہست کیا اونکے رہنے کے لئے زمین کو بچھونا بنا دیا آسمان
سائبان بنا دیا اونکے کہانے کے واسطے عمدہ عمدہ لذیذ پہل پیدا کئے بیشک ایسے محسن کی عبادت
بندونپر واجب اور لازم ہے۔ دوسرے یہ کہ جو لوگ خدا کے وجود کے ہی منکر تھے وہ کہتے تھے
کہ دنیا خود بخود پیدا ہوئی ہے اور خود بخود فنا ہو جاتی ہے پھر عبادت کسکی کرین اونکی شبہات دفع کرنے
کے واسطے یہ دلیلین وجود صانع کی ہوگئین یعنی انسان جسمین بے انتہا عجائبات موجود ہین اور
اتنی چوڑی زمین اور ایسا بلند آسمان اور ایسے لذیذ پھل خود بخود نہین پیدا ہو سکتے بیشک اونکو
کسی صانع نے پیدا کیا وہی اللہ ہے اوسی کی عبادت چاہیے۔ تیسرے کہ مشرکین جو خدا
کے ساتھہ پرستش بتون وغیرہ کو بھی شریک کرتے تھے اونکو اللہ نے سمجھایا کہ پرستش
اوس کی چاہیے جس نے یہ سب چیزین پیدا کین تمہارے بتون نے کیا پیدا کیا ہے اونکی
پرستش کیون کرتے ہو۔ اللہ کی مخلوقات بے انتہا ہے یہان صرف وہ پانچ چیزین ذکر کین
جنپر غور کرنے کا بندونکو ہر وقت موقع ملسکتا ہے۔ ورنہ جس چیز کو غور کرو وہ اللہ کے وجود کی گواہی
دے رہی ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایک ملحد نے بحث کی جو اللہ کے وجود کا

عبادت کیجاوی - اوس مخلوق کیطرف توجہ عین اللہ کی طرف توجہ ہوگی اور قبلہ بنانے کی لایق وہ
مخلوق ہی جس مین عجیب وغریب خواص ظاہر ہون جیسے مذیون مین گنگا - اور درختون مین تلسی -
یہ تفصیل اون مشرکین کے مذاہب کی تھی جو عبادت مین خدا کے ساتھہ اورونکو شریک کرتے ہین
اور عبادت کے سوا اور صفتون مین خدا کے ساتھہ شریک پیدا کرنے والے بے انتہا ہین -
اونہین مین سے وہ لوگ بھی ہین جو ذکر مین اورونکو خدا کے ساتھہ برابر کرتے ہین اور خدا کا نام کیطرح
اورونکا نام بھی اونکے رضامند کرنے کے واسطے ذکر کرتے ہین - اور اونہین مین سے وہ لوگ بھی
ہین جو ذبح اور نذر اور قربانیون مین اورونکو خدا کے ساتھہ برابر کرتے ہین - اور اونہین مین سے
ہین وہ لوگ بھی جو نام رکھنے مین اپنے آپ کو اورونکا بندہ اور عبد کہتے ہین - اور یہ نام رکھنے مین شرک ہی
اور اونہین مین سے وہ لوگ بھی ہین جو بلاؤنکے دفع کرنے کے لئے اور اونکو پکارتے ہین اور فائدے
حاصل کرنے کے لئے بھی نہ صرف بطریق توسل بلکہ بطور مستقل اورونکی طرف رجوع کرتے ہین - اور
اونہین مین سے وہ بھی ہین جو ہر چیز کا علم اور ہر ایک طرح کی قدرت ثابت کرنے کے موقع پر اورونکا
نام بھی اللہ کے نام کے ساتھہ برابر کرتے ہین - چنانچہ نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عباس سے
روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے یون کہا کہ ماشاء اللہ و
یعنی جو اللہ چاہے اور تم چاہو وہی ہوگا تو حضرت نے فرمایا جعلتنی للہ ندا بل - اشاء اللہ وحدہ یعنی
بنادیا تو نے مجھکو اللہ کی برابر بلکہ اکیلا اللہ جو چاہے گا وہی ہوگا - یہ بھی جان لینا چاہیے کہ جسطرح
غیر اللہ کی عبادت شرک اور کفر ہے اسی طرح غیر اللہ کے بالاستقلال اطاعت بھی کفر ہے - بالاستقلال
اطاعت غیر سے یہ مراد ہے کہ اوسکو اللہ کا حکم پہونچانیوالا نہ سمجھتا ہو - اور پھر اوسکی اطاعت اور تقلید
کو اپنے اوپر لازم سمجھہ لے اور اگرچہ اوسکو یہ معلوم ہو جاوے کہ اوسکا حکم اللہ کے حکم کے مخالف ہے
پھر بھی اوسکی پیروی نہ چھوڑے - یہ بھی ایک قسم خدا کے ساتھہ اورونکو برابر بنانے کی ہے -

جو پیدا کرنیوالا ہے پھر اور دیوتا خدا کے ساتھہ عبادت مین کیون شریک کرتے ہو - اس آیت
کی تفسیر مین مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مذاہب مشرکین کی تفصیل بیان کی ہے
جسے ہم بھی نقل کرتے ہین اور وہ یہ ہے کہ جہان مین آجتک کسی شخص نے وجوب اور علم اور
حکمت اور قدرت مین دوسرے کو اللہ کا سر نیک نہیں ہے الا تلاد کے سوا اور صفات مین اللہ کے
شریک بنائے ہین - ایک گروہ کا یہ اعتقاد ہے کہ جہان کے پیدا کرنے والے دو ہین ایک حکیم جو
نیکیونکو پیدا کرتا ہے اور دوسرا بیوقوف جو برائیونکو پیدا کرتا ہے - دوسرا گروہ ثنویین کا ہے جو
یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ اگرچہ علم اور قدرت اور حکمت اور وجوب اللہ سے مختص ہے صفتین اوسکے
سوا کسی اور کو حاصل نہین مگر اوس نے جہان کا انتظام ستارون سے متعلق کردیا ہے - تمام نیکی بدی کا
بندوبست اونہین کی سپرد ہے اگر ہم ستارون کی ارواح کی پوجا کرین گے تو وہ سب بخواہ ہماری
کارروائیان کردینگے - تیسرا فرقہ ہنود کا ہے جو کہتے ہین کہ روحانیات غیبی عالم کا بندوبست کرتی
ہین اونکی صورتین رنگارنگ کی ہین جو ہمکو نظر نہین آتین - ہمکو چاہیے کہ خوبصورت جسمون سے مثلاً
چاول اور سونے اور چاندی سے اونکی صورتین بنا کر پرستش کرین تو وہ ارواح ہم سے راضی ہونگی
چوتھا فرقہ پیر پرستون کا ہے جو یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ جب کوئی بزرگ شخص بہت سی ریاضت کرتے
کرتے یہ مرتبہ حاصل کرلیتا ہے کہ اوسکی دعائین قبول ہوا کرتی ہین اور اوسکی شفاعت کو اللہ منظور
کرلیتا ہے ایسا شخص جب اس دنیا سے گذر جاتا ہے تو جو کوئی اوسکی صورت کا تصور کرتا ہے اور
اور اوسکی نشست برخاست کے مکان مین یا اوسکی قبر پر سجدہ کرتا ہے اور کمال عاجزی ظاہر کرتا ہے
تو اوس بزرگ کی روح کو جو ہر چیز کا علم حاصل ہوتا ہے اسکی بھی خبر ہوتی ہے اور وہ دنیا اور آخرت مین
اوسکی شفاعت کرتا ہے - پانچوان جاہلونکا گروہ ہے جسکا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ کی ذات اس سے
پاک ہے کہ اوسکی کوئی عبادت کرے - بلکہ عبادت کا طریقہ یہ ہے کہ اوسکی مخلوق مین کسی کو قبلہ توجہ بنا کر

جو اللہ کے سوا ہین اگر ہو تم سچے ... نے توحید کا مسئلہ سمجھا دینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی نبوت ... دلیل سے ثابت فرما ... نہاست قرآن کا ہے چنانچہ اللہ نے
فرمایا کہ ہمنے اپنے بندے پر جو قرآن نازل کیا ... ہین شک ہو تو ایک سورۃ تو اوسکی
مثل بنا لاؤ اور تم اگر سچے ہو تو اس کام مین اپنے سارے ... سورت قرآن کے
ایک ایسے ٹکڑے کو کہتے ہین جسکا نام جدا مقرر ہو کم سے کم او ... ہین - عرب کے
لوگون کو اپنی فصاحت اور زباندانی پر ... بڑا دعوے تہا اور بہت ... گہمن فصاحت
زبان کا ہی تہا اس لئے اللہ تعالے نے اونکے عاجز کرنے کے واسطے فص ... ہی معجزہ
بہیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عمر اوسی قوم مین رہے اور وہین حضرت سے
اور ظاہر ہین حضرت کو لکہنے پڑہنے کا کبہی اتفاق نہین ہوا اور پہر حضرت نے قرآن کو اوسکے
پیش کیا اور بہ ذلے بلند اللہ کی طرف سے یہ آیت سنائی جو سورۃ ہود مین ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ کیا وہ یہ
کہتے ہین کہ اپنی طرف سے پیغمبر نے بنا لیا ہے قرآن کو تو کہدے کہ لاؤ دس سورتین مثل اوسکی اسیطرح
اپنی طرف سے بنائی ہوئی - اور بلا لو جس جس کو بلا سکتے ہو اللہ کے سوا اگر ہو تم سچے - اگرچہ پوری
برابری اوسوقت ہوتی کہ قرآن کی برابر ایک ایسی ہی فصیح کتاب وہ بھی بنا لیتے مگر اونکا عجز اسی طرح
ظاہر کرنے کے واسطے صرف دس سورتین ہی اونسے طلب کی گئین مگر وہ بالکل عاجز ہو گئے جب
اس مین عاجزی اونکی ظاہر ہو گئی تو اس موقع پر اللہ نے صرف ایک سورت ہی اون سے طلب
کی سب سے چہوٹی سورت قرآن مین قل ہو اللہ یا انا اعطینا ہی اگر اتنی عبارت بھی وہ قرآن کی مثل
بنا لیتے تو اس آیت کی تکذیب کا موقع اونکو ملجاتا مگر وہ اتنی عبارت بنا لینے پر بہی قادر نہوئے بلکہ
ہمیشہ اون کو قرآن کی فصاحت کے بمثل اور لاجواب ہونے کا اقرار ہی کرنا پڑا اس سے بڑہکر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل اور کیا ہوگی اور سب سے زیادہ ایک عجیب بات

اللہ نے جن کی اطاعت فرض کی ہے وہ چھ گروہ ہین ۔ اول دن مین پیغمبر ہین جن کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے اسلئے کہ اللہ کے احکام پر بغیر اونکے وسیلے کے اطلاع نہین ہوسکتی انبیا کی اطاعت مین بھی یہ قید لگائی گئی ہے کہ اونہین امور مین اونکی اطاعت واجب ہے جو احکام اللہ کیطرف سے بیان کرین اور جو امور انبیا اپنی طرف سے بطور اجتہاد کے بیان کرین اونکی اطاعت مین رخصت دیگئی ہے چنانچہ بریرہ سے اولاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم فرمایا کہ اپنے شوہر کو اختیار کرلے اور جب اوس نے پوچھا کہ یہ حکم بطور رسالت کے ہے یا بطور سفارش و نصیحت کے آپ یہ مشورہ دیتے ہین ۔ آپنے فرمایا کہ یہ حکم بطور رسالت نہین بلکہ ہمنے بطریق مشورت کے بیان کیا ہے چاہے مان اور چاہے نہ مان ۔ اور نیز رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ امور دنیا کو تمہین خوب جاننے والے ہو ۔ دوسرا فریق مجتہدان شریعت اور شیوخ طریقت کا ہے کہ اونکے حکم کا ماننا بھی بطور واجب مخیر کے عوام پر لازم ہے (واجب مخیر سے یہ مراد ہے کہ کسی مجتہد کی تقلید واجب ہے خواہ کوئی سا مجتہد ہو جسکا حکم مان لیا واجب ادا ہوگیا) تیسرا فریق سلاطین و امرا و حکام کا ہے اونکے احکام دنیاوی انتظام کے واسطے رعایا کو ماننا واجب ہین ۔ چوتھے شوہر کی اطاعت عورت پر واجب ہے ۔ پانچوین والدین کی اطاعت اولاد پر واجب ہے ۔ چھٹے مالک کی اطاعت غلام پر واجب ہے ۔ ان پانچ فرقونکی اطاعت مین یہ بھی شرط ہے کہ اونکا حکم خدا اور رسول کے حکم کے خلاف نہو ۔ اسلئے اللہ کی نافرمانی کے حکم مین کسیکی اطاعت واجب نہین یہانتک علامہ دہلوی کے کلام کا ملخص مذکور ہوا ۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ اور اگر ہو تم شک مین اوس چیز سے جو اوتاری ہمنے اپنے بندے پر تو لاؤ ایک سورت اوسکی مانند اور بلاؤ اپنے مددگاروں کو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا تھا پس جب اونکا بیان ٹھیک نہین تو اور کسکا بیان صحیح ہو سکتا ہے اون سب کا بیان تو ٹھیک نہوا اور زمانہ رسالت سے تیرہ سو برس کے بعد آج سید احمد خان جو بیان کرین وہ ٹھیک ہو بھلا کوئی عقلمند اس پر یقین کر سکتا ہے ۔ خدا کو ہم وہنکے پاوں ناہون سے تشبیہ نہین دیتے بلکہ دونو جہان کا مالک اور خالق جانتے ہین ۔ رسول کو ہرگز خدا کا وزیر نہین بناتے بلکہ خدا کے احکام ظاہر کر دینے والا جانتے ہین وحی کہ ہے ۔ خدا کا کلام اور پیغام جانتے ہین اور جبرئیل بیشک وہ فرشتہ ہے جو اللہ کا پیغام رسول کے پاس پہونچاتا تھا اور یہ امر مفسرین وغیرہ علماے اسلام نے اپنی طرف سے قرار نہین دیا بلکہ مخبر صادق نے بھی خبر دی ہے اور انبیاء سابقین کی وحی بھی اسی طرح تھی اور حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے سوقت تک جتنے پیغمبر اور اونکی منبع ہوے اون سب کا اسی پر اتفاق ہے اور تمام آسمانی کتابین جنی توریت اور انجیل اور زبور وغیرہ اور قرآن سب اسی کو ثابت کرتی ہین ۔ پھر کیا ایسے ثبوت کے مقابلہ مین سید صاحب کا خیال ٹھیک ہو سکتا ہے ہرگز نہین ۔

قولہ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر مین ارقام فرماتے ہین کہ آسمان پر جبرئیل خدا کا کلام سنکر آنحضرت کو دیتے تھے اور وہ پیغام کہدیتے تھے اس تقریر پر اونکو یہ مشکل پیش آئی

قول اول ہم حاصل عبارت تفسیر کبیر کا نقل کرتے ہین اور اوس کے بعد جو خدشات سید صاحب کے ہین اونکا جواب دینگے ۔ امام کا مطلب یہ ہے اگر کسی کو یہ خدشہ ہو کہ جبرئیل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لاتے تھے اونکو اللہ کا کلام جسمین حرف اور صوت نہین کسطرح معلوم ہوتا تھا اسکا جواب جو امام نے دیا ہے اوسکا ماحصل یہ ہے کہ یہ بات اللہ کی قدرت سے باہر نہین ہے کہ کسی طرح جبرئیل کو اپنے کلام پر واقف کر دے بہت سی صورتین ایسی ہو سکتی ہین منجملہ اس کے تین صورتین اونہون نے بطور احتمال کے ذکر بھی کی ہین ۔ اول یہ کہ اللہ تعالے نے

اس معجزے مین ایسی ہے جو نہ انبیاے سابقین کے کسی معجزے مین اور نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور معجزات مین ظاہر ہوئی وہ یہ ہے کہ آج بھی اس معجزے کا ظہور اوسیطرح ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تھا یعنی آج بھی کسی کو یہ مجال نہین کہ ایک سورت مثل قرآن کی سورت کے بنا سکے اور نہ آجتک ہوئی اور نہ آیندہ کبھی ہو۔ پس اور معجزات تو صرف ایک وقت خاص مین ظاہر ہوئے اور یہ معجزہ برابر قیامت تک ظاہر رہیگا اور سنی مانی مین سیلڑہ کذاب نے بہت عبارتین آیات قرآنی کے مقابلہ مین بنائین اور بڑی سورتون سے معارضے کی جرات نہ پڑی تو چھوٹی چھوٹی سورتون سے اوس نے معارضہ کرنا چاہا مگر وہ ایسی تھین کہ قرآن کی فصاحت کے مقابلے مین خود اہل عرب بھی اونکو قابل مضحکہ سمجھتے تھے ف اس موقع پر عبد نا کا لفظ اسواسطے اختیار کیا کہ منصب رسالت کے لائق وہی شخص ہوتا ہے جسمین بندگی اور عبودیت کمال اخلاص کے ساتھ پائی جائے۔ پس درحقیقت عبودیت ہی تمام کمالات کی اصل ہے ف مانزلنا کے لفظ سے جو قرآن کا اللہ کی طرف سے نازل ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہی تمام مسلمانونکا اعتقاد ہے اس کا سید احمد خانصاحب نے اپنی تفسیر مین انکار کیا ہے چنانچہ ہم اس موقع پر بقدر حاجت اونکے اقوال نقل کرکے مفصل جواب دیتے ہین متوکلا علی اللہ ومستعینا بہ

قولہ وحی تو وہی ہوتی ہے جو خدا سے پیغمبر کو دیجاتی ہے مگر اگلے مفسرون نے اسکا بیان کر دیا کیونکر دیجاتی ہے ٹھیک طور پر نہین کیا اونہون نے خدا رسول کو دنیا کے بادشاہ وزیر کی مانند اور وحی کو بادشاہ کے کلام یا حکم یا پیغام کی مانند سمجھا ہے اور جبرئیل کو ایک مجسم فرشتہ بادشاہ و وزیر مین ایلچی پیغام لیجانے والا قرار دیا ہے۔

اقول اگلے مفسرون مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور تابعین اور تمام سلف صالحین شامل ہین اون سب نے وحی کی نسبت یہ ارشاد کیا ہے کہ خدا کا فرشتہ پیغام لیکر

بغیر واسطہ نبی کے اسلام سکھا دے اور با اینہمہ اوسکی حکمت اور مصلحت مقتضی اس امر کی ہوئی
کہ بواسطہ انبیا کے اپنے احکام بندونکے پاس پہونچاوے اسیطرح اوسکو یہ بھی اختیار تہا کہ
بغیر واسطہ جبرئیل کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سکھا دے مگر حکمت اوس کی مقتضی
اس امر کی ہوئی کہ بواسطہ جبرئیل کے اس پیغام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچاوے
اگرچہ اللہ کی حکمتون اور مصلحتون کو پورا پورا سمجھہ لینا انسان کے اختیار سے باہر ہے۔ مگر قرآن کے
بواسطہ جبرئیل نازل ہونے کی بہت کہلی ہوئی مصلحت ایک تو یہ ہے کہ اگر قرآن بواسطہ فرشتہ
کے نہ آیا ہوتا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مین ہی القا ہوگیا ہوتا تو یون سمجہا جاتا کہ یہ
الفاظ خدا کی طرف سے نہین اوترے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے کہدئے
ہین اور قرآن اسطرح منزل من اللہ نہ سمجہا جاتا جیسا کہ اب سمجہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔
پہر سید صاحب نے یہ لکہا ہے کہ اون آوازون کے بعد جبرئیل کو خدا نے کیونکر بتایا کہ یہ وہی عبارت ہے
جو اونہین آوازون سے۔ اون سے تو جاننا محال تہا کیونکہ دور لازم آتا ہے یہ تقریر نہایت
عجیب ہے اس لئے کہ اگر یہ فرض کیا جاے کہ کلام الہی کے الفاظ بھی اونہین آوازون سے
معلوم ہوئے اور یہ امر بھی کہ یہ کلام الہی ہے اونہین آوازون سے معلوم ہوا اس مین دور کی کیا
صورت ہے دور تو جب ہوتا کہ جب ایک کا جاننا دوسرے پر موقوف ہوتا یعنی خدا کا ہم جاننا اون
آوازون کے جاننے پر موقوف ہوتا اور اون آوازون کا جاننا خدا کے کلام جاننے پر موقوف ہوتا اور
یہان یہ صورت واقع نہین کیونکہ اون آوازونکا جاننا خدا کے کلام جاننے پر موقوف نہین پہر دور کی
کیا صورت ہے علاوہ اس کے ممکن ہے کہ بیان اوس عبارت کا بواسطہ اون صوات کے ہو اور تعلیم
اس امر کی کہ یہی عبارت کلام الہی ہے بواسطہ لوح محفوظ یا اعطاء قوت سماع کے ہو اور قادر مختار
کے فعل مین اس گفتگو کی مجال نہین کہ وہ عبارت بذریعہ اصوات کیون ادا کی اور یہ مضمون بسرحی

جبرئیل مین قوت سماع اس قسم کی پیدا کردی ہو کہ اللہ تعالے کے کلام بے حرف وصوت کو سن سکے
اور پہر ایسی عبارت پر قادر کردیا ہو کہ اوس کلام قدیم کو بیان کرسکے - دوسری صورت یہ ہوسکتی ہی
کہ اللہ تعالے نے لوح محفوظ مین اپنی کتاب کو اسی نظم خاص کے ساتھہ پیدا کردیا ہو اور اوس کو
جبرئیل نے پڑھ لیا ہو - تیسری صورت یہ ہوسکتی ہی کہ خدا نے اس نظم مخصوص کی آوازین ٹکڑے
ٹکڑے کرکے کسی جسم سے نکالین ہون اونکو جبرئیل نے یاد کرلیا ہو پہر اللہ نے اوس کو اسبات
کا یقین دلایا ہو کہ یہی عبارت ہے جس سی اوس کا کلام قدیم ادا ہوتا ہی - سید صاحب لکھتے ہین
کہ ان باتو پر آج لوگ ہنستے ہین مگر مین کہتا ہون کہ اللہ کو اس امر پر قادر کہنا کہ وہ کسی طرح جبرئیل
کو اپنے کلام پر آگاہ کردے کوئی ہنسنے کے قابل بات نہین بلکہ جو اسکا انکار کرتا ہے وہ خدا کی
قدرت کا انکار کرتا ہے - پہر سید صاحب یہ کہتے ہین کہ خدا نے آنحضرت ہی مین ایسی سماعت
یا لوح محفوظ مین سے پڑھ لینے کی قدرت یا جس جسم مین سے وہ آوازین نکلتی تہین اون سے
کلام سمجھنے کی طاقت کیون نہین پیدا کی جو خدا کا کلام سن لیتے اور سمجھہ لیتے تاکہ اس تکلیف کی
کہ جبرئیل سنین پہر اوس کی عبارت بنائین پہر آنحضرت کو آکر سنائین حاجت نہ رہتی اسکا جواب یہ ہے
کہ بیشک اللہ اپنے رسول کو بہت سی باتین بغیر واسطہ جبرئیل کے بہی بتا دیتا تہا مگر قرآن اول سے
آخر تک بواسطہ جبرئیل کے نازل ہوا ہی - اللہ کے کلام کی مصلحتین اللہ ہی کو معلوم ہوتی ہین
انسان کی عقل ناقص اللہ کے سارے کاموں کی حکمت اور مصلحت معلوم نہین کرسکتی وہ قادر
مختار ہے اوسکو سب کچھہ اختیار ہے جو کام جسطرح چاہے کرے پس یہ کہنا کہ یہ کام اوس نے
یون کیون نہ کیا یون کیون کیا درحقیقت اوس کی قدرت اور اختیار مین کلام کرنا ہے - ہم
سید صاحب سے پوچھتے ہین کہ خدا کو انبیا کے بہیجنے کی کیا ضرورت تہی اوسکو یہ بہی قدرت تہی
کہ اپنے بندونکو بغیر واسطہ نبی کے اسلام سکھا دیتا پس جسطرح اوسکو یہ قدرت تہی کہ اپنے بندو

نازل ہوے دین اسلام خدا نے سکھایا ہے نبی نے اپنی طرف سے نہین بنا لیا اسی وجہ سے
مسلمان نبی کی اطاعت بعینہ خدا کی اطاعت جانتے ہین - جو بات کہ انسان سے بتقاضاے فطرت
اور بمقتضاے جوش دل نکلتی ہے کیا ضرور ہے کہ وہ ہمیشہ صحیح ہوا کرے بلکہ اوس مین اکثر غلطی بھی ہوا
کرتی ہے پس اگر قرآن اور دین اسلام بھی اسی طرح نبی کی فطرت اور جوش کا حاصل سمجھا جاے
تو اوسکی صحت مین بھی بہت سا کلام آجاے گا - اور یہ جو سید صاحب نے کہا ہے کہ نبی کو دل
اور دماغ اور اعضا کی خلقت کچھہ جدا قسم کی ہوتی ہے - اسکی بھی قرآن تکذیب کرتا ہے اس لیے کہ
جابجا قرآن مین موجود ہے قل انما انا بشر مثلکم یعنی اللہ فرماتا ہے کہ اے محمدؐ تو کہدے کہ مین تمہاری
مثل آدمی ہون پس اگر نبی کے اعضا کی بناوٹ کسی اور قسم کی ہوتی ہے تو اور آدمیون کے مثل
اونکا ہونا کیونکر صحیح ہوتا - پھر سید صاحب کے کلام مین ایک عجیب تناقض بھی ہے کبھی تو وہ کہتے
ہین کہ جسمین اخلاق انسانی کی تعلیم کا مادہ ہوتا ہے وہ نبی ہوتا ہے اور کبھی وہ کہتے ہین کہ لوہار
اور شاعر اور طبیب بھی اپنے اپنے فنون کے پیغمبر ہوتے ہین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت
تعلیم اخلاق سے مختص نہین یہ عجیب خبط ہے نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات اسکے بعد سید صاحب نے
پھر صاف یہ کہا ہے کہ خدا اور پیغمبر مین بجز نبوت کے جسکو ناموس اکبر اور زبان شرع مین جبرئیلؑ
کہتے ہین اور کوئی ایلچی پیغام پہونچانیوالا نہین ہوتا - یہ ساری تقریر بین کفر اور زندقہ اور درحقیقت
انکار نبوت رسولؐ اور انکار مذہب اسلام کا ہے - اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ سید صاحب بھی نہین
بیان کر سکتے کہ نبی پر خدا کی طرف سے پیغام لانے کا اعتقاد کہنا اور جبرئیلؑ کو خدا کا فرشتہ اور انبیا کے
پاس خدا کا پیغام لانے والا ماننے مین کیا مشکل پیش آتی ہے جسکی وجہ سے اونہون نے ایک ایسے
ضروری امر کا انکار کیا کہ اسلام کا دامن ہی ہاتھہ سے چھوٹ گیا جو امر آدمؑ سے آنحضرتؐ تک تمام انبیا اور
اونکے متبعین کو مسلم تھا اور نصوص قرآنی اور احادیث نبوی اور نیز کتب انبیاے سابقہ اوسکی تصدیق کرتی ہین

کیون بیان کیا بفعل مایشاء ویحکم مایرید۔

قولہ نبوت درحقیقت ایک فطری چیز ہے جو انبیا مین بمقتضای اوسکی فطرت کے مثل دیگر قوای انسانی کے ہوتی ہے جسطرح کہ تمام ملکات انسانی اوسکی ترکیب اعضا دل ودماغ وخلقت کی مناسبت سے علاقہ رکھتی ہین اسی طرح ملکہ نبوت بھی اوس سے علاقہ رکھتا ہے۔ یہ بات کچھہ ملکہ نبوت پر ہی موقوف نہین ہزارون قسم کے جو ملکات انسانی ہین بعضی دفعہ کوئی خاص ملکہ کسی خاص انسان مین ازروے خلقت اور فطرت کے ایسا قوی ہوتا ہے کہ وہ اوسی کا امام یا پیغمبر کہلاتا ہے۔ لوہار بھی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہوسکتا ہے شاعر بھی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہوسکتا ہے۔ ایک طبیب بھی اپنے فن طب کا امام یا پیغمبر ہوسکتا ہے اور جسمین اخلاق انسانی کی تعلیم وتربیت کا ملکہ بمقتضای اوس کی فطرت کے خدا سے عنایت ہوتا ہے وہ پیغمبر کہلاتا ہے۔ اور جب وہ ملکہ قوی ہوتے ہوتے اپنے کمال کو پہونچ جاتا ہے اوس کو عرف عام مین بعثت سے تعبیر کرتے ہین۔

اقول سید صاحب نے جو کچھہ لکھا اوسکا حاصل تو یہ ہے کہ نبی کے احکام خدا کے احکام نہین ہوتے بلکہ جو کہتا ہے نبی اپنی طرف سے کہتا ہے یہ سب اوسی کے خیالات ہین۔ اور جو شخص دنیا مین تہذیب سکھلانے کا شوق رکھتا ہے وہی نبی ہوتا ہے اس کے سوا نبوت اور کچھہ چیز نہین۔ سید صاحب کی اس تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید سید صاحب خود بھی اپنے آپکو نبی کہلانا چاہتے ہین اسلئے کہ اشاعت تہذیب کے وہ بھی مدعی ہین اگر یہ سارے خیالات صرف نبی کے مانے جائین تو معاذ اللہ نہ قرآن قابل اعتماد رہے نہ دین اسلام کی کچھہ وقعت باقی رہے بلکہ یہ سمجھا جاے کہ نبی نے یہ ساری باتین اپنی طرف سے بنالی ہین۔ حالانکہ ہر مسلمان کا یہ اعتقاد ہے کہ قرآن کے الفاظ نبی کے الفاظ نہین بلکہ بعینہ یہی الفاظ خدا کی طرف سے بواسطہ جبرئیل کے نازل ہوتے ہین اور جو احکام وحی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے وہ سب بھی اللہ کیطرف سے

من کان عدوا للہ وملئکتہ ورسلہ وجبریل ومیکال فان اللہ عدو للکفرین
جو کوئی دشمن ہو اللہ کا اور اوسکے فرشتونکا اور اوسکے رسولون اور جبرئیل کا اور میکائیل کا تو بیشک اللہ
دشمن ہے منکرونکا۔ ان دونو آیتون سے معلوم ہوتا ہی کہ کفار جبرئیل کے دشمن تہے اور اسی
سے ظاہر ہے کہ جبرئیل صرف اوس قوت کا نام نہا جس سے تعلیم اخلاق کا جوش ہوتا ہے
بلکہ کسی شخص کا نام تہا جس نے قرآن پیغمبر کے دل پر اوتارا اور اوسی قسم کا ایک دوسرا شخص
میکائیل بہی ہے اوس سے بہی کفار دشمنی رکہتے تہے۔ پیغمبر سے اور اونکی صفات سے
کافرونکو دشمنی تہی اوسکا بیان تو رسلہ مین ہوگیا۔ پہر اوس کے بعد جو جبریل اور میکائیل کا ذکر کیا
تو معلوم ہوا کہ وہ پیغمبرون سے جدا کوئی شخص ہن۔ قرآن محاورات قریش کے مطابق نازل ہوا ہے
اور وہ ہرگز جبریل اور میکائیل کے لفظ سے قوت تعلیم اخلاق مراد نہین لیتے تھے۔ اب سید صاحب
نے ان سب قرائن کو چہوڑکر اور اس آیت کے ماقبل اور مابعد سے چشم پوشی کرکے یہ جو کہا کہ
دل پر اوتارنیوالی وہی چیز ہوتی ہے جو انسان کی فطرت اور خلقت مین داخل ہو۔ اور جو چیز
اوس سے جدا ہو وہ دل پر اوتارنے والی نہین ہوتی یہ اونکی غلط فہمی ہے۔ جب کوئی
شخص کسی بات کو خوب سمجہا دیتا ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ بات اوس نے ہمارے دلنشین
کردی خواہ وہ بات اوس نے کسی اشارے سے سمجہادی ہو یا زبان سے کہکر ہمین سنادی ہو
بہرحال کسی طرح کسی چیز کا علم آوے دل ہی مین آتا ہی پس اگر خدا کے فرشتے جبریل نے نازل
ہوکر خدا کا کلام پیغمبر کو سمجہادیا اور اونکو دلنشین کردیا تو یہی کہا جائیگا کہ اونکو دل مین ڈالدیا۔
اس سے یہ تو لازم نہین آتا کہ جبریل صرف جوش تعلیم اخلاق کا نام ہے اور پیغمبر کی ذات
سے جدا کوئی چیز نہین۔

قولہ یہی مطلب قرآن کی بہت سی آیتون سے پایا جاتا ہے جیسے کہ سورۂ قیامت مین فرمایا ہے

اونکا انکار کرنا مسلمانونکا کام نہین ومن یضلل اللہ فمالہ من ہاد۔ پھر سید صاحب بطور تمثیل کے لکھتے ہین جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جسطرح مجنون بغیر بولنے والے کے اپنے کانون سے آوازین سنتے ہین تنہا ہوتے ہین مگر اپنی آنکھونسے اپنے پاس کسی کو کھڑا ہوا دیکھتے ہین یہی حالت وحانی تربیت کے جوش مین پیغمبر کی ہوتی ہے۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔ سید صاحب کی اس تقریر سے یہ ظاہر ہوگیا کہ پیغمبرونکی اکثر باتین ایسی ہوتی ہین جن کی کچھ اصل نہین ہوتی اور بے اصل خیالات کو وہ اپنی بے خبری مین اصلی اور واقعی سمجھ لیتے ہین اگر معاذ اللہ یہ مانا جاوے تو پھر کوئی پیغمبرونکے اقوال واجب الاتباع نہ ٹہیرینگے اور نہ اونکی باتین اعتبار کے قابل مانی جاوینگی۔ اور پھر انبیا کو مخبر صادق کہنا کیونکر صحیح ہوگا اسلئے کہ جو خبر وہ بیان کرینگے اوس مین یہ احتمال موجود ہوگا کہ شاید اسی قسم کا اونکو وہم ہوگیا ہوگا۔

قول خدا نے بہت سی جگہ قرآن مین جبرئیل کا نام لیا ہے مگر سورۂ بقر مین اوسکی ماہیت بتادی ہے جہان فرمایا ہے کہ فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ۔ جبرئیل نے تیرے دل مین قرآن کو خدا کے حکم سے اُتارا ہے دل پر اتارنے والی یا دل مین ڈالنے والی وہی چیز ہوتی ہے جو ذاتی انسان کی فطرت مین ہو نہ کوئی دوسری جو فطرت سے خارج اور جو اوسکی خلقت سے جسکے دل پر ڈالی گئی ہے جدا گانہ ہو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسی ملکۂ نبوت کا جو خدا نے انبیا مین پیدا کیا ہے جبرئیل نام ہے۔

اقول افسوس کہ سید صاحب نے اس آیت کے ماقبل اور مابعد کو غور نہین کیا۔ اللہ تعالے فرماتا ہے قل من کان عدوا لجبرئیل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ مصدقا لما بین یدیہ وہدی وبشری للمومنین یعنی تو کہدے جو کوئی دشمن جبرئیل کا ہے بیشک جبرئیل نے اتارا ہے قرآن کو تیرے دل پر اللہ کے حکم سے تصدیق کرنیوالا اوسکی جو اوس سے آگے ہے اور ہدایت اور خوشخبری مومنین کے لئے

یحرکھما وقال سعید انا احرکھما کما رایت بن عباس یحرکھما فحرک شفتیہ فانزل اللہ لاتحرک
بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرآنہ قال جمعہ لک صدرک وتقرءہ فاذا قرانا ہ فاتبع
قرآنہ قال فاستمع لہ وانصت ثم ان علینا ان تقرءہ فکان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بعد ذلک اذا اتاہ جبریل استمع فاذا انطلق جبریل قرءہ النبی صلی اللہ علیہ
وسلم کما قرءہ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ کے قول لاتحرک بہ لسانک کی تفسیر مین
یہ منقول ہو کہ اونہون نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی نازل ہونے مین بہت
تکلیف پایا کرتے تہے اور اپنی دونو ہونٹون کو ہلایا کرتے تہے پہر کہا ابن عباس نے کہ مین ہلا کر
دکہاتا ہون ہونٹون کو جسطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہلایا کرتے تہے اور سعید نے کہا ہے
کہ مین ہلا کر دکہاتا ہون ہونٹون کو جسطرح مین نے ابن عباس کو ہونٹ ہلاتے دیکہا ہے پہر
سعید نے اپنے ہونٹہ ہلا کر دکہائے تو ابن عباس کہتے ہین کہ پہر اوتاری اللہ نے آیت لاتحرک
بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرانہ ۔ جمعہ کے معنی ابن عباس نے یہ کہے ہین کہ جمع کرنا
اوسکا تیرے سینے مین اور یہ کہ پڑھ لے تو اوسکو اور فاذا قرانا ہ فاتبع قرآنہ کی تفسیر اونہون نے یہ
بیان کی کہ قرآن کو سنتے رہو اور خاموش رہو تم ان علینا بیانہ کے معنی اونہون نے یہ بیان کیے
کہ ہمارا کام ہے کہ تو اوسکو پڑھ لے اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تہا کہ جب جبرئیل
نازل ہوتے تو سنتے رہتے ۔ اور جب جبرئیل چلے جاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوس کلام
کو اوسی طرح پڑھ دیتے جیسے جبرئیل نے پڑہا تہا ۔

قولہ اسی طرح خدا تعالے سورہ والنجم مین فرماتا ہے وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی
یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش نفس سے نہین کہتا مگر یہ تو وہ بات ہو جو اوس کے دل مین
ڈالی گئی ہے علمہ شدید القوے ذو مرہ اوسکو سکہایا ہے بڑی قوت والے صاحب دانش نے

ان علینا جمعہ وقرآنہ یعنی ہمارا ذمہ ہی وحی کو تیرے دل مین اکہا کر دینے اور اوسکے
پڑھ دینے کا فاذا قرانا ہ فاتبع قرآنہ پہر جب ہم اوسکو پڑھ چکین تو اوس پڑہنے کی پیروی کر
تم ان علینا بیانہ پہر ہمارا ذمہ ہے اوسکا مطلب بتانا۔

اقول اس آیت مین بہی سید صاحب نے اس کے ماقبل کے جملہ سے آنکہین بند کر لین
پوری آیت یون ہے لاتحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرانہ فاذا قرانا ہ فاتبع
قرآنہ یعنی نہ ہلا تو اوسکے ساتھہ اپنی زبان کو تا جلدی کرے اوس مین بیشک ہمارے ذمہ ہی جمع کر دینا
اوسکا اور پڑہانا اوسکا اور جب پڑہا وین ہم اوسکو تو پیروی کر اوسکے پڑہانے کی اب ہم پوچہتے ہین
کہ بمقتضای سرشت اور فطرت کے تعلیم اخلاق کا جوش جو پیغمبر کے دل مین مانا جاوے تو وہ
صرف مطالب اور معانی کا جوش ہوگا الفاظ کی تخصیص اوس مین نہو گی پہر کیا وجہ تہی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نزول قرآن کے وقت جلد جلد اپنی زبان کو حرکت دیا کرتے تھے وہ کون تہا
جسکے ساتھہ جلدی جلدی پڑہا کرتے تہے جن باتون کا جوش بمقتضای فطرت دل سے اوٹھتا ہو
اونکے بہول جانے کا خوف نہین ہوتا پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا اہتمام کیون تہا اور یہ
جو اللہ نے فرمایا کہ اوسکا تیرے دل مین جمع کرنا اور پڑہا دینا ہمارا کام ہے اسکا مطلب تو یہ ہی
کہ جبرئیل جب قرآن سناوین تو تو اوسکے بہول جانے کا خوف نہ کر اور جلدی جلدی اوسکے ساتھہ نہ پڑہ
بلکہ سنتا رہ ہم اوسکو تیرے دل مین محفوظ رکہین گے اور تو اوسکو بہولے گا نہین اس سے یہ تو
نہین ثابت ہوتا کہ قرآن بواسطہ جبرئیل کے نازل نہین ہوتا تہا۔ اب ہم اس آیت کی تفسیر حبر ابن
عباس رضی اللہ عنہ (جنکی بیان کی ہی صحیح بخاری سے نقل کرتے ہین عن ابن عباس فی قولہ
تعالی لاتحرک بہ لسانک لتعجل بہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعالج من التنزیل
شدۃ وکان مما یحرک شفتیہ فقال ابن عباس فانا احرکہما کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ما کذب الفواد ما رای نہین انکار کیا دل نے جو کچھہ دیکھا یعنی رسول اللہ نے جو کچھہ آنکھون سے دیکھا اوسکو دلمین بھی سچ مانا یہ نہین کہ صرف ایک وہمی خیال سمجھہ لیا ہو افتمارونہ علے مایری کیا تم اے مشرکو جھگڑا کرتے ہو پیغمبر سے اوس امر پر جو اوس نے دیکھا ہی ولقد راٰہ نزلۃ اخری عند سدرۃ المنتہی اور تحقیق پیغمبر نے دیکھا ہے جبرئیل کو دوسری بار نزد یک سدرۃ المنتہی کے روایات صحیحہ سے ثابت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلی صورت پر جبرئیل کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ جبرئیل اول افق پر نظر آئے اور پھر حضرت سے قریب ہوگئے اور دوسری مرتبہ جبرئیل کو اصلی صورتمین آسمان پر سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھا تھا۔ انہین دونو مشاہدونکا ان آیات مین بیان ہوا۔ اب غور کرنا چاہیے کہ جس آیت سے سید صاحب جبرئیل کا واسطہ ہونے پر استدلال کرتے ہین اوسی آیت سے جبرئیل کا واسطہ کیسی وضاحت کے ساتھہ ثابت ہوتا ہی۔ پھر یہ جو سید صاحب لکھتے ہین کہ یہ مشاہدہ اگر انہین ظاہری آنکھون سے تھا تو وہ عکس خود اپنے دل کی تجلیات ربانی کا تھا۔ اس تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اول تو وہ ظاہری آنکھون سے اس مشاہدہ کے ہی منکر ہین۔ حالانکہ اسکا انکار قرآن کا انکار ہی۔ پھر وہ جو دل کی تجلیات کا عکس بتاتے ہین اسکا حاصل بھی یہ ہوا کہ واقع مین کچھہ نظر نہین آتا تھا دل کی تجلیات کا عکس تھا یعنی پیغمبر نے یہ دھوکا کھایا کہ اول کوئی شخص بڑی قوت والا صاحب دانش اونچا افق پر نظر آیا پھر قریب ہوا پھر نیچے اوتر آیا۔ پھر بہت قریب ہوگیا پھر اوسنے وحی بیان کی درحقیقت وہمی خیالات تھے اور اصل مین دل کے عکس کے سوا اور کچھہ نتھا۔ نعوذ باللہ من ذلک جو قصہ ایسی تصریح سے قرآن مذکور ہوا اوسکا انکار قرآن کا انکار ہے پھر اگر کچھہ نتھا تو اللہ نے یہ کیون فرمایا کہ جو کچھہ دیکھا اوس کو دل مین بھی سچ جانا اگر معاذ اللہ وہ دھوکا تھا تو اس مشاہدہ کو دل مین سچ سمجھنا تو بالکل غلط فہمی تھی اور پھر جو اللہ نے منکرون سے خطاب کرکے فرمایا کہ تم اس مشاہدہ پر پیغمبر سے کیون جھگڑا کرتے ہو اس دھوکے کی صورت مین یہ عتاب محض بے محل ہوگا اور پھر اسکے کیا معنی ہونگے کہ اسی طرح

فاستوے وھو بالافق الاعلے پھر ٹھیرا اور وہ بہت بلند کنارہ پر تھا ثم دنی فتدلی پھر پاس ہوا اور
ادھر کھڑا ہوا فکان قاب قوسین او ادنے پھر دو کمانون یا اس سے بھی کم فاصلہ پر رہگیا فاوحی الی عبدہ
ما اوحی پھر اپنے بندے کے دل مین ڈالی وہ بات جو ڈالی یہ تمام مشاہدہ اگر انہین ظاہری آنکھون سے
تھا تو وہ عکس خود اپنی تجلیات ربانی کا تھا جو بمقتضاے فطرت انسانی و فطرت نبوت دکھائی دیتا تھا
اور درحقیقت بجز ملکہ نبوت کے جسکو جبرئیل کہو یا اور کچھ نہ تھا۔ **اقول** اس آیت سے جو سید صاحب
یہ ثابت کرنا چاہتے ہین کہ وحی بواسطہ جبرئیل کے نہین آتی تھی۔ یہ خیال بھی اونکا محض غلط ہے پھر
اس آیت سے یہ ثابت نہین ہوتا بلکہ بواسطہ جبرئیل کے وحی کا نازل ہونا ثابت ہوتا ہے وما
ینطق عن الھوے ان ھو الا وحے یوحی کے معنی یہ ہین کہ پیغمبر اپنی طرف سے کچھ بھی نہین کہتا جو کہتا ہے
یہ قرآن مگر وحی جو اوسکی طرف بھیجی گئی ہے اب وحی کے معنے صرف دل مین ہی ڈالنے کے نہین
بلکہ جو پیغام بواسطہ فرشتہ کے بھیجا جاے وہ بھی وحی ہے بلکہ یہ اعلے قسم وحی کی وہی ہے علمہ
شدید القوے ذو مرۃ سکھایا اسکو بڑی قوت والے صاحب دانش نے۔ سید صاحب نے
بڑی قوت والے صاحب دانش سے اللہ کی ذات مراد لی ہے تاکہ جبرئیل کا واسطہ باقی نہ رہے مگر
ظاہر مراد اوس سے جبرئیل ہے یہی تفسیر اسکی صحابہ نے کی ہے اور مابعد کی آیتون سے بھی اسکا ربط
اسی تفسیر کی بہ بہت درست ہوتا ہے فاستوے وھو بالافق الاعلے پس قایم ہوا وہ اور وہ
بلند کنارے پر تھا۔ اب ہم سید صاحب سے پوچھتے ہین کہ آسمان کی افق پر جس چیز کے نظر آنے کا
ذکر ہے وہ اگر جبرئیل نہین تو اور کون ہے ثم دنی فتدلی پھر نزدیک ہوا پھر اور تر آیا اول آسمان کے
کنارہ پر نظر آنا پھر نزدیک ہونا اور اور تر یہ سب صفتین جبکی تھین وہی جبرئیل تھا فکان قاب قوسین
او ادنی پس ہوگیا بقدر مسلہ دو کمانون کے یا اس سے بھی کم۔ اب سید صاحب انصاف کرین کہ یہ صفت
جبرئیل کے سوا اور کس کی ہے فاوحی الی عبدہ ما اوحی پھر وحی کی اللہ کو بندے کیطرف جو وحی کی

ہم ایک فقرہ اس موقع پر نقل کرتے ہین اور وہ کلام ابوذر کے بھائی حضرت انیس رضی اللہ عنہ کا ہی
اوس کلام مجید کی تعریف مین فرماتے ہین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن گئے تھے
وہ فقرہ یہ ہی وکان انیس احد الشعراء قال انیس لقد سمعت اقوال الکھنۃ فما ھو قولھم
لقد وضعت قولہ علی اقراء الشعراء فما یلتئم علی لسان احد بعدی انہ لشعر واللہ انہ لصادق
انھم لکاذبون انتہو یعنی انیس ایک شاعر تھا اونہون نے کہا کہ مین نے کاہنون کا قول سنا ہی
پر آن اونکا قول نہین اور مین نے اوسکو انواع شعر پر بھی لحاظ کیا پس خاری ہوگا کسی کی زبان پر
میرے بعد کہ وہ شعر ہے واللہ محمد سچا ہے اور سکر جھوٹے ہین بیہقی نے عکرمہ سے روایت
کی ہے کہ ولید بن مغیرہ جو فصاحت مین سید قریش سمجھا جاتا تھا ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے کہنے لگا کہ آپ قرآن مجھ کو سنائین آپنے آیہ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان آخر تک پڑھی
وسنے کہا پھر پڑھو آپنے وہ آیت دوبارہ پڑھی تو اوس نے کہا کہ واللہ اس کلام مین شیرینی ہے
اور بیشک اسمین مزا ہے اوسکی بلندی پھل دینے والی ہے اوسکی پستی شاداب ہی اور نہین کہہ سکتا
اسکو آدمی ابو عبید نے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی نے آیت سنی فاصدع بما تؤمر اوسیوقت
وسنے سجدہ کیا اور کہا کہ مین نے اس کلام کی فصاحت کو سجدہ کیا ہی اور ایک اعرابی نے ایک
شخص کو یہ آیت پڑھتے سنا فلما استیئسوا منہ خلصوا نجیا تو اوس نے کہا کہ مین گواہی دیتا ہون
کوئی مخلوق اس کلام پر قادر نہین ہو سکتا۔ اصمعی نے حکایت کی ہے ایک نے عرب کی ایک
لڑکی سے چند شعر سنے جو نہایت فصیح اور دلچسپ تھے مین نے بڑے تعجب کے ساتھ پوچھا کہ تو نے یہ
فصاحت کہانسے سیکھ لی اوس لڑکی نے جواب دیا کہ یہ کیا فصاحت ہی فصاحت وہ ہی جو اللہ نے
کہا ہی واوحینا الی ام موسی ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ
الیک وجاعلوہ من المرسلین۔ قسطلانی نے مواہب اللدنیہ مین لکھا ہے کہ یحیی بن حکیم

اوسکو سدرۃ المنتہی پر بھی دیکھا ہے اگر دل کی تخلیات کا ہی عکس تہا کیہ ایسا رہتا ہوگا
اس آیت کی تفسیر مین بخاری نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو ایسی صورت مین دیکھا تہا کہ اوسکے چھہ سو بازو تہے **قولہ** وہ ایسی شان سے
جو پیغمبر کے قلب نبوت پر نہ بطور معنی و مضمون کے بلکہ بلفظہ ڈالی گئی تہی **اقول** اگر منشا بیان قرآن کا
کوئی امر فطری کا ناجا جیسے سید صاحب پہلے تصریح کر چکے ہین تو قرآن کا بلفظہ خدا کی طرف سے نازل ہونا
ثابت نہین ہوتا اسلئے کہ ملکہ فطری تو صرف مطالب تہذیب کے بیان کرنے کا جوش پیدا کریگا
تخصیص الفاظ کی کوئی وجہ نہین ۔ اور جب سید صاحب ان الفاظ کو کلام الہی مانتے ہین تو قرآن
کو بطور پیغام کے خدا کی طرف سے نازل ہونا ماننا پڑے گا اور نیز اس صورت مین امر فطری کی کوئی
حاجت نہی اللہ کو اختیار تہا کہ جیسا چاہتا اپنا کلام نازل کرتا جیسا نازل کیا ویسا ہی ہوگیا **قولہ** یہ بات کہ
اوسکی مثل کوئی نہین کہہ سکتا یا کہہ سکتا اوس کے من اللہ ہونے کی دلیل نہین ہوسکتی **اقول** جب یہ بات
مان لی گئی کہ اوسکی مثل کوئی نہین کہہ سکتا تو ثابت ہوگیا کہ مخلوق سے اس قسم کا کلام ممکن نہین اور اس
صورت مین خواہ مخواہ یہی کہنا پڑے گا کہ وہ کلام خالق ہو ۔ یہ تو ایسی کہلی ہوئی دلیل ہے کہ کوئی
اوس مین شک نہین کرسکتا ۔ فصحاے عرب پر قرآن کے منجانب اللہ ثابت کرنے کے واسطے اس
سے بڑہکر اور کوئی دلیل نہین ہوسکتی تہی اس لئے کہ اون مین بہت بڑا کمال فصاحت زبان کا ہی
تہا اور اونکو قرآن سے ضد اور مخالفت بہی بہت تہی اور جہانتک اون سے ممکن تہا وہ اوسکے
جہٹلانے مین کوشش کرنا چاہتے تہے باایں ہمہ وہ ایک چہوٹی سورت کے مثل بنانے سے بھی
عاجز ہوئے تو ایسی صورت مین جو اون مین منصف مزاج تہے وہ خود ہی اس امر کے مقرر ہوگئے کہ بیشک
اللہ کا کلام ہی اور بعض نے عناد کی وجہ سے ظاہر مین اقرار نہین کیا مگر وہ بھی اوسکو اللہ کا کلام
جان گئے صحیح مسلم کی کتاب الفضائل مین اسلام ابوذر غفاری کی ایک حدیث طویل مذکور ہی اوسمین سے

اور جب قرآن پڑہتے تہے تو آنسوون کو روک نہین سکتے تہے اس قصہ سے مشرکین قریش کے
سردارون کو بہت خوف پیدا ہوا اور پیغام بہیجکر ابن دغنہ کو بلایا اور کہا کہ ہمنے ابوبکر کو تیری پناہ مین
امان دیا تہا اور یہ شرط کردی تہی کہ وہ اپنے رب کی اپنے گہر مین ہی عبادت کرے مگر اوس نے اس سے
تجاوز کیا اور اپنے گہر سے باہر ایک مسجد بنالی اور اوس مین نماز اور قرارت کا اعلان کرتا ہم ڈرتے
ہین کہ کہین ہماری عورتون اور بچون کو فتنہ مین نہ ڈالدے تو ان باتون سے اوسکو منع کر اگر وہ اپنی گہر
کے اندر عبادت کر لینے پر راضی ہو تو بہتر ورنہ تو اپنی ذمہ داری اوس سے پہیر لے ہم تجہسے
بہی بد عہدی کرنا نہین چاہتے اور ابوبکر کے اس اعلان کو بہی پسند نہین کرتے چنانچہ جب اوس نے
اس باب مین حضرت ابوبکر سے گفتگو کی تو انہون نے اوکی ذمہ داری پہیر دی اور کہا کہ مین اوس
امر پر راضی ہون کہ آیندہ اللہ کی پناہ مین رہون - اب غور کرنا چاہیے کہ مشرکین عرب کو جو قرآن
کا اعلان ناگوار تہا اور وہ جانتے تہے کہ اسکو سنکر کہین اوکی عورتین اور بچے فتنے مین نہ پڑجاوین اسکی
وجہ بجز اس کے اور کیا تہی کہ وہ اوسکی فصاحت سے حیران ہوکر سمجہہ لینگے کہ بیشک یہ کلام
مخلوق کا نہین بلکہ خالق کا ہے - اسکے علاوہ ہم کہتے ہین کہ قدیم سے سنت انبیا یہی چلی
آتی ہے کہ وہ اپنی نبوت کی تصدیق کے واسطے ایک ایسا امر ظاہر کرتے ہین جو کسی مخلوق سے نہین
ہو سکتا اسی کو معجزہ کہتے ہین اور اسی سے اللہ کی حجت بندون پر تمام ہو جاتی ہے اور منکرین ہورد
غضب الہی ہوتے ہین اور مخلوق کی بہی ہمیشہ سے یہی عادت ہے کہ جو شخص نبوت کا دعوے کرتا ہے
اوس سے معجزہ طلب کرتے ہین اور اسی معجزہ کو ظہور کو اللہ کی طرف سے اوکی تصدیق کی نشانی
سمجہتے ہین اللہ اپنے ان پڑہ اور امی بندونکے مقابلہ مین منطقی اور فلسفی دلیلین نہین پیش کیا کرتا بلکہ
ایسی دلیلین پیش کیا کرتا ہے جسکو ہر دانا اور نادان اچہی طرح سمجہہ لے اور عام بندون کے خیالات اور
طلب کی بموجب اوپر اسطرح حجت تمام ہو جاوے کہ اوسکے مقابلے سے عاجز ہو جاوین اسیطرح سے

اندلسی جو اپنے زمانہ مین فصاحت و بلاغت مین بے نظیر تہا اوس نے قرآن کے مقابلے
کچہہ عبارت بنانے کا ارادہ کیا جب اوس نے سورہ اخلاص پر غور کیا اور اوسکی مثل ایک سورت
چاہی تو اوسپر ایسا خوف اور رعب طاری ہوا کہ اس ارادہ سے اوس نے توبہ کی اور اللہ کی
رجوع کیا۔ اور اوسی کتاب مین لکہا ہے کہ ابن المقفع جو اپنے زمانے کا بڑا فصیح تہا اوس نے
قرآن کے مقابلہ کا ارادہ کیا اور جدا جدا چند سورتین تصنیف کین ایک روز اوس نے ایک لڑ
کو مکتب مین یہ پڑہتے سنا وقیل یا ارض ابلعی ماءک و یا سماء اقلعی وغیض الماء وقضی الامر واستوت
الجودی وقیل بعدا للقوم الظالمین - یہ سنتے ہی وہ لوٹا اور جو کچہہ اوس نے لکہا تہا وہ دہو ڈالا اور
کہا مین گواہی دیتا ہون کہ اسکا معارضہ نہین ہوسکتا - یہ آدمی کا کلام نہین - ان روایتون پر غور
کرنے سے یہ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے کہ عربی زبان کے بڑے بڑے فصحا قران کی فصاحت کو شک
اس امر کا اقرار کر لیتے تہے کہ یہ آدمی کا کلام نہین بیشک خدا کا کلام ہے۔ صحیح بخاری مین روایت
ہے کہ ابتداے اسلام مین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ
کیا راستہ مین سے ایک شخص ابن دغنہ رضی اللہ عنہ اونکو پہر مکہ مین واپس لے آیا اور مشرکین مکہ کو اوس نے
سمجہا دیا اور ابو بکر کو اپنی پناہ مین لے لیا مشرکین مکہ نے ابن دغنہ سے کہا کہ ابو بکر سے یہ کہدے
کہ اپنے رب کی عبادت گہر مین ہی کریں۔ اور گہر مین ہی نماز پڑہین اور وہین جتنا چاہین
قرآن پڑہین۔ ہم چیزون سے ہمکو ایذا نہ دین اور ان چیزون کا اعلان نکرین
اسلئے کہ ہمکو خوف ہے کہ کہین ہماری عورتین اور اولاد فتنہ مین نہ پڑجاوین۔ چنانچہ ابو بکر رضی اللہ عنہ
نے اپنے گہر مین ایک مسجد بنالی وہین نماز پڑہتے تہے۔ اور وہین قرآن پڑہتے تہے اوسوقت
مشرکین کی عورتون اور بچون نے اونکے گرد ایسا ہجوم ہوجاتا تہا کہ گویا اونپر گرے پڑتے تہے
اور وہ تعجب مین بیٹہے تہے اون سے اور دیکہا کرتے تہے اونکی طرف ابو بکر بہت رونیوالی آدمی تہے

ہم سخن فہم ہین غالب کے طرفدار نہین ✣ دیکھین اس سہرے سے کہدے کوئی بڑھکر سہرا ✣
اب سید صاحب خود بھی انصاف کرلین اور جس سے چاہین اوس سے پوچھ لین کہ اس شعر مین شاعر
صرف فصاحت و بلاغت مین اپنے کلام کا معارضہ چاہتا ہے یا کسی اور صفت مین حالانکہ کوئی اشارہ
اس شعر مین اس امر پر نہین کہ معارضہ فصاحت مین مطلوب ہے **قولہ** بلکہ صاف پایا جاتا ہے کہ جو ہدایت
قرآن سے ہوتی ہے اوس مین معارضہ چاہا گیا ہے **اقول** اگر قرآن کا معارضہ ہدایت مین طلب
کیا جاتا تو عرب مین جو اہل کتاب رہتے تھے وہ کبھی عاجز نہوتے اور اونپر حجت ہرگز تمام نہ ہوتی اسلئے
کہ وہ اسکے جواب مین بعضے مضامین توریت و انجیل کے پیش کردیتے جو تحریف سے محفوظ تھے
اور ظاہر ہے کہ جمیع کتب سماوی جو منزل من اللہ ہین ہدایت مین قرآن کے ساتھہ شریک ہین
ثانیا یہ کہ قرآن کی ہدایت مین تو معارضہ اوس سے طلب کیا جاے جو قرآن کی ہدایت کو مانتا ہو اگر
وہ قرآن کو ہادی سمجھتے تو انکار کیون کرتے بلکہ وہ توبت پرستی کے مضامین کو بھی ہدایت سمجھتے
تھے پس اگر اون سے کہا جاتا کہ ایک سورت تو ایسی بنالو جسمین قرآن کی مثل ہدایت ہو تو وہ اپنے
گمان باطل کی بموجب صاف کہدیتے کہ قرآن مین تو کچھہ بھی ہدایت نہین - ہدایت تو اوس کتاب
مین ہوگی جسمین توبت کی تعریف ہو - اور کوئی عبارت توبت کی تعریف مین بنا کر پیش کردیتے اور اوسکی
ہدایت قرآن کی ہدایت سے بڑھکر بتادیتے پس یہ دلیل اونکے مقابلے مین کیا فائدہ دیتی اور وہ عاجز
کیونکر ہوتے البتہ فصاحت و بلاغت ایک ایسی چیز تھی جسکے انکار کی اونکو مجال نتھی اور اسی کے
معارضہ مین عاجز ہونے سے اونپر حجت تمام ہوئی **قولہ** سورہ قصص مین آنحضرت کو صاف حکم دیا
گیا ہے کہ تو کافرون سے کہدے کہ کوئی کتاب جو توریت اور قرآن سے زیادہ ہدایت کرنیوالی ہو
اوسے لاؤ **اقول** بحث اوس آیت مین تھی جہان صرف قرآن کا معارضہ طلب کیا گیا ہے اس
بحث مین ایسی آیت کا ذکر کرنا جسمین قرآن کے ساتھہ توریت بھی شریک ہے محض بے محل ہے سورہ قصص کی اصلی آیت یہ ہے

رسول اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی فصاحت کو پیش کرکے منکرو پر حجت تمام کی واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم **قولہ** بہت سے کلام انسانوں کے دنیا مین ایسے موجود ہین کہ اونکی مثل فصاحت وبلاغت مین آجتک دوسرا کلام نہین ہوا۔ **اقول** قرآن کے سوا دنیا مین اور کوئی بے مثل کلام ایسا ہرگز موجود نہین کہ کسی بے پڑہے شخص نے جو دعوے نبوت کرتا ہوا اپنی قوم کے سامنے پیش کیا ہو جو اوسکے منکر اور دشمن ہون اور سخت عناد اور تعصب رکہتے ہون اور اوس کی تکذیب کی کوشش کرتے ہون اور نیز اوس زبان کے جسمین وہ کلام سے ماہر اور فصیح ہون اور اوس پیش کرنے والے نے یہ کہا ہو کہ اگر تم اس کلام کو منزل من اللہ نہین سمجہتے تو ایک چہوٹی سی عبارت تو اس کی مثل بنادو اور پہر بھی اوس کل قوم اوس کے معارضہ سے عاجز آئی ہو۔ اگر قرآن کے سوا اور کوئی کلام ایسا دنیا مین ہو تو سید صاحب بشان دین انشاء اللہ ہرگز نہ بتا سکین گے۔ باقی رہی یہ بات کہ اگر کوئی فصیح کلام ایسا ہو کہ اور فصحاء اوس سے معارضہ کا قصد نہین کیا اور کوئی وجہ ایسی پیدا نہین ہوئی کہ خواہ مخواہ اور فصحاء اوسکے مصنف کی فصاحت کو دعوی توڑنے کا قصد کرتے تو ایسے کلام کو یہ نہین کہہ سکتے کہ اوسکا جواب نہین ہو سکتا **قولہ** ان آیتون مین کوئی ایسا اشارہ ہو جس سے فصاحت وبلاغت مین معارضہ چاہا گیا ہو۔

اقول اشارہ کی کوئی ضرورت نہین جب ایک کلام کا دوسرون سے عموماً معارضہ طلب کیا جاتا ہے تو عام استعمال کی بموجب یہی سمجہا جاتا ہے کہ فصاحت وبلاغت مین معارضہ مطلوب ہے جب یہ نہین ہوسکتے کہ ایسی عبارت تم تو بنادو تو اوسکے معنی یہی ہونگے کہ ایسے فصیح وبلیغ عبارت بنادو یہی استعمال قدیم سے آجتک جاری ہے جسکا کوئی انکار نہین کرسکتا۔ اگرچہ یہ استعمال ایسا مشہور اور متعارف ہے کہ محتاج سند نہین۔ مگر پہر بھی ہم غالب دہلوی کا ایک شعر اس موقع پر اس محاورہ کے ثبوت کے لئے نقل کرتے ہین جو اردو زبان کا اوستاد کامل سمجہا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے

لاؤ تم کوئی کتاب اس سے پہلی یا کوئی بقیہ علم سے اگر ہو تم سچے - یہان سے صاف ظاہر ہو گیا کہ
کفار بت پرستی کے مضمون کو اسطرح نہین ثابت کر سکتے تہے کہ اوسکی سند مین کوئی اللہ کی کتاب
پیش کرین - پس بخوبی ثابت ہو گیا کہ یہ دونو معارضے جدا جدا طلب کئے گئے ہین - جہان صرف قرآن
کا معارضہ چاہا گیا ہے وہان فصاحت و بلاغت مین معارضہ چاہا گیا ہے اور جہان قرآن کے
ساتھہ توریت بہی شامل کی گئی ہے وہان معارضے مین کوئی کتاب منزل من اللہ طلب کی گئی ہے
جو دونو سے اہدی ہو ایک معارضے کی طلب کو دوسرے معارضے کی طلب سے کوئی تعلق
نہین **قولہ** وہ تمام قوم ایک لئیری چور قزاق الخ حاصل یہ ہے کہ عرب کے ساری آدمی جہالت
اور فحش اور فسق و فجور مین مبتلا تہے اور اونکی حالت بالکل نادان وحشیونکی سی تہی ایسے لوگون مین اوسی
قوم کے ایک شخص نے جو چالیس برس تک ان مین رہا وہ نصیحتین پیش کین جو قرآن مین موجود ہین
یہ امر بجز فطرت نبوت کے ممکن نہین اور وہ نصیحتین ایسے لفظون مین بیان کین جو ہر قسم کے لوگونکے
لئے یکسان مفید تہی - یہ امر بہی بجز اس کے ممکن نتہا کہ وہ خدا کی طرف سے ہون پس ایسے وحشیون
مین ایسا ہادی بجز نبی کے اور کوئی نہین ہو سکتا تہا اس لئے اللہ نے فرمایا کہ اگر تم کو اوس کے
خدا کی طرف سے ہونے مین شک ہے تو فاتوا بسورۃ من مثلہ الخ **اقول** سید صاحب نے جو دلیل
اثبات نبوت کے واسطے بیان کی وہ اس آیت سے مستنبط نہین ہوتی جسکی تفسیر مین ہماری یہ تمام بحث ہے
چنانچہ یہ امر ہمارے سابقہ بیانات سے بخوبی واضح ہو چکا - ثانیا یہ دلیل اگر ہے تو مومنین کے سمجہنے
کے واسطے ہے منکرین پر اسکی حجت تمام نہین ہوتی اسلئے کہ نہ وہ اپنا جاہل اور وحشی ہونا تسلیم کرتے
تہے اور نہ قرآن کو ہادی مانتے تہے پہر اس دلیل سے وہ ساکت کیونکر ہوتے ثالثا اگرچہ اوس قوم
مین شرک اور فسق کی بہت کثرت تہی اور اکثر خیالات اونکی جاہلانہ تہے مگر ہر زمانہ مین کچہہ لوگ ایسے
بہی اوسی قوم مین پیدا ہوتے تہے جو اللہ کو وحدہ لاشریک کہتے تہے اور شرک سے بالکل بیزار

وقالوا انا بکل کافرون فاتوا بکتاب من عند اللہ ہو اہدی منہما اتبعہ ان کنتم صادقین یعنی اوسکہلا فرون سے
کہ ہم قرآن اور توریت وغیرہ سب کے منکر ہین تو کہدے کہ لاؤ کوئی کتاب جو اللہ کیطرف سے ہو وہ
زیادہ ہدایت کرنیوالی ہو اون دونو سے پیروی کرونگا مین اوس کی اگر ہو تم سچے - اب سید صاحب
غور کرین کہ سورہ بقر کی اس آیت مین جسکے تحت مین ہماری یہ بحث ہی اور اوس کے علاوہ
اون سب آیات مین جہان قرآن کی ایک سورت یا چند سورتون سے معارضہ طلب کیا گیا ہے
وہان یہ نہین کہا گیا کہ اس کی مثل اللہ کی کتاب لاؤ - بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ اوس کے ایک ٹکڑے
کی مثل تم عبارت بنا لاؤ یا اپنے مددگارون سے بنوا دو اور سورہ قصص مین جہان توریت بہی قرآن
کے ساتہہ شامل کی گئی ہے وہان یہ کہا گیا ہے کہ کوئی کتاب منزل من اللہ ایسی لاؤ جو ہدایت
مین ان دونو سے زیادہ ہو پس یہان اونکی بنائی ہوئی کتاب نہ مانگی گئی بلکہ کتاب منزل من اللہ
مانگی گئی ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ جہان صرف قرآن سے معارضہ چاہا گیا ہے وہان صرف
فصاحت بلاغت مین معارضہ چاہا گیا ہی - اور جہان اوس کے ساتہہ توریت بہی شامل کی گئی
وہان معارضہ ہدایت مین چاہا گیا اس لئے کہ توریت بے مثل فصاحت مین قرآن کے ساتہہ
شریک نہ تھی اور چونکہ ہدایت کے معارضے مین منکرون کو یہ گنجایش تہی کہ اپنی بت پرستی کے مضمونکو
ان دونو کتابون سے اہدی کہدیتے لہذا کتاب من عند اللہ کی قید لگائی گئی اس لئے کہ اگرچہ
کفار بت پرستی کو اچہا سمجہتے تھے مگر اونکا یہ اعتقاد نہ تہا کہ بت پرستی کا حکم منزل من اللہ ہی چنانچہ یہ
مضمون سورہ احقاف سے بخوبی ظاہر ہوتا ہی جہان اللہ نے فرمایا - قل ارایتم ما تدعون
من دون اللہ ارونی ماذا خلقوا من الارض ام لہم شرک فی السموات ایتونی بکتاب من قبل
ہذا او اثارۃ من علم ان کنتم صادقین یعنی تو کہدی کیا دیکہا تمنے جن چیزونکو پکارتے ہو تم اللہ
کے سوا مجہے تو دکہاؤ کیا پیدا کیا اونہون نے زمین مین یا اونکو شراکت ہے آسمانون مین

علیہ وسلم کی نبوت سے پانچ برس پہلے اونکا انتقال ہوگیا تہا **تبع** ایک شخص قبیلہ بنی حمیر
مین سے تہا اسکا ذکر قرآن مین بہی موجود ہے مورخین نے لکہا ہے کہ وہ یمن کا بادشاہ تہا اوسکی
ساری قوم کافر تہی مگر وہ مومن تہا۔ عبدالرزاق نے حضرت عایشہ سے روایت کی ہے کہ تبع ایک
رجل صالح تہا یہی مضمون حاکم کی روایت مین بہی ہے **ورقہ بن نوفل** انکا ذکر اس کتاب
مین پہلے گذر چکا ہے وہ بہی شرک اور بت پرستی سے بیزار تہے۔ اور راہی اونکی بہت درست ہوگئی
تہی **لبید بن ربیعہ** عرب کے مشہور شاعرون مین سے ہے جسکا یہ مصرع بہت مشہور ہے
الا کل شیٔ ماخلا اللہ باطل یعنی بیشک سب چیزین اللہ کے سوا باطل ہین۔ یہ مصرع اوس نے
قبل اسلام جاہلیت کے زمانہ مین تصنیف کیا تہا صحاح کی حدیثون مین وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بہی اس مصرع کو اکثر پڑہا کرتے تہے **ابوطالب** حضرت علیؓ کے باپ اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اگرچہ مسلمان نہوئے مگر حقیقت دین اسلام کی اونکو معلوم ہوگئی تہی
وہ مشرک نتہے مرتے وقت مذہب عبدالمطلب پر ہونے کا اقرار کیا۔ اونہون نے جو حالت نزع
مین اپنی قوم کو وصیتین کین ہین جنکی محمد بن السائب کلبی نے روایت کی ہے ہم اوس کے بعض
فقرات کا ترجمہ شرح مواہب سے نقل کرتے ہین اور وہ یہ ہے کہ اونہون نے اہل عرب کی فضیلت
اور خانہ کعبہ کی تعظیم بیان کرنے کے بعد قریش سے یہ کہا کہ صلہ رحم کا حق ادا کرو اسلئے کہ اوسمین عمر
کی درازی ہوتی ہے اور جماعت کی ترقی ہوتی ہے۔ بغاوت اور والدین کی نافرمانی کو چہوڑو کیونکہ ان
انہین دونو باتونکی وجہ سے ہلاک ہوگئین اور پناہ مانگنے والونکو پناہ دو اور سائل کی حاجت پوری
کرو اس لئے کہ ان دونو مین دونو جہان کی بزرگی ہے اور سچ بولنا اور امانت کو ادا کرنا اپنے اوپر
لازم کرلو انہین دونو باتونکی وجہ سے خواص کو محبت اور عوام مین مکرمت ہوتی ہے۔ اور مین تمکو
محمد کے ساتہہ نیکی کرنے کی وصیت کرتا ہون وہ قریش مین امین اور عرب مین بہت سچ بولنے والا ہے

ہوتے تھے اور اخلاق ذمیمہ سے پاک ہوتے تھے حالانکہ نہ وہ نبوت کے مدعی ہوئے نہ اور
کوئی اونکی نبوت کا قائل ہوا پس اس صورت مین یہ دلیل بالکل ناتمام سمجھی جاوے گی اس لئے کہ یہہ
ظاہر ہو جاوے گا کہ اوس جاہل قوم مین ایسے لوگونکا پیدا ہونا کچھہ نئی اور عجیب بات نہین کہ خواہ مخواہ
اوسکی نبوت کی دلیل سمجھی جاوے چنانچہ اس موقع پر ہم بعض اہل عرب کا ذکر کرتے ہین جو بڑے دانشمند
اور مہذب تھے اور جنکی رائے بہت صائب تھی **قس بن ساعدہ ایادی** اونکی عمر تین سو
انسی برس کی ہوئی اور اکثر اہل علم کا یہ قول ہے کہ اونکی عمر چھہ سو برس کی ہوئی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اونکو دیکھا ہے ازدی وغیرہ نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ قس پر رحم کرے گویا میری نگاہونکے سامنے ہے کہ وہ اونٹ پر سوار تہا
اور ایسی باتین کرتا تہا جن مین حلاوت تہی مجھکو وہ یاد نہین حاضرین مین سے ایک شخص نے کہا کہ
مجھکو یاد ہین حضرت نے فرمایا کہ بیان کرو تو اوسنے ایک ایسا خطبہ ذکر کیا جو حکمتون اور نصیحتون
سے بھرا ہوا تہا۔ طبرانی نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اللہ قس پر رحم کرے صحابہ نے پوچھا کہ آپ قس کے لئے رحمت کی دعا مانگتے ہین حضرت نے
فرمایا ہان بیشک وہ میرے باپ اسمٰعیل کے دین پر تہا اہل جاہلیت مین سے سب سے پہلے
قیامت پر وہی ایمان لائے تہے **زید بن عمرو بن نفیل** یہ حضرت عمر کے چچا تہے شک
اور بت پرستی سے اونکو سخت نفرت تہی اللہ کو وحدہ لاشریک جانتے تہے ابن سعد نے عامر بن
ربیعہ سے روایت کی ہے کہ زید بن عمرو نے مجھسے کہا کہ مین اپنی قوم کا مخالف ہو گیا اور ابراہیم اور
اسمٰعیل کا مذہب مین نے اختیار کیا ہے وہ دونو بتونکو نہین پوجتے تہے اور اسی قبلہ کیطرف نماز
پڑہا کرتے تہے یہ ملک شام مین تہے وہین اونکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر ملی اور حضرت کی ملاقات
کے قصد پر اونہون نے سفر کیا راستے مین مارے گئے بعض کا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

لہ عامر بن ربیعہ جاہلیت اور اسلام دونون مین مشہور تہے مہاجرین مین سے ہین۔ بدر مین شریک تہے بعمر ساٹھ برس حضرت عثمان کی خلافت مین وفات ہوئی اوی مقبرہ مین اونکا انتقال ہوا۔ ۱۲

کہ صدر اول یعنی صحابہ اور تابعین کے زمانے مین کسی کا اس تفسیر سے خلاف منقول نہین ہوا۔
سیاہ گندک کی آگ مین تیزی زیادہ ہوتی ہے اور دیر پا ہوتی ہے اور بدبو اوس مین بہت ہوتی ہے
اور بدن کو چپک جاتی ہے۔ جب دنیا کی گندک مین یہ صفتین ہین تو جو گندک کہ بالخصوص عذاب کیواسطے
بنائی جاوے گی اوس کی آگ کیا قیامت ہوگی۔ متاخرین مین سے اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے
کہ یہان پتھر سے وہ بت مراد ہین جن کی دنیا مین پرستش ہوتی تھی اونکے جلانے مین ایک مصلحت
تو یہ ہے کہ اونکی ذلت بت پرستون پر کھل جاوے کہ جن کو اونھون نے معبود بنایا تھا وہ ایسی ذلیل
چیزین تھین دوسرے یہ کہ بت پرستون کے معبود ہی اونکے لئے باعث عذاب ہین۔ تیسرے
یہ کہ جسطرح بت پرستون نے پتھرونکی مصاحبت دنیا مین اختیار کی تھی اس مصاحبت کو خدا نے
دوزخ مین بھی باقی رکھا۔ بخاری مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہاری آگ دوزخ کی آگ کے ستر حصون مین سے ایک حصہ ہے صحابہ نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہی آگ کافی تھی آپنے فرمایا کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے اونھتر درجے
غالب ہے جنمین سے ہر درجے کی گرمی مثل اس آگ کے ہے۔ امام غزالی نے لکھا ہے کہ درحقیقت
دوزخ کی آگ کو دنیا کی آگ سے کوئی نسبت نہین ہوسکتی اور یہ نسبت جو حدیث مین مذکور ہے یہ صرف
سمجھانے کے واسطے ہے اس لئے کہ دنیا مین اس آگ سے بڑھکر کوئی عذاب نہین اسلئے آتش دوزخ کی
سختی اسی کے ساتھ نسبت دیکر سمجھائی گئی۔ اہل دوزخ اگر دنیا کی آگ کو پاوین تو اپنی آگ سے بھاگ کر
خوشی سے اوس کے اندر گھس جاوین اور بڑی راحت سمجھین۔ ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ نے
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ دوزخ کی آگ ایکہزار برس تک پکائی گئی تو وہ سفید ہوگئی
پھر ایکہزار برس تک پکائی گئی تو سرخ ہوگئی۔ پھر ایکہزار برس تک پکائی گئی تو سیاہ ہوگئی اب
وہ اندھیری رات کی طرح سیاہ ہے۔ صحیحین مین نعمان بشیر سے روایت ہے کہ اہل دوزخ مین سے

اور جتنی مین نے تمکو نصیحتین کین ہین وہ سب صفتین اوس مین موجود ہین اور اس ایک سے امر ظاہر ہوتا ہے
جسکو دل نے قبول کرلیا مگر طعن کے خوف سے زبان انکار کرتی ہے۔ کتاب ملل والنحل مین اس قسم کے
بہت سے آدمیونکا تذکرہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کے زمانہ سے پہلے بھی
اونکی راہی درست تہی اور اخلاق مہذب تھے پس ان حالات پر غور کرنے سے یہ بات بخوبی معلوم ہوجاتی
ہے کہ اگرچہ اہل عرب کے اخلاق مین بہت سی خرابیان تہین اور شرک اور بت پرستی کا رواج اونمین
بہت تہا مگر اونمین ہمیشہ کچھ لوگ عقلمند اور دانا بھی ہوتے رہتے تہے پس ایسے لوگون مین کسی تہذیب
سکھانے والے کا پیدا ہونا کچھ ایسی عجیب بات نہی کہ خواہ مخواہ اوسکی نبوت کی دلیل مانی جاوے اب
ہم اس بحث سے فارغ ہوکر بفضلہ تعالے پہر تفسیر کیطرف متوجہ ہوتے ہین فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا
وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ
اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ۝ پہر اگر تم نہ کرسکے اور آیندہ بھی نہ کرسکوگے تو اوس آگ
سے ڈرو جسکا ایندہن آدمی اور پتہر ہین طیار کی گئی ہے کافرون کے لیے ف یعنی جب
قرآن کی فصاحت کا معجزہ ایسا ظاہر ہے کہ تم اوسکی برابری نہین کرسکتے تو اوسکو منزل من اللہ
سمجھو اور ایمان لاؤ اور دوزخ کے عذاب سے بچو چونکہ اللہ نے فرمادیا کہ کبھی آیندہ بھی نہ کرسکوگے یہ
غیب کی خبر دی یعنی کبھی آیندہ بھی ایسا نہین ہونے کا کہ کوئی شخص قرآن کی مثل ایک سورت بناسکے
ایندہن ہمنے ترجمہ وقود کا کیا ہے وقود سے مراد وہ چیز ہے جس سے آگ روشن کیجاے یعنی ایندہن
کے بدلے اوسمین آدمی اور پتہر جلائے جاوینگے آدمی دوزخ ہونگے چونکہ خدا کا غضب ہوگا پتہر سے مراد
کا بڑا اختلاف ہے عبدالرزاق اور سعید بن منصور اور ابن جریر اور ابن منذر اور بیہقی وغیرہم نے ابن مسعود سے
روایت کی ہے اور حاکم نے اوسکو صحیح بھی کہا ہے کہ مراد پتہر سے سیاہ گندک ہے اور ابن جریر نے
ابن عباس سے اور ابن ابی حاتم نے مجاہد وغیرہ سے بھی یہی روایت کی ہے اور محدثین نے تصریح کی

جو سرکش اور نافرمان ہوتے ہین اور اللہ کی ساتھہ سرکشی کرتے ہین اور لا الہ الا اللہ کہنے سے
انکار کرتے ہین ف یہ جو اللہ نے فرمایا کہ وہ آگ کافرونکے واسطے تیار کی گئی ہی اس سے
یہ لازم نہین آتا کہ کافرونکے سوا اور کوئی اوس آگ مین نہ ڈالا جائیگا مثلاً قیدخانہ کو اگر یہ کہا جاے
کہ یہ گھر چورون کے واسطے بنایا گیا ہی تو اوس سے یہ لازم نہین آتا کہ چورون کے سوا اور مجرم اوسمین
مبتلا نہونگے اس لئے کہ یقینی دلیلون سے یہ بات ثابت ہوگئی ہی کہ مومنین مین سے بھی بعض گنہگار
دوزخ کے عذاب مین مبتلا کئے جائینگے لیکن کبھی نہ کبھی اونکو اوس عذاب سے نجات ضرور ملجاویگی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بہت قسم کی ہوگی منجملہ اوس کے یہ بھی ہی کہ گنہگار جو دوزخ کے
عذاب مین مبتلا ہین وہ آپکی شفاعت کی بدولت عذاب سے نجات پائینگے ۔ چنانچہ بخاری کی
روایت مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اول مرتبہ میری شفاعت کے
لئے ایک حد مقرر ہوجاے گی اوس حد تک مین لوگون کو شفاعت کرکے دوزخ کی آگ مین سے
نکالونگا اور جنت مین داخل کرونگا ۔ پھر مین سجدہ مین جاونگا پھر شفاعت کی اجازت ملے گی غرض یہی
طور تین مرتبہ یا چار مرتبہ واقع ہوگا یہانتک کہ دوزخ مین صرف باقی رہجائیگا جسکی شفاعت کا باب قرآن
نے بند کردیا ہی یعنی مشرکین جنکی نسبت قرآن سے ثابت ہوچکا ہی کہ اونکی مغفرت نہوگی ۔ اور ہمیشہ وہ
دوزخ مین رہینگے ۔ اور نیز بخاری کی روایت مین ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جب
جنتی لوگ جنت مین اور دوزخی آگ مین داخل ہوچکینگے اوسوقت اللہ کہیگا کہ جسکے دل مین رائی
کے دانے کی برابر بھی ایمان ہو اوسکو بھی دوزخ سے نکال لو اوسوقت وہ نکالے جاوینگے اور
یہ حالت ہوگی کہ جھلس کر کوئلہ ہوگئے ہونگے پھر وہ نہر حیات مین ڈالے جاوینگے تو دوبارہ اون کو
نشو ونما ہوگا ۔ اور نیز بخاری مین حضرت انس ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ آگ سے نکالی جاے گی ایک قوم بعد اس کے کہ آگ نے ذکر دیا ہوگا اومین اون کو

جو سب مین کم عذاب والا ہوگا وہ ایسی حال مین ہوگا کہ اوس کے دونو پاؤن مین جوتیان آگ کی ہونگی
اور اونکے باندھنے کے تسمے بھی آگ کے ہونگے اون آگ کی جوتیون کی وجہ سے اوسکا دماغ
ایسا جوش کرتا ہوگا جیسے ہانڈی جوش کرتی ہے - دنیا مین کوئی اوس سے زیادہ سخت عذاب والا
نہوگا - دوزخ مین وہ سب سے کم عذاب والا ہوگا ف اس آیت مین دوزخ کے عذابون مین
سے صرف آگ کے عذاب کا اللہ نے ذکر کیا ہے - حالانکہ وہان آگ کے سوا اور بھی قسم قسم کے
عذاب ہونگے منجملہ اوس کے یہ ہوگا کہ زقوم اونکے کھانے کے لئے ملے گا ابن ماجہ نے ابن عباس
سے روایت کی ہے کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ زمین پر گرجاے تو اہل دنیا کا عیش برباد ہوجاے پھر
کیا حال ہوگا اونکا جنکو زقوم کے سوا اور کوئی چیز کھانے کو نہ ملے گی ف ابن ماجہ نے عبداللہ
بن عمر سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ ہم بعض غزوات مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ تھے ہمارا گذر ایک قوم پر ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے پوچھا تم کون لوگ ہو
اونہون نے جواب دیا کہ ہم مسلمان ہین اون مین سے ایک عورت تنور مین ایندھن ڈال رہی تھی
اوس کے پاس اوسکا بچہ بھی تھا جب تور کی آگ پر کو بھڑکتی تو وہ عورت اپنے بچے کو ہٹا لیتی
پھر وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اوس نے کہا کہ یا حضرت آپ اللہ کے
رسول ہین حضرت نے فرمایا ہان مین اللہ کا رسول ہون پھر اوس نے کہا کہ آپ پر سے میرے ماں
باپ قربان یہ تو فرمایئے کہ کیا اللہ ارحم الراحمین نہین حضرت نے فرمایا بیشک وہ ارحم الراحمین ہے
پھر اوس نے کہا کہ جسطرح ماں اپنے بچے پر رحم کرتی ہے کیا اس سے زیادہ اللہ اپنے بندون پر
رحم نہین کرتا حضرت نے فرمایا بیشک اللہ اس سے زیادہ اپنے بندون پر رحم کرنے والا ہے تب
اوس عورت نے کہا کہ ماں اپنے بچے کو کبھی آگ مین نہین ڈالتی یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
روتے روتے سر نیچے کو جھکا لیا پھر سر اوٹھایا اور فرمایا کہ اللہ بھی اونہین بندون پر عذاب کرتا ہے

کوئی پہل تو کہا اونہون نے یہ وہی ہے جو دیے گئے تھے ہمکو پہلے اور دیے گئے وہ
ایک سے وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ طاور اونکے
لئے اوس مین بی بیان ہین پاک اور وہ اوسمین ہمیشہ رہنی والی ہین ف اللہ تعالی نے
توحید اور نبوت کے ذکر کے بعد آخرت مین جو بندونکا ٹہکانا ہے اوسکا بیان فرمایا اول نافرمانونکو
دوزخ سے ڈرایا مطیعونکو جنت کی بشارت دی اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اعمال ایمان سے
جدا چیز ہین اسلئے کہ اعمال کو ایمان سے جدا بیان کیا۔ اعمال صالحہ وہ اعمال ہین جنکی خوبی
شریعت سے ثابت ہوئی ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اعمال صالحہ وہ ہین جو ریا سے
خالی ہون۔ یہان سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جنت کی بشارت اوسکے لئے ہے جو ایمان بھی رکھتا ہو
اور اوسکے اعمال بھی صالحہ ہون اور مومن فاسق کی حالت اللہ کی مرضی پر موقوف ہے چاہے اوسکو
گناہ بخشدے اور چاہے بقدر اوسکے گناہونکے عذاب دوزخ کی سزا دے اور پہر جنت مین
داخل کرے۔ ایمان معتبر وہی ہے کہ اوسی پر خاتمہ ہوجاوے اور جو شخص آخر کو مرتد ہوگیا اوسکا
ایمان معتبر نہین۔ جنت کے نیچے نہرونکے جاری ہونے کے معنی یہ ہین کہ اوسکے درختون کے
نیچے نہرین جاری ہونگی اور جو ایوان اوسمین اہل جنت کے رہنے کے واسطے بنائے گئے
ہونگے اونکے نیچے نہرین جاری ہونگی۔ باغمین نہرونکا جاری ہونا بہت بڑی رونق اور زینت کا
باعث ہوتا ہے۔ یہان اللہ نے جنت کی نہرونکا مجملاً ذکر کیا اور سورۂ محمد مین اسکی تفصیل مذکور
ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کی نہرین چار قسم کی ہونگی صاف پانی کی اور دودہ کی
جسکا مزا کبھی نہ بدلے گا اور شراب کی جسکے پینے والونکو لذت ملے گی اور شہد مصفے کی اہل جنت
کہین گے کہ پہل وہی ہے جو پہلے ملا تھا اسکی تفسیر مین بہت اقوال ہین۔ ایک قول یہ ہے
کہ صورت مین دنیا کے پہلون سے اونکو تشبیہ دینگے یعنی یون کہین گے کہ صورت تو ان پہلونکی

اہل الجہنم کہین گے ۔ اور بخاری کی ایک طویل روایت جو پلصراط کو ذکر مین ہی اوسکے
آخر مین یہ مذکور ہی کہ جب اللہ بندونکی فیصلے سی فارغ ہوجاہی گا اور یہ ارادہ کریگا کہ دوزخ سے
نکالی اون لوگونکو جنکا نکالنا منظور ہی جن لوگون نے لاالہ الا اللہ کی گواہی دی ہی تو ملائکہ کو
اونکے نکالنے کا حکم کریگا ملائکہ اون لوگون کو سجدے کے نشانون سی پہچانین گے اسلئے کہ
اللہ نے آگ پر یہ امر حرام کردیا ہی کہ وہ ابن آدم کے اون اعضا مین اثر کری جہان سجدے
کے نشان ہین پس ملائکہ اونکو نکالین گے اور حال یہ ہوگا کہ وہ جلکر کوئلہ بن چکے ہون گے پھر اونپر
آب حیات ڈالا جائے گا ۔ یہ روایتین ہمنے اس امر کے ظاہر کردینے کیواسطے نقل کین ہن کہ مومنین
مین سے بھی بعض بدنصیب گنہگار ضرور دوزخ مین داخل ہونگے اور دوزخ صرف کافرون سے
مختص نہین البتہ مشرکین ہمیشہ دوزخ مین رہین گے ۔ اور مومنین آخر کو نجات پاوین گے لیکن اونکی
عذاب کی مدت کی کچھ انتہا نہین ممکن ہے کہ کسی کی مدت ہزار برس ہو کسی کی لاکھ برس کسی کی
کروڑ برس ۔ پس اے مسلمانو بہت ڈرجاؤ اور اوس عذاب سی بچنے کی فکر کرو وہ ایسا سخت عذاب
ہے جسکا تحمل ایک لحظہ بھی نہین ہوسکتا اے اللہ ہم سب کو اپنے غضب سی بچا ف احدت
کا لفظ جو اللہ نے فرمایا ماضی کا صیغہ ہے اس کے معنی یہ ہوئے کہ دوزخ کی آگ تیار ہوچکی
اور یہی لفظ قرآن مین جنت کے واسطے بھی آیا ہے اس سی یہ ثابت ہوتا ہے کہ دوزخ اور جنت
دونو پیدا ہوچکے ۔ اور وہ قول غلط ہی جو یہ کہتے ہین کہ قیامت کے دن پیدا ہون گے
وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ ۔ اور بشارت دے اونکو جو ایمان لائے اور نیک کام کیے یہ کہ اون کے لیے
باغ ہین بہتی ہین اونکے نیچے نہرین كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِن ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوا
هَٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِن قَبْلُ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا ۔ جب دیگئی اونمین سے

دیئے گئے یعنی جیسا عمل کیا تھا ویسا پھل پایا یہ جو اللہ نے فرمایا کہ انکے لیے وہان ازواج مطہرۃ ہونگی اس سے مراد حورین ہین اونکے پاک ہونے کی تفسیر مین ابن مردویہ اور حاکم نے ابو سعید خدری سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ حیض اور پاخانہ اور رینٹھا اور تھوک سے پاک ہونگی بخاری نے اپنی صحیح مین ابو العالیہ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ وہ پاک ہونگی حیض سے اور پیشاب سے اور تھوک سے اور ابن ابی حاتم نے جو اپنی سند کو ساتھ ابو العالیہ سے اسکی تفسیر نقل کی ہے اوسمین ان امور کے ذکر کے بعد اتنا اور بڑہایا ہے کہ منی اور اولاد سے بھی پاک ہونگی۔ اولاد سے پاک ہونے کے مسئلہ مین روایتین مختلف ہین ابن ماجہ نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن جنت مین جب اولاد کی آرزو کریگا تو اوسکی آرزو کے مطابق ایک ہی ساعت مین مدت حمل بھی پوری ہوجائیگی اور بچہ بھی پیدا ہوجانے گا اور کمال عمر بھی اوسکو حاصل ہوجائیگی۔ مجاہد نے کہا ہے کہ کمال عمر سے تیس برس کی عمر مراد ہے اس روایت کے مخالف ابی الدرداء سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اہل جنت کے اولاد نہوگی ان دونو روایتین مین مطابقت اسطرح ہوسکتی ہے کہ پہلی روایت کا حاصل یہ سمجھا جاوے کہ اگر اہل جنت آرزو کرینگے تو ایک ہی ساعت مین یہ مراد اونکی پوری ہوجاے گی پس اس مراد کا پورا ہونا آرزو کرنے پر موقوف ہوا اور دوسری روایت کا نتیجہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ خدا اس قسم کی آرزو اونکے دل مین نہ ڈالیگا پس دونو روایتین اپنے اپنے محل مین درست ہوگئین۔ جنت مین مرد دو قسم کی عورتین ملینگی اول وہ مومنہ عورتین جو اونکو دنیا مین ملی تھین۔ دوسری حوریں جنکا حسن و جمال اور ادائین اور سنگھار اور لباس سب کے سب ایسے عجیب ہونگے کہ اس سے پہلے کبھی ایسے نرالے معشوق خواب و خیال مین بھی کسی نے نہ دیکھے ہونگے تیسرے مومنین کو

وہی ہے جیسے دنیا مین پھل ہمکو ملے تھے مگر وہ اور ہین لذت عجیب و غریب پائینگے اور
سے جو تفسیر منقول ہے وہ یہ ہے کہ جنت مین سب پھلوں کی صورت ایک ہی ہوگی اور ذا
مختلف ہونگے جب ایک پھل کھانے کے بعد دوسرا پھل طلب کرینگے اور صورت مین پہلے
پھل کی مثل وہ پھل بھی ہوگا تو کہینگے یہ تو وہی ہے جو پہلے ہمکو ملا تھا اور یہ نہایت عجب بات ہوگی کہ صورت
سب پھلونکی ایک سی ہوگی اور مزا جدا جدا ہوگا امام بخاری نے اپنی صحیح مین ابو العالیہ سے اسکی تفسیر
یہ نقل کیا ہے کہ صورت اور پھلونکی ایک سی ہوگی اور مزے مختلف ہونگے اور یہی قول اکثر علماء
مجاہد کے طریق سے بھی منسوب ہے حسن اور قتادہ کا یہ قول ہے کہ وہانکے سب پھل لذت مین ایک
ہونگے یعنی دنیا مین ایسا نہین کہ ایک پھل پیڑ سے کے بہت سے پہل کہاؤ تو اونکے مزون مین کچھ کمی بیشی ضرور ہوتی
ہے کہ جنت مین سب پھل ایک سے ہونگے کوئی پھل مزے مین کم ہوا ہو کما بعض مفسرین
نے اس آیت کی تفسیر یون کی ہے کہ اہل جنت سے کہا جائیگا جب جنت مین پھل پائینگے تو کہینگے
کہ یہ تو وہی ہے جو پہلے سے ہمکو دیا گیا تھا یعنی اہل جنت کے پھل حقیقت مین وہی
اعمال صالحہ ہین جنکی توفیق ہمکو دنیا مین کی تھی جسطرح اللہ نے اہل دوزخ سے کہا تھا کہ یہ عذاب وہی
ذوقوا ما کنتم تعملون جسکو جو عمل کرتے تھے یعنی اہل دوزخ سے کہا جائیگا کہ یہ عذاب وہی
تمہارے اعمال ہین اسی طرح اہل جنت کہینگے کہ یہ پھل وہی ہمارے اعمال ہین جو ہمکو
ہمکو دنیا مین دیے گئے تھے اسی تفسیر کی مطابق ترمذی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت پاک مٹی سیٹھا پانی والی ہے اور وہ ایک
میدان ہموار ہے اور اوسکی کھیتی سبحان اللہ اور تحمید اور تکبیر ہے یعنی بندے جو سبحان اللہ والحمد للہ
اور اللہ اکبر کہتے ہین یہی وہان جاکر درخت بن جاتے ہین جسکا پھل آخرت مین ملے گا اور
اور اس تفسیر کی بموجب واتوا بہ متشابہا کے معنی یہ ہونگے کہ جنت مین پھل اونکو مشابہ اونکے اعمال

واقف ہوئے اور انکی لذتین ہمارے خاطر نشین ہوچکین لہذا انہین ان لذتونکی آرزو ہمارے
دلون مین بہت پیدا ہوتی ہے اسیوجہ سے خداوند کریم نے انہین نعمتون کو تفصیل کے ساتھ
بیان کیا اس کے سوا وہان بہت سی لذتین ایسی ہونگی جنکے نمونہ سے ہم دنیا مین واقف
نہین ہوئے اونکی نسبت صحیحین مین روایت ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ تیار کی ہین مین نے اپنے
نیک بندون کے لئے وہ چیزین کہ نہ اونکو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کان نے سنا اور نہ کسی کے
دل مین اونکا خیال گذرا۔ انہین نعمتون مین سے دیدار الہی کی نعمت بہی ہے جسکی لذت سے
اہل معرفت واقف ہین اور وہ اس نعمت کو اور سب نعمتون پر غالب سمجھتے ہین۔ جبکہ ہم عذاب
دوزخ اور نعمات جنت کی تفصیل معلوم کرنے کے بعد اپنے اعمال کی خراجات پر غور کرتے
ہین تو یہ سمجھ مین آتا ہے کہ ایسے سخت عذاب سے بچنا اور ایسی عمدہ نعمتون کے ملنے کے لئے چند روزہ زندگی مین
تہوڑی سی تکلیف اوٹھانا کچھ بات نہین۔ حالانکہ دین مین بہت آسانی کی گئی اور اتباع سنت
مین بہی ہماری ساری خواہشین بند نہین ہوجاتین باایںہمہ سب لوگ جو اس مراد کے حاصل
کرنے کے لئے ہمہ تن متوجہ نہین ہوجاتے اسکی وجہ یہی ہے کہ تقدیر الہی پوری ہونیوالی ہے
اور ہر شخص اوسی ٹہکانے مین پہونچنے والا ہے جو اوسکے لئے مقرر ہوچکا ہے اے اللہ ہم کو
اعمال صالحہ کی توفیق دے اور اپنے عذاب سے بچا اور جنت کی نعمتین نصیب کر۔ دوزخ کے
عذاب اور جنت کی لذتون کی جو کیفیتین ہمنے ذکر کین یہ بعینہ ترجمہ قرآن و حدیث کا ہے یہی چیزین
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائین اور صحابہ اور تابعین اور تمام سلف صالحین
اور متقدمین و متاخرین یہی سمجھتے رہے اور آجتک بالاجماع تمام مسلمانونکا یہی اعتقاد رہا اس
زمانے مین سید احمد خان اس مسئلہ کو بدلنا چاہتے ہین وہ یہ کہتے ہین کہ یہ چیزین وہان ہرگز
نہونگی بلکہ ان نعمتون کو جو بالتصریح قرآن و حدیث مین مذکور ہین نہایت توہین کے ساتھ

وہ مومنہ عورتین بہی ملین گی جنکے کافر شوہر دوزخمین جائین گے چنانچہ ابن ماجہ کی روایت
مین مذکور ہے کہ ہر مومن کو ستر عورتین اہل نار سے میراث مین ملین گی۔ وہ عورتین ایسی
ہونگی جیسے فرعون کی بی بی تھی جو خود جنتی ہے اور اوسکا شوہر دوزخی۔ پہر اللہ نے
ان سب نعمتون کو ذکر کرکے بعد یہ فرمایا کہ وہ اوس مین ہمیشہ رہنے والے ہین۔ درحقیقت بہت بڑی خوبی
جنت کی نعمتون مین یہ ہوگی کہ اونکو کبہی زوال نہوگا۔ دنیا کی جتنی نعمتین ہین بہت جلد زائل
ہوجانے والی ہین ہمیشگی کی صفت جنت کی ہی نعمتون سے مختص ہے۔ صحیحین مین روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب جنت والے جنت مین داخل ہوجائینگے اور
دوزخ والے دوزخ مین پہونچ چکین گے اوسوقت موت لائی جاویگی اور اوسکو جنت و نار
کے درمیان مین ذبح کیا جاے گا اور یہ منادی کیجائیگی کہ اے اہل جنت اب موت نہین اور
اے اہل نار اب موت نہین۔ اسکے سننے سے اہل جنت کے لئے خوشی کے ساتھ اور خوشی
بڑھ جاوے گی اور اہل نار کے لئے رنج کے ساتھ اور رنج بڑھ جاوے گا جنت مین ایک
اور بہت بڑی نعمت یہ ہوگی کہ اہل جنت جس چیز کی خواہش کرینگے وہ فورا موجود ہوجاوے گی
اس آیت مین اللہ نے جنت کے باغون اور نہرون اور پیمانون کا مجملا ذکر کیا آیندہ قرآن کی
آیتون مین اونکے فاخرہ لباس اور زیور اور شراب اور ظروف طلائی ونقرئی اور اہل جنت کا
آمنے سامنے تختون پر بیٹھنا بہی مذکور ہوگا اور اچھوتی حورون کے دلربا جمال کی صفتین بہی
بیان ہونگی۔ جنت مین جو اللہ نے نعمتین پیدا کی ہین وہ کئی قسم کی ہین ایک قسم وہ ہے جسکا
نمونہ دنیا کی نعمتین ہین۔ جیسے لذیذ پہل اور کہانے پینے کی مزیدار چیزین۔ اور باغ اور نہرین
اور معشوق وغیرہ اگرچہ یہ چیزین جنت مین ایسی کمال لذت کے ساتھ ہونگی کہ دنیا کی نعمتون
سے اور اون سے کچھ نسبت بہی نہوگی۔ مگر چونکہ ان نعمتون کے نمونہ سے ہم لوگ دنیا مین

ہوگیا کہ جو نعمتین سمجھہ مین نہین آسکتین وہ اون نعمتون کے علاوہ ہین جنپر اللہ نے مطلع کیا ہے
اور انہین مخفی نعمتونکا وعدہ اللہ نے آیہ فلا تعلم نفس مین کیا ہے پس یہ دونو قسمین جدا جدا ہین
جس حدیث سے سید صاحب نے دلیل پکڑی تھی اوسی سے اونکا خیال باطل ہوگیا سو وہ تو
ہین جو اللہ نے فرمایا ہے کہ لہم ما یشاؤن فیہا ولدینا مزید یعنی اہل جنت کے لئے جو چاہین گے وہ وہان ہوگا
اور ہمارے پاس زیادتی ہے اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ وہ نعمتین ہونگی جنکی ہم آرزو کرینگے اور
ہماری آرزو ظاہر ہے کہ اونہین نعمتون کے لئے ہوگی جنکے نمونہ سے ہم واقف ہین اور اللہ کیطرف سے
زیادتی بھی ہوگی اور یہ زیادہ وہ نعمتین ہونگی جنکے نمونہ سے بھی ہم واقف نہین۔ ایک نہایت
افسوس کے قابل یہ بات ہے کہ سید صاحب نے صاحب تفسیر بیضاوی کی عبارت کا مطلب غلط
سمجھا اور غلط ترجمہ کیا اور یہ دعوے کیا کہ صاحب بیضاوی نے بھی ثمر سے درختون کے میوے
مراد نہین لئے تاکہ عوام کو یہ دھوکا ہوجاوے کہ صاحب بیضاوی کا قول بھی سید صاحب کے
قول کے مطابق ہے حالانکہ صاحب بیضاوی ان خیالات سے بالکل پاک ہے اصل عبارت
بیضاوی کی یہ ہے ان متلذات اھل الجنۃ فی مقابلۃ ما رزقوا فی الدنیا من الثمار
والطاعات متفاوتۃ فی اللذۃ بحسب تفاوتہا فیحتمل ان یکون المراد من ھذا الذی رزقنا
انہ ثوابہ ومن تشابھا تماثلہما فی الشرف والمزیۃ اس عبارت کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ
لذتین اہل جنت کی معاوضہ اون معارف و طاعات کی ہین جو طاعات دنیا مین نصیب ہوئین
اور نعمات جنت لذت مین بھی اوسی طرح باہم کم و بیش ہونگی جسطرح عبادات اجر مین کم و بیش
ہین تو ہوسکتا ہے کہ ہذا الذی رزقنا من قبل کے معنے یہ ہون کہ یہ ثواب اون طاعات کا ہے
جو ہمکو پہلے نصیب ہوئی تھین یعنی اونکے ادا کرنے کی ہمکو پہلے توفیق ہوئی تھی اور اون کے
باہم ایک سے ہونے سے یہ مراد ہو کہ وہ بزرگی اور مرتبہ کی بڑائی مین ایک سی ہین بیضاوی کی

اونہون نے ذکر کیا ہے اور تحقیر کے کلمات لکھے ہین نعوذ باللہ منہا اونکی ساری تقریر کا خلاصہ
یہ ہے کہ یہ وعدے صرف سمجھانے کے واسطے ہین تاکہ ان کے شوق مین لوگون کو اعمال صالحہ
کی رغبت ہو درحقیقت وہان صرف ایک قسم کی لذت روحانی ہوگی جسکا سمجھانا محال تہا پس جسطرح گدھا کا
اور باد یونکا مذہب ہے کہ وہان ایک روحانی راحت ہوگی وہی سید صاحب کی تقریر ہے ترجمہ
کرتا ہے سید صاحب اپنے قول پر کوئی قوی دلیل نہین لکھہ سکتے بلکہ اپنے خیالات کے مطابق
قرآن وحدیث کے معانی کی زبردستی تحریف کرتے ہین - اونہون نے صرف اوس حدیث سے
تمسک کیا ہے جو ہمنے جنت کی نعمتون کی قسم ثانی کے بیان مین صحیحین کی روایت بطور اختصار نقل
کی ہے کہ اللہ نے اپنے بندونکے لیے ایسی نعمتین تیار کی ہین جو نہ انکہون نے دیکہین اور
نہ کانون نے سنین اور نہ کسی کے دل مین اونکا خیال گذرا اس حدیث سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے
ہین کہ جنت مین باغ اور نہرین اور حورین اور عمدہ مکانات نہونگے حالانکہ اسی حدیث سے اونکا
یہ خیال رد ہوتا ہے - پوری حدیث یا تو سید صاحب کی نظر سے نہین گذری یا اونہون نے اوسکو
عمداً چہپایا - ہم صحیح مسلم سے اصل حدیث نقل کرتے ہین - صحیح مسلم مین بروایت ابوہریرہ
منقول ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ عزوجل اعددت لعبادی الصالحین
مالا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر بلہ اطلعکم اللہ علیہ ثم قرء فلا تعلم نفس ما اخفی
من قرۃ اعین الخ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کہتا ہے اللہ عزوجل
کہ تیار کین مین نے اپنے نیک بندونکے لئے وہ چیزین جو نہ آنکہون نے دیکہین
نہ کانون نے سنین اور نہ گذرین کسی آدمی کے دل پر سوا اون چیزون کے جسکو اللہ نے
کیا پہر پڑہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آیت جسکا ترجمہ یہ ہے پس نہین جانتا ہے کوئی
کہ کیا چہپا رکہا ہے ہمنے اونکے لئے آنکہون کی ٹہنڈک سے - اس حدیث سے صاف

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝

گمراہ کرتا ہے اوس سے بہت سے آدمیوں کو اور ہدایت کرتا ہے ساتھہ اوس کے بہت کو اور نہیں گمراہ کرتا ہے اوس سے مگر حد سے نکلجانے والونکو **ف** اول اللہ نے اون لوگونپر حجت تمام کی جو قران کو منزل من اللہ نہیں سمجھتے تھے اور اون سے کہدیا کہ اگر تمکو قرآن کے اللہ کیطرف سے نازل ہونے مین شک ہو تو ایک سورت تو اوسکی مثل بنالاو اور اگر نہیں بنا سکتے تو تو دوزخ سے بچنے کی تدبیر کرو اور جو لوگ قرآن کے معتقد تھے اور اوسپر عمل کرتے تھے اونکے واسطے اللہ نے جنت کی بشارت بیان فرمائی اس کے بعد اللہ تعالے اون شکوک کے جواب دیتا ہے جو کفار نے قرآن پر پیش کئے تھے۔ کافر ہمہ تن اس امر مین مصروف تھے کہ کسیطرح قرآن پر کوئی اعتراض کرین مگر اون سے کچھ بن نہین پڑتا تھا اور کوئی اعتراض نہین کرسکتے تھے مجبور ہوکر اونہون نے فضول باتین کہنا شروع کین۔ واحدی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ قرآن مین جو مکھی اور مکڑی کا ذکر کافرون نے سنا تو وہ متعجب ہوکر کہنے لگے کہ اللہ نے ایسی حقیر چیزون کی مثال اپنے کلام مین کیون ذکر کی۔ گو اونہون نے بمقتضاے تعصب قرآن مین یہ ایک قسم کا عیب نکالا اس شبہہ کا جواب اللہ نے یہ دیا کہ اللہ کے کلام مین ان چیزونکا مذکور ہونا کوئی تعجب کی بات نہین اللہ مچھر یا اوس سے بھی زیادہ حقیر چیزونکی مثال بیان کرنے مین حیا نہین کرتا۔ مومنین کے دل مین ان مثالونکی وجہ سے کوئی شبہہ نہین وارد ہوتا البتہ منکر اپنے تعصب کی وجہ سے شبہہ کرتے ہین مگر یہہ شبہہ منکرونکا انصاف کے بالکل خلاف تہا اس لئے کہ مثال ٹھیک اوسیوقت ہوتی ہے جب مطابق اوس کے بیان کیجائے جسکی مثال دیگئی ہے پس جس کی حقارت ظاہر کرنا منظور ہوگی اوس کی مثال مین ضرور ہے کہ حقیر ہی چیزین بیان کیجائین ورنہ مثال ٹھیک نہوگی یہ جو اللہ نے فرمایا کہ مثال مچھر کی ہو یا اوس سے زیادہ کی ظاہر یہی ہے کہ زیادتی سے یہان حقارت مین زیادتی مراد ہے

سورہ حج سے آخر من
واقع ہوا ہے کہ کافرون
نے فرمایا ہے کہ سب مچھ
کی بھی ایسی چیز نہین
اور اگر کسی اون
چھین لے تو بھی اس سے
اور اگر مکھی کا ذکر سورہ
مین سے جہان اللہ نے
فرمایا ہے کہ اللہ کے سوا
جو اور معبود کافرون نے
بنا رکھے ہین ان
خیالات کی مثال
ایسی ہے جیسے مکڑی کا گھر
گھر جو نہایت ہی کمزور ہوتا
ہے

اس عبارت سے ہرگز یہ ثابت نہین ہوتا کہ اوس نے ثمر سے درختون کے پھل مراد نہین لے
بلکہ جنت کے درختون کے پھلونکو بھی اوسنے ان عباد تونکا ثواب بتایا ہے جو دنیا مین
ادا کین تھین۔ سید صاحب اپنی غلطی سے اس عبارت کا مطلب یون لکھتے ہین کہ (بیضاوی
مین لکھا ہے کہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ جو لذت دنیا مین خدا کی طاعت اور اوسکی معرفت
مین چکھی تھی تو جنت مین وہ لذت بڑھکر ہوگی اسلئے ان الفاظ سے کہ یہ وہی ہے جو ہمکو پہلے ملا تھا
ثواب مراد ہوسکتا ہے اور ایک ہی سے ہونے سے بزرگی اور علو مدارج مین ایک سا ہونا)
اب اہل انصاف غور فرمائین کہ سید صاحب نے جو ثمر سے خدا کی اطاعت مراد لی ہے بیضاوی
کی عبارت سے کیونکر ثابت ہوتا ہے یہ اوسکی فاش غلطی بلکہ خیانت ہے درحقیقت سید صاحب نے
جو نعیم جنت کے اعتقاد مین اہل اسلام سے مخالفت کی اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ ان جسمون کے
دوبارہ زندہ ہونے کے قائل نہین اور پھلون اور باغون اور نہرون اور حورون وغیرہ کی
لذتین سب جسمانی لذتین ہین اور سب مسلمان قیامت کے دن انہین جسمونکے دوبارہ زندہ ہونے
کے قائل ہین اس لئے وہ جسمانی عذاب و ثواب کے بھی معتقد نہین بہرحال عذاب دوزخ اور
نعیم جنت کی تفصیل جو ظاہر الفاظ قرآن و حدیث سے ثابت ہے اوسکو نہ ماننا قرآن اور حدیث کا
انکار کرنا ہے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم **إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ**
مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ
مِنْ رَبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا
مَثَلًا ۘ بیشک اللہ حیا نہین کرتا اس امر مین کہ بیان کرے مثال مچھر کی یا اوس چیز کی جو اس سے
بڑھکر ہو پھر جو ایمان والے ہین وہ جانتے ہین کہ وہ سچی بات اوسکے رب کی طرف سے ہے
اور جنہون نے کفر کیا وہ کہتے ہین کہ کیا ارادہ کیا اللہ نے ساتھ اسکے مثال بیان کرنے مین

انعام کو حقیر نہین کہہ سکتے دوسرے یہ کہ جو تفصیل جنت کی نعمتونکی مذکور ہوئی اوسکے ساتھ کوئی
قرینہ اونکی مثال ہونیکا مذکور نہین بلکہ الفاظ قرآن سے یہی سمجھ مین آتا ہے کہ بعینہ یہی نعمتین جنت مین ملینگی
اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ
بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝
جو لوگ توڑتے ہین خدا کے عہد کو بعد اوسکے پکے ہو جانے کے اور کاٹ دیتے ہین اوسکو جسکا حکم کیا ہے
اللہ نے جسکے ملانے کا اور فساد برپا کرتے ہین زمین مین وہی لوگ ٹوٹا پانے والے ہین ف
اب اللہ اون فاسقین کا بیان کرتا ہے کہ وہ لوگ ایسے ہین کہ اونہون نے اللہ کے عہد کو اوسکے مضبوط
ہو جانے کے بعد توڑ دیا اس باب مین مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہان عہد سے کیا مراد ہے بعض کا یہ قول
ہے کہ توریت مین جو اللہ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبر دی تھی اور حضرت موسیٰ کی
معرفت یہود سے اونپر ایمان لانیکا مستحکم عہد لیا تھا وہ عہد مراد ہے اور جب یہود نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کیا اور مسلمان نہوئے تو اس عہد کو توڑا اس تفسیر کی بموجب
اس آیت مین صرف یہود یا اہل کتاب مراد ہونگے اور بعض کہتے ہین کہ اس آیت مین وہ لوگ مراد ہین جو مسلمان
ہو کر کلمہ توحید و رسالت کا اقرار کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اونکے نائبون کی خدمت
مین حاضر ہو کر دلائل حقانیت اسلام پر واقف ہوتے تھے اور پھر مرتد ہو جاتے تھے بعض کا قول
یہ ہے کہ اللہ کا عہد یہی ہے کہ اللہ نے انسان کو اتنی سمجھ دی ہے کہ وہ اللہ کو ایک جان لے اور اتنی
لیاقت اللہ نے ہر شخص کی عقل مین امانت رکھی ہے اور پھر اسکی مضبوطی اللہ کی کتابون اور رسولون کے
معجزات سے ہو جاتی ہے بایں ہمہ جو لوگ شرک مین مبتلا ہوتے ہین وہ اللہ کے عہد کو اوس کے مضبوط
ہو جانے کے بعد توڑتے ہین اور اس تفسیر کے بموجب یہ آیت اہل کتاب سے مختص نہوگی بلکہ تمام
مشرکین مراد ہونگے دوسری خصلت فاسقین کی اللہ نے یہ بیان کی کہ وہ ان چیزون کو

اور بعض کا قول یہ بھی ہے کہ جہالت مین زیادتی مراد ہے جیسے مجہر کے مقابلے مین کبھی اور کہتے ہین
یہ جو کافرون کا قول اللہ نے نقل کیا کہ کیا ارادہ کیا ہے اللہ نے اس مثال کے ذکر کرنے سے
جواب اللہ نے یہ فرمایا کہ گمراہ کرتا ہے ساتھ اوس کے بہت سے آدمیونکو اور ہدایت کر دیتا ہے اور
بہت سے آدمیونکو **فاسق** لغت مین نکلجانے والے کو کہتے ہین اور اس آیت مین مراد
باہر نکلجانے والا مراد ہے اصطلاح شریعت مین فاسق اوسکو کہتے ہین جو کبیرہ گناہون مین مبتلا ہو کر
اللہ کی اطاعت سے باہر نکلجاوے اوس کے تین مرتبہ ہین اونمے مرتبہ یہ ہے کہ کبھی اوس سے
کبیرہ گناہ صادر ہوا اور اوسکو بڑا جانتا ہو۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ برابر اون کبیرہ گناہون مین ڈوبا رہا
ہو اور اونکا ایسا عادی ہو گیا ہو کہ اوسکو اون گناہونکی کچھ پروا نہو۔ تیسرا مرتبہ جو اعلے مرتبہ فسق کا
یہ ہے کہ کبیرہ گناہونکو اچھا سمجھتا ہو۔ جب اس مرتبہ کی حد پر انسان پہنچکر دو قدم چلتا ہے تو ایمان سے
خارج ہو کر کفر مین مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور جبتک نیچے کے دو درجون مین رہتا ہے مومن کا لفظ اوسپر
بولا جاتا ہے۔ مسلمانونکو ہر وقت بہت خوف چاہیئے اسلئے کہ فسق کے مراتب مین ترقی بہت جلد
ہو جاتی ہے۔ جو تفسیر اس آیت کی ہمنے نقل کی اسکو سید احمد خان نہین مانتے اور کہتے ہین کہ اس تقدیر پر
اس آیت کو ماقبل سے کچھ تعلق نہین رہتا۔ اسکا جواب اول تو ہم یہ دیتے ہین کہ قرآن کل ہر جگہ ماقبل سے
تعلق ہونا کچھ ضرور نہین قرآن ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بتدریج نازل ہوا ہے اور ہر وقت کی ضرورتون
اور مصلحتون کی مطابق اوسمین مطالب بیان ہوتے تھے۔ دوسرے یہ کہ جو تفسیر ہمنے بیان کی
یہ لفظون سے متبادر ہے اور اوسکا ربط ماقبل سے نہایت مناسب موجود ہے اسلئے کہ ماقبل کی آیتون مین
قرآن کی فصاحت کا معجزہ منکرونکے مقابلہ مین پیش کیا گیا تہا اوسکے بعد قرآن کی فصاحت پر
منکرون نے شکوک پیش کئے تھے اونکا جواب دیا گیا۔ سید صاحب کہتے ہین کہ حقیقت مثال سے جنت کی
نعمتین مراد ہین جو پہلے مذکور ہوئین۔ مگر یہ قول اونکا کسی طرح صحیح نہین ہو سکتا اسلئے کہ اول تو

ں ہے هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰۤی
لَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ وہ اللہ
جسنے پیدا کیا تمہارے لیئے جو کچھ زمین مین ہے سب پھر متوجہ ہوا آسمان کی طرف تو بنا دیا اونکو سات
ن اور وہ ہر شے کا جاننے والا ہے ف پہلی آیت مین اللہ نے اون نعمتونکا بیان کیا تھا
سان کی ذات سے متعلق تھین ۔ اب اون نعمتون کا بیان کرتا ہے جو انسان کی ذات سے جدا ہین
ن مین جتنی چیزین ہین سب اللہ نے انسان کے ہی فائدے کے لیئے پیدا کین ہین ۔ یہانتک
ہر اور گندگیان بھی بالکل بیکار نہین کبھی انسان کے کام آتی ہین ۔ یہان اللہ نے صرف
ی چیزونکا ذکر کیا اور سورۂ جاثیہ مین یون فرمایا ہے کہ زمین و آسمان مین جتنی چیزین ہین سب
ے لیئے مسخر کر دین ہین ۔ اس آیت مین اللہ نے یون فرمایا کہ اول زمین کی چیزون کو پیدا کر لیا
للہ نے آسمان کو درست کیا اور سورہ والنازعات مین یون فرمایا ہے کہ اول اللہ نے آسمان کو
ت کر لیا اور دنرات کو پیدا کر لیا پھر زمین کو بچھایا ۔ ان دونو آیتونکو مطابق کرنے مین مفسرین کے
سے اقوال ہین بغوی[1] نے ابن عباس سے یہ روایت کی ہے کہ اللہ نے آسمان سے پہلے
ی کو مع اون روزیونکے جو اوس مین ہین پیدا کیا ۔ مگر اوسکو پھیلایا نہین پھر آسمانونکو پیدا کیا اوسکو
ین کو پھیلایا اس روایت کی بموجب ان دونون آیتون مین جو تناقض تھا وہ رفع ہو گیا ۔ اسکے
ہ مفسرین نے اور اقوال جو ان دونون آیتون کی تطبیق مین نقل کیئے ہین اون مین سے ایک
ہے کہ اس آیت مین ثم سے زمانہ مین آگے پیچھے ہونا مراد نہین بلکہ ثم صرف واو عطف کے معنی
ہے یعنی ثم استوے الی السماء کے معنی یہ ہین اور متوجہ ہوا طرف آسمان کی ۔ یعنی یہ ترتیب
ں زمین کی چیزون کو پیدا کیا پھر آسمان کیطرف متوجہ ہوا مقصود نہین بلکہ مقصود یہ ہے کہ اوسنے
ب چیزونکو پیدا کیا اور آسمان کو درست کیا ۔ آیندہ بعضی آیتون مین یہ بھی ذکر آئے گا کہ زمین کو

[1] بغوی نے اپنی تفسیر کی جو اپنی شرح السنہ یا تہذیب مین اون کا انتقال ۵۱۰ھ مین ہوا ۱۲

قطع کرتے ہین جنکے ملانے کا اللہ نے حکم کیا ہے جیسے صلہ رحم یعنی حقوق قرابتا
چھوٹ کر مومنین کی جماعت سے بلجانا۔ اور نماز کی جماعتون مین جمع ہونا اور اللہ کی اطا
کامون مین سب کا ایکدل اور متفق ہوجانا اور سب پیغمبرون پر ایمان لانا نہین کہ کسیکو ماننا اور
کرنا ان سب امور مین وہ لوگ تفرقہ ڈالتے تھے اور زمین مین انکا فساد یہ تھا کہ لوگون کو اللہ و
اطاعت سے روکتے ہے اور دین اسلام کے ساتھ تمسخر کرتے تھے کَیْفَ تَکْفُرُونَ
وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ
کسطرح کفر کرتے ہو تم اللہ کے ساتھہ اور حال یہ ہے کہ تھے تم بیجان پھر زندہ کیا تم
تمکو پھر زندہ کرے گا تمکو پھر اوسکی طرف رجوع کرائے جاوگے تم ف اب اللہ کافر وا
کرکے اونکو سمجھاتا ہے کہ تم اپنی ابتدا کو اور موجودہ حالت اور انتہا کو غور کرو تو کسی وقت او
اختیار سے باہر نہین اور ہر وقت اوسکے محتاج ہو پھر تم اوس سے کسطرح کفر کرتے ہو ابتہ
بیجان تھے اوسنے تم مین جان ڈالی پھر تمکو موت دیگا پھر قیامت مین زندہ کرے گا او
حساب کتاب کے لئے اوسی کے سامنے تمکو جانا پڑے گا پس جب تمہاری زیستی اور موت
اختیار مین ہے اور انجام کو بھی اوسی سے کام پڑے گا پھر اوس سے کفر کرنا عجیب حماقت
ف یہ جو فرمایا کہ تم بیجان تھے اس سے وہ حالت مراد ہے جو پیچ مین جان پڑنے سے پ
ابتدا مین وہ منجملہ عناصر تھا پھر ماپ کی غذا بنا پھر نطفہ بنا پھر خون بستہ۔ پھر گوشت کا لوتھڑا
حیات سے مراد یہی دنیا کی حیات ہے اوسکے بعد موت بھی ایک معمولی چیز ہے جو سبکو ملے
اوسکے بعد جو حیات کا ذکر ہے اوس سے وہ حیات مراد ہے جو قیامت کے دن صور کی
حاصل ہوگی موت ثانی اور حیات ثانی کے درمیان مین جو زمانہ ہے اوس مین اگر جو
کیفیت ثواب یا عذاب کا حاصل ہوگا مگر چونکہ روح کو بدن سے کوئی تعلق نہوگا اسلئے وہ زمانہ

بعض علما کو تامل ہے ۔ یونانیونکا یہ قول کہ آسمان پیاز کے چھلکون کی طرح تہ بتہ لپٹے ہوئے ہین مسلمانونکے نزدیک صحیح نہین بلکہ اون مین باہم بہت سا فاصلہ ثابت ہوا ہے ترمذی اور احمد نے آسمانونکے بیان مین ایک طویل حدیث نقل کی ہے جسمین ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانسو برس کا فاصلہ مذکور ہے ۔ معراج کے واقعے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب آسمانون پر تشریف لیجانا بھی صحاح کی حدیثونسے ثابت ہوا ہے ۔ اور جب آسمانونکا وجود صریح قرآن اور حدیث سے یقینی طور پر ثابت ہوگیا تو یہ معلوم ہوگیا کہ اس زمانہ مین جو آسمان کے انکار کا قول مشہور ہوا ہے یقیناً غلط ہے ف سید احمد خان نے اپنی تفسیر مین اسموقع پر اول تو مسلمانونپر بہت بڑا طعن یہ کیا ہے کہ وہ آسمانونکے مسئلے مین یونانیونکا قول مانتے ہین ۔ اور اسی کی مطابق قرآن کی تفسیر کرتے ہین مگر یہ اونکا محض افترا ہے ۔ مسلمانونکو یونانی حکیمونکے مسئلون سے کچھہ غرض نہین وہ قرآن حدیث کے ماننے والے ہین اور جو اوس سے ثابت نہوا اوسپر اعتقاد نہین کرتے اور جو مخالف ہو اوسکو یقیناً غلط سمجھتے ہین ۔ پھر اونہون نے یہ دعوے کیا ہے کہ سما کا لفظ قرآن مین کئی معنی مین مستعمل ہوا ہے اس وسعت پر جو ہمارے سر و نپر ہے اور اس نیلی نیلی گنبدی جہت پر اور بادلون پر مگر اونہون نے قرآن کی آیتونکو نقل کرکے یہ دعوے ثابت نہین کیا پھر وہ لکھتے ہین کہ (اس مقام پر سما کے لفظ سے وہ وسعت مراد ہے جو ہر شخص اپنے سر پر دیکھتا ہے ۔ پس آیت کے معنی یہ ہین کہ خدا اوس وسعت کی طرف متوجہ ہوا جو انسان کے سر پر بلند دکھائی دیتی ہے اور تہیک اوسکو سات بلندیان کردین) سات بلندیون سے اونہون نے سات کو اکٹھا مراد لئے ہین اور اس سے ظاہر ہوگیا کہ مسلمان جن آسمانونکے معتقد ہین اوسکے وہ منکر ہین ۔ والسماء بنا کے لفظ سے ظاہر ہے کہ آسمان مثل چھت یا گنبد یا ڈیرہ کے بنا ہوا ہے اور سورۂ انبیا مین اللہ نے اسکی صاف تصریح کردی ہے اور فرمایا ہے وجعلنا السماء سقفاً محفوظاً ۔ اور بنایا ہمنے آسمان کو چھت محفوظ ۔ اور پھر

آسمان اور اون سب چیزونکو جو اونکے درمیان مین ہین اللہ نے چھ دن مین پیدا کیا ہے اس
آیت سے یہ معلوم ہو گیا کہ آسمان سات ہین اور اسکے علاوہ عرش اور کرسی کا ذکر بھی آیندہ آئیگا
بعض علما کا قول یہ بھی ہے کہ عرش اور کرسی دو چیزین نہین بلکہ یہ دونو نام ایک ہی چیز کے ہین
اللہ نے اپنی ان صفتون کے ذکر کے بعد جو یہ فرمایا کہ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے گویا یہ اپنی صفت
کے کامل ہونے کا سبب بیان کیا یعنی چونکہ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے اسی وجہ سے اوس نے
یہ سب چیزین ایسی عمدگی کے ساتھہ پیدا کین اور اس بیان مین کافرونپر بھی ظاہر کر دیا کہ تم ایسے اللہ
کے ساتھہ کفر کیونکر کر سکتے ہو جسکے اختیار مین تمہاری موت اور زندگی ہے اور انجام کو اوسی کے حضور
مین تم جانے والے ہو اور اوسنے تمہارے فائدے کے لئے زمین کی تمام چیزین پیدا کین اور
آسمانونکو بنایا اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہی ہے یعنی تمہارا کفر بھی اوس سے چھپا نہین رہسکتا
پس ایسی قدرت والا جب تمہارے کفر سے واقف بھی ہے تو سخت سزا دے گا ۔ ف
سات آسمانونکا وجود تو قرآن سے ثابت ہو گیا ممکن ہے کہ آسمان اس سے زیادہ بھی ہون
اس لئے کہ قرآن مین سات آسمانونکا جو ذکر ہوا ہے اس سے زیادہ کی نفی ثابت نہین ہوتی
لیکن اگر کوئی زیادتی کا دعوے کرے تو سوائے مخبر صادق کے بیان کسی کا اعتماد کے لائق
نہین ۔ یونانی ہیئتیونکا یہ قول تھا کہ نو آسمان ہین اور وہ پیاز کے چھلکون کی طرح تلے اوپر لپٹے
ہوئے ہین مگر نو کا عدد سمہ عرش و کرسی کے مسلمانون کے نزدیک بھی ثابت ہو جاتا ہے ۔ اس
امر مین بحث باقی رہے گی کہ اون دونون کو بھی آسمان کہہ سکتے ہین یا نہین ۔ کرسی کی صفت
قرآن سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ زمین و آسمان کو گھیرے ہوئے ہے اس لئے اوس کو آسمان
کہدینا نامناسب نہوگا مگر عرش کے معنے لغت مین تخت کے ہین اور قرآن و حدیث سے یہ ثابت
ہوتا ہے کہ اوسکے پائے بھی ہین جنکو فرشتے اوٹھائے ہوئے ہین پس اوسکو آسمان کہنے مین

فرشتے بولے کہ کیا تو پیدا کرے گا زمین پر ایسے شخص کو جو فساد اور خونریزی کریگا اور ہم تسبیح پڑھتے ہین تیری حمد کی اور پاکی بیان کرتے ہین تیری اللہ نے کہا مین جانتا ہون جو تم نہین جانتے **ف** آیت سابقہ مین اللہ نے مجملاً یہ بیان کیا تھا کہ تمہارے لئے زمین کی سب چیزین پیدا کین اب اسکی زیادہ تفصیل کرتا ہے کہ تمہارے باپ آدم کو تمام زمین کی خلافت اللہ نے دی اور اوس کے مقابلہ مین ملائکہ نے جو خلافت کی تمنا ظاہر کی تھی اوسکو قبول نکیا۔ اور ملائکہ پر اوس کو ترجیح دی اور علم مین غالب کیا بلکہ ملائکہ کو حکم کیا کہ آدم کو سجدہ کرین اور ابلیس نے جو سجدہ سے انکار کیا تو اوسکو مردود کیا۔ اس بیان کی تمہید اللہ نے اوس قصہ سے شروع کی جو آدم کے پیدا کرنے سے پہلے اس باب مین ملائکہ نے گفتگو کی اس آیت کی تفسیر مین سب سے پہلے ملائکہ کی حقیقت جان لینی چاہیے۔ ملائکہ اللہ کی ایک مخلوق ہے اونکے جسم لطیف نورانی ہین اونکو اللہ نے یہ اختیار دیا ہے کہ جیسی چاہین ویسی صورت بنالین اون مین نر و مادہ نہین ہوتے۔ بھوک پیاس شہوت وغیرہ سب جسمانی خواہشون سے پاک ہین اللہ کی اطاعت مین کبھی سستی نہین کرتے ہر وقت اوس کی عبادت مین مشغول ہین اونکو سہو اور نسیان بھی نہین ہوتا یہ بات کہ وہ کسقدر ہین اور اونکی عمرین کتنی ہوتی ہین اور عبادت کسطرح کرتے ہین اللہ کے سوا کسیکو معلوم نہین اون مین سے بعض کو عبادت کے سوا کوئی کام نہین کچھ اون مین اللہ کے عرش کو اوٹھائے ہوئے ہین اور کچھ اونمین سے عرش کے گرداگرد رہتے ہین۔ کچھ اون مین سے پیغام لیجانے کے کام پر ہین اون کے دو دو اور تین تین اور چار چار بازو بھی ہوتے ہین وہ دم بھر مین جہان چاہین وہان پہونچ جائین کچھ اونمین سے جنت کے اہتمام کے واسطے ہین کچھ دوزخ کے محافظ ہین کچھ زمین و آسمان کے امور کا انتظام کیا کرتے ہین۔ ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے نیک و بد اعمال لکھنے کے واسطے مقرر ہین

یہ جو اللہ نے قرآن مین فرمایا اذا السماء انفطرت واذا الکواکب انتثرت یعنی جسوقت آسمان پھٹین اور کواکب بکھرین۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ آسمان کواکب سے جدا چیز ہین۔ پھر سید صاحب نے یہ دعوے کیا ہے کہ صاحب بیضاوی بھی اونکے قول سے موافق ہے اسلئے کہ اوس نے یون لکہا ہے کہ سماء سے یہ اجرام علوی مراد ہین یا اوپر کی طرفین درحقیقت سید صاحب اجرام علوی کا لفظ بیضاوی کی عبارت مین دیکہکر یہ دہوکا دینا چاہتے ہین کہ اجرام علوی مین کواکب بہی شامل ہین حالانکہ بیضاوی کی مراد اجرام علوی سے صرف بہی ساتون چہتین ہین جو عموماً سماء کے لفظ کو سمجہی جاتی ہین اور یہی حقیقی معنے لفظ سماء کے ہین اور پہر بیضاوی نے دوسرا احتمال یہ جو نکالا کہ یا اوپر کی طرفین مراد ہین اسکا مآل بہی آسمان کی ہی طرف ہے اسلئے اوپر کی طرفون کی حد آسمان پر ہی ہوتی ہے یا اوس نے اسوجہ سے یہ احتمال پیدا کیا کہ اللہ کے پیدا کرنے سے پہلے آسمان موجود نہ تہے پس یہ معنی کہنے چاہئین کہ اللہ اوپر کی طرفون کی طرف متوجہ ہوا اور اونہین سات آسمان بنا دئے۔ پس اس صورت مین اوس نے سماء کے معنے جو اوپر کی طرفون کے لئے یہ معنی مجازی ہین اور قرینہ مجاز اوسوقت آسمانونکا موجود نہونا ٹہہرایا مگر اوس نے سموات کے لفظ سے یہی ساتون چہتین مراد لین ہین اور صاف لکہدیا ہے اگر کوئی کہے کہ رصدوالون نے تو آسمان ثابت کیے ہین تو ہم یہ جواب دینگے کہ اونکے بیان مین بہت سے شکوک ہین اور اگر اونکا قول صحیح بہی ہو تو آیت مین زیادہ کی نفی بہی نہین اور اگر ان سات آسمانونکے ساتہہ عرش و کرسی بہی ملالئے جائین تو کچہہ اختلاف باقی نہین رہتا۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ط اور جب کہا تیرے رب نے فرشتون سے کہ مین بنانیوالا ہون زمین پر ایک خلیفہ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۭ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

اور تمہید اللہ نے اسی گفتگو کو بنایا پس اس گفتگو کے ان عمدہ نتایج پر غور کرنے کے بعد اس سوال
کی ضرورت نہین رہتی کہ یہ گفتگو اللہ نے فرشتونسے کیون شروع کی چونکہ مخلوق کا علم ناقص اللہ
کی ساری حکمتون اور مصلحتونپر حاوی نہین ہوسکتا۔ اور دستور ہے کہ جب کوئی شخص کسی ایسے کام
کرنے کا ارادہ ظاہر کرے جسمین سامعین کو بظاہر مضرت معلوم ہوتی ہو تو اگرچہ سامعین اوس شخص
کی حکمت اور دانشمندی کی حد سے زیادہ معتقد ہون اور اس بات پر یقین کامل رکھتے ہون کہ بیشک اس
کام مین کچھ ایسی مصلحتین ہین جنکو ہم نہین سمجھتے اور اس بات کا اونکو وہم اور شبہہ بھی نہو کہ یہ دانشمند
شخص کوئی کام خلاف حکمت و مصلحت کریگا بلکہ اپنی ہی قصور فہم کا یقین ہو مگر باینہمہ سامعین جبتک
اس کام کی مصلحتونکو معلوم نہ کرلین اوسوقت تک اونکی طبیعت کا خلجان رفع نہین ہوتا خصوصاً نفوس
عالیہ کو علم کی طلب اور تشنگی ایسی ہوتی ہے کہ وہ کسی امر مین اپنی جہالت معلوم کرکے سخت بیچین
ہوجاتے ہین اور جب تک اوسکی مصلحت اور حکمت معلوم نہ کرلین اونکو چین نہین ہوتا خضر اور
موسے کے قصے کو غور کرو کہ جب خضر کے بعض افعال کی مصلحتین حضرت موسے کی سمجھ مین نہ آئین
تو اونکو ضبط کی تاب نہوئی اسی قسم کی بیچینی اس خبر کو سنکر ملائکہ پر طاری ہوئی اور وجہ اوسکی یہ تھی کہ
انسان کے بعض افعال کی کیفیت بھی اللہ نے ملائکہ کو بتادی تھی اسلئے اونکو یہ معلوم تھا کہ بعض انسان
فساد اور خونریزی بھی کرینگے پس اونکو یہ تعجب ہوا کہ ایسی قوم کو زمین کی خلافت کیون دیجاتی ہو جس سے
ایسی نافرمانیان ظاہر ہونے والی ہین اس تعجب کی حیرت ملائکہ پر ایسی غالب ہوئی اور اوسکی حکمت
اور مصلحت معلوم کرنے کی خواہش مین ایسے تشنہ ہوگئے کہ اونسے ضبط نہوسکا آخر اونہون نے اللہ سے
یون پوچھا کہ زمین کی خلافت مفسدون اور خونریزونکو کیون دیجاتی ہے پس یہ سوال اونکا بطور سوال
اور اعتراض کے نتھا بلکہ بالکل ایسی کیفیت تھی جیسے کوئی شاگرد اپنے شبہات کو جب اپنی استعداد سے
حل نہین کرسکتا تو اونکے حل کی طلب مین بیقرار ہوتا ہے آخر اپنے اوستاد سے پوچھتا ہے اور اس قسم کے

کچھ انسانونکی محافظت کے واسطے ہین اسیطرح اللہ اون سے جو کام چاہتا ہے لیتا ہے اور
اونمین سے جبرئیلؑ اور میکائیلؑ اور اسرافیلؑ اور عزرائیلؑ جو اکابر ملائکہ ہین اونکے نام بھی معلوم
ہین جبرئیلؑ انبیا پر وحی لانیوالے ہین میکائیل بندونکے رزق کی انتظام پر مقرر ہین۔ عزرائیلؑ روح
قبض کرتے ہین۔ اسرافیلؑ صور پھونکنے والے ہین۔ جس روز سے اسرافیل نے دوزخ
کی آگ دیکھی ہے اوس روز سے کبھی نہین ہنسے۔ ملائکہ پر اللہ کی ہیبت اور خوف بھی بے انتہا غالب ہے جب
اللہ کا کوئی حکم نازل ہوتا ہے تو ہیبت کے مارے بیہوش ہوکر گر پڑتے ہین بعض رحمت نازل
کرنے کے کام پر ہین۔ بعض غضب اوتارتے ہین۔ جنپر اللہ مہربان ہوتا ہے اوسکے لئے دعا
مانگا کرتے ہین کبھی مسلمانونکے ساتھہ شریک ہوکر کافرون سے جنگ بھی کرتے ہین جس قوم پر
خدا کا غضب نازل ہوتا ہے اوسکو دم بھر مین غارت کردیتے ہین لیلۃ القدر وغیرہ مبارک راتون مین
معمول سے زیادہ رحمت کے فرشتے آسمان سے زمین پر نازل ہوتے ہین۔ ملائکہ کا اعتقاد ایمان
مین شرط ہے اور اونکا منکر کافر ف اللہ نے آدم کے پیدا کرنے سے پہلے فرشتون سے
یہ گفتگو کی کہ مین زمین مین ایک اپنا خلیفہ پیدا کرنے والا ہون خلیفہ کے معنے نائب کے ہین اوس سے
مراد آدمؑ اور اولاد آدمؑ ہے اسلئے کہ وہ زمین پر احکام الہی کے جاری کرنے مین اوسکے نائب ہین
اور اونکو اللہ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اونکے علاوہ جتنی مخلوقات ہے سب کو اونکا خادم
بنایا ہے چنانچہ سورۂ جاثیہ مین فرمایا ہے کہ زمین و آسمان مین جتنی چیزین ہین سب اللہ نے اپنے
فضل سے تمہارے لئے مسخر کردی ہین اگرچہ اللہ محتاج مشورے کا نہا مگر فرشتون سے یہ گفتگو
اسلئے کی کہ اپنی مخلوق کو مشورے کا طریقہ سکھادے۔ اور اس سوال وجواب مین انسان کی شرافت
بھی فرشتون پر ظاہر کردی اور علم الہی مین جو جو نتیجے اس قصے سے پیدا ہونے والے تھے یعنی
آدمؑ کا علم مین ملائکہ پر غالب ہونا اور مسجود ملائکہ ہونا اور شیطان کا مردود ہونا ان سب کا قصہ

خلافت کے لائق نہ سمجھا۔ اور یہ خبر نہ تھی کہ منشا فساد یعنی ابلیس خود اونھین کے گروہ مین سے ہو وہی۔ اور یہ بھی خیال نہ کیا کہ بعض آدمی اللہ کے ایسے مقرب بھی ہین کہ اونکے مراتب قرب کے مقابلہ مین ملائکہ کا مرتبہ کچھ بھی نسبت نہین رکھتا۔ دوسرے اونہون نے اون موانع عبادت اور مشکلات امتحان کا لحاظ نہین کیا جنمین انسان مبتلا کیا گیا ہے جیسے بھوک اور پیاس اور شہوت اور فریب دہی شیطان اور عوارض جسمانی اور زن و فرزند کی محبت اور حق و باطل کو اپنی راے سے پرکھنے کا امتحان ان سب مشکلات سے ملائکہ بری ہے پھر اونکی عبادت کو ایسا کمال نہین ہو سکتا کہ اون کے مرتبہ کو انسان کے مرتبہ سے بڑہا دے البتہ ان موانع اور مشکلات مین مبتلا ہو کر انسان کی تھوڑی سی عبادت بھی بہت سے اجر کا باعث ہو سکتی ہے اسیوجہ سے اللہ نے فرمایا کہ مین جانتا ہون جو تم نہین جانتے۔ یعنی بعض کا شریر اور مفسد ہونا کل نوع انسانی کو استحقاق خلافت سے محروم نہین کر سکتا اسلیے کہ جو انمین مقبول بندے ہین وہ مراتب قرب مین بھی ملائکہ سے سبقت لیجائینگے اس کے علاوہ مشکلات امتحان کی متحمل بھی نوع انسانی ہی ہے جن مین ملائکہ مبتلا نہین کئے گئے پس مستحق خلافت بھی وہی ہے نہ ملائکہ **ف** اگر خلیفہ سے مراد حضرت آدم کی ذات خاص ہو تو فرشتونکے قول کا مطلب یہ ہوگا کہ اے اللہ کیا تو ایسے شخص کو خلیفہ کریگا جسکی اولاد فساد اور خونریزی کریگی اور اگر خلیفہ کل نوع انسانی کو سمجھا جاے تو اتنی تاویل کی بھی ضرورت نہین رہتی **ف** حاکم نے ابن عباس وغیرہ بعض مفسرین صحابہ سے روایت کی ہے اور اسکو صحیح بھی کہا ہے آدمؑ کے پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے اللہ نے جنون کو زمین مین پیدا کیا تھا مگر اونہون نے زمین مین فساد کیا تو اللہ نے اونپر ملائکہ کا لشکر بھیجا ملائکہ نے اونکو مار کر جزائر کیطرف نکالدیا جب اللہ نے خلافت آدمؑ کی خبر دی تو ملائکہ نے کہا کہ کیا تو خلیفہ کرتا ہے زمین مین ایسے کو جو فساد کریگا اوسمین جیسا کہ قوم جن نے فساد کیا تھا۔ اس روایت کو بغوی نے اپنی تفسیر مین اسطرح نقل کیا ہے کہ اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کر کے ملائکہ کو آسمان مین رکھا اور جنون کو زمین مین

سوال مین عقلا اور عرفا کو گستاخی نہین سمجھی جاتی۔ ورنہ فرشتونکی یہ مجال نتھی کہ اللہ کے
کسی کام پر کچھ اعتراض نہین کرسکتے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام جو اللہ کے مقرب بندے ہے اونہون نے
بھی اللہ سے پوچھا تھا جیسا کہ سورہ اعراف مین مذکور ہے کہ اے اللہ کیا تو ہمکو ہلاک کرتا ہے
اون افعال پر جو ہم مین سے بعض سفہا نے کیے ہین۔ پس جسطرح یہ استفسار حضرت موسےٰ کا کوئی
گستاخی نہین سمجھا جاتا اسی طرح یہ ملائکہ کا پوچھنا بھی جو صرف اسکی مصلحت معلوم کرنے اور اپنا خیال
دفع کرنے کے واسطے تھا گستاخی نہین ہوسکتا۔ اس سے پہلے ملائکہ خود بھی اس مرتبہ عظیم یعنی خلافت
زمین کے امیدوار تھے اور اس موقع پر جو اونہون نے اللہ کو اپنی طرف متوجہ پایا اور خطاب خاص کی
دولت سے مشرف ہوئے اور حسن اتفاق سے۔ خلافت کا تذکرہ شروع ہوا اس لیے ملائکہ نے
اس موقع کو غنیمت جانکر اپنی اس تمنا کو بھی در پردہ ظاہر کردیا یعنی بالتصریح یہ آرزو پیش نہ کی بلکہ وہ
عرض کردیا جسکی وجہ سے وہ اپنی ذات کو مستحق خلافت سمجھتے تھے یعنی یون کہا کہ ہم تیری تعریف
کیا کرتے ہین اور پاکی بیان کرتے ہین۔ اگرچہ بنظر ظاہر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ ملائکہ نے انسان کی مذمت
بیان کی جو غیبت ہے اور اپنی مدح کی جو تکبر اور خود پسندی کی نشانی ہے مگر چونکہ یہ دونو باتین بصورت
تحسین لہذا غیبت اور خود پسندی مین داخل نہین اس لئے کہ ضرورت کے وقت ایسی قسم کی باتین
قبیح نہین ہوتین۔ اب ایک شبہہ یہ باقی رہتا ہے کہ جب ملائکہ کو معلوم ہوگیا کہ خلافت آدم کے لئے
مقرر ہوچکی پھر اونہون نے کس امید پر اپنا استحقاق ظاہر کیا اسکا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اوسوقت تک
اونکو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ قضاے مبرم ہے یا معلق پس اس امید پر کہ شاید قضاے معلق ہو اونہون نے
اپنی تمنا عرض کی اور استحقاق پیش کیا۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ ملائکہ نے جو خلافت آدم کی تجویز پر تعجب
کیا اور اپنے آپکو مستحق خلافت سمجھا اس مین اونکی رائے کی غلطی اور اجتہاد کی خطا بیشک
تھی اسلئے کہ اونہون نے بعض شریر انسانونکے افعال قبیحہ کا لحاظ کرکے کل نوع انسانی کو مستحق

یہ ہے کہ اللہ نے ملائکہ کو بتا دیا تھا کہ خلیفہ کی اولاد آپسمین ایک دوسرے سے حسد اور قتال کرینگے
اس قول کی نسبت ابن مسعود وغیرہ صحابہ کی طرف کیجاتی ہے۔ بعض کا خیال یہ ہے یہ مضمون انہونے
نے لوح محفوظ کے دیکھنے سے معلوم کیا تھا۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ اونہون نے خلیفہ کے
لفظ سے یہ مطلب سمجھ لیا تھا اس لئے کہ خلیفہ کے واسطے حکومت لازم ہے اور حاکم اسی قوم پر
مقرر کیا جاتا ہے جس مین فساد اور خونریزی ہوتا کہ حاکم کے سامنے ایک دوسرے کے ظلم کی فریاد
کرسکین ف بعض مفسرین نے نقدس لک کے معنے یہ لکھے ہین کہ ہم پاک کرتے ہین اپنے نفس کو
گناہون سے تیرے لئے ف اس تمام مضمون کے معلوم کر لینے کے بعد سید احمد خان کا یہ ستم
بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ وہ ملائکہ کے وجود کا ہی انکار کرتے ہین حال آنکہ اول سے آخر تک
قرآن مین جابجا ملائکہ کا تذکرہ ہے اور اونکی تمام صنعتین مفصل بیان ہوئی ہین۔ مگر سید صاحب کی
جرأت دیکھئے وہ کہتے ہین کہ قرآن سے ملائکہ کا ایسا وجود جیسا کہ مسلمانونکا اعتقاد ہے ہرگز ثابت نہین
ہوتا۔ ملائکہ کے مسئلہ مین مسلمانون مین اور اہل کتاب مین ہی کوئی اختلاف نہین۔ حضرت آدم سے
لیکر اب تک جتنے فرقے آسمانی کتابونکے ماننے والے گذرے ہین سب ملائکہ کے مسئلہ مین مسلمانونکے
ساتھہ اتفاق رکھتے ہین۔ سب آسمانی کتابون مین ملائکہ کے اسی وجود کا ذکر ہے یہ محرف توریت
و انجیل جو اب یہود و نصاریٰ کے ہاتھہ مین ہے اس مین ہی ملائکہ کا تذکرہ اسی طرح موجود ہے جیسا کہ
مسلمانونکا اونکی نسبت اعتقاد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہمیشہ ملائکہ کو بچشم خود ملاحظہ
فرماتے تھے اونہین کے بیان کے موافق مسلمان ملائکہ کے معتقد ہوئے ہین احادیث صحیحہ متواترہ
اونکا ذکر موجود ہے صحابہ اور تابعین اور تمام سلف صالحین کا یہی اعتقاد رہا متاخرین بھی آجتک
یہی کہتے رہے پس جو امر ایسا اتفاقی اور تمام کتب آسمانی خصوصاً قرآن و حدیث سے نہایت صراحت
کے ساتھہ ظاہر ہو تو ایسے پکے مسئلے کے یقین مین سید صاحب کی رائے کی مخالفت کوئی شبہ

جگہ وہی مدتون وہ زمین مین رہے پھر اونمین حسد اور بغاوت پیدا ہوئی تو اونہون نے فساد اور
قتال شروع کیا اوسوقت اللہ نے اونکی طرف لشکر ملائکہ کا بھیجا ان ملائکہ کو وہی جن کہتے تھے اسلئے
کہ وہ جنت کے خازن تھے پس اونکا نام جو جن تھا وہ جنت سے مشتق تھا اونکا افسر ابلیس تھا اون
سب مین رئیس اور مرشد اور زیادہ علم والا وہی تھا جب وہ ملائکہ زمین پر اوترے تو اونہون نے زمین والے
جنونکو پہاڑ کی گہاٹیون اور سمندر کے جزیرون مین بھگا دیا اور خود زمین مین رہنے لگے اللہ نے اونکی
عبادت مین تخفیف کی تھی اور ابلیس کو زمین اور آسمان اول کی بادشاہت اور جنت کی حفاظت سپرد
کی تھی وہ اللہ کی عبادت کبھی زمین مین کرتا تھا کبھی آسمان مین کبھی جنت مین۔ پھر اوسکے دل مین
یکایک غرور پیدا ہوا اور وہ یہ سمجھا کہ اللہ نے مجھکو یہ مرتبہ اسلئے دیا ہے کہ میرا تمام ملائکہ مین افضل ہونا
اوسوقت اللہ نے ابلیس اور اوس کے لشکر سے یہ کہا کہ مین زمین مین خلیفہ بنانیوالا ہون
ان روایتون سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابن عباس وغیرہ صحابہ کے قول کی موجب یہ گفتگو اللہ نے
صرف اون ملائکہ سے کی تھی جو جنونکو نکالنے کے بعد زمین پر رہتے تھے اور بغوی کی روایت کی
موجب ابلیس اونکا سردار تھا اور اونہین ملائکہ نے یہ استفسار کیا تھا کہ کیا تو ایسی قوم کو خلیفہ کرتا ہے جو فساد
اور خونریزی کریگی۔ مگر اکثر متاخرین کا قول یہ ہے کہ ملائکہ سے عموماً جمیع ملائکہ مراد ہین اسلئے کہ ظاہر
الفاظ قرآن اسی پر دلالت کرتے ہین واللہ اعلم بالصواب **ف** اس امر مین مفسرین کے اقوال
مختلف ہین کہ ملائکہ کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ انسان دنیا مین فساد اور خونریزی کریگا ابن عباس رضی اللہ عنہ
کیطرف یہ قول منسوب ہے کہ ملائکہ نے جنون کے حال پر انسان کے حال کو قیاس کیا چنانچہ ابن
عباس سے حاکم کی روایت جو اول منقول ہوچکی اوسکے آخر مین یہ بھی مذکور ہے کہ اسی اللہ کیا خلیفہ
کرتا ہے تو ایسی قوم کو جو فساد کرینگے زمین مین جیسا کہ قوم جن نے فساد کیا تھا یہی فقرہ تفسیر
اس امر کا ہے کہ اونہون نے انسان کے حال کو جنون کے حال پر قیاس کیا تھا اور بعض کا قول

بہت تعجب کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اوسکی خوبصورتی پر حیران ہوتے تھے ابلیس لعین بھی اوسکو دیکھنے
آیا اور اوس کے آس پاس پھرا اور کہا کہ قالب سے کیون تعجب کرتے ہو جا بجا اوسمین خلو ہین
جب تک اونکو پُر نکرو سیر نہو وے اور اگر پیدا کرین تو اوسکے پیچھے کہچا ویگے اور حرکت مین کا ہلی
کریگا پس اس کل داک پتلے سے کچھ نہین ہو سکے گا مگر اوسکے سینہ مین بجانب چپ ایک بند حجرہ ہی
معلوم نہین کہ اوسمین کیا ہے شاید لطیفہ ربانی کا مقام وہی ہو سکی وجہ سو وہ خلافت کا مستحق ہوا۔
پھر روح کو اوس پتلے مین داخل ہونے کا حکم ہوا جب وہ اوس پتلے کے پاس آئی تو اوسنے دیکھا
کہ ایک تنگ و تاریک مقام ہے اس لئے اوس کے اندر جانے سے رُکی تب اوسکو بحکم الہی سر کی
اوس پتلے کے اندر داخل کیا ابھی روح سر کے اندر تھی کہ آدم نے چھینک لی اور بالہام الہی الحمد للہ
اوسکی زبان پر جاری ہوا اللہ نے جواب مین فرمایا کہ یرحمک اللہ اسیطرح حاکم نے ابن عباس سے
اوسکی روایت کی ہے اور ابو نعیم نے بھی یہی کہا ہے۔ بیہقی نے کتاب اسماء والصفات مین ابن مسعود وغیرہ
ایک جماعت صحابہ سے یہ روایت کی ہے کہ جب حضرت آدم کی روح مگر تک پہونچی اوسیوقت
جست کر کے اوٹھ بیٹھے اور چونکہ تیزی کو بدن مین روح ابھی نہین پہونچی تھی اسلئے گر پڑے تو اللہ نے
فرمایا کہ پیدا کیا گیا ہے انسان جلد باز اور جب سارے بدن مین روح پہونچگئی تو حکم ہوا کہ فرشتونکی
جماعت پر گذر کر اونسے سلام علیک کہو حضرت آدم نے فرشتون سے السلام علیکم کہا اونہون
نے جواب دیا کہ وعلیک السلام ورحمۃ اللہ تو اللہ کا حکم ہوا کہ انہین کلمات کو ہمنے تیرے اور تیری
امت کے لئے کلمہ تحیت بنایا یہ سنکر حضرت آدم نے پوچھا کہ اے اللہ میری ذریت کیا ہی جواب ملا کہ
تیری ذریت ہمارے دست راست اور دست چپ مین ہے جسطرف کی ذریت کو تو دیکھنا چاہے اوسی کو
اول دکھا دین حضرت آدم نے اول اپنی اوس ذریت کو دیکھنا چاہا جو اللہ کے دست راست
مین تھی چنانچہ اللہ نے اول اپنا دست راست اوسکی پشت پر رکھا اور اونکی اولاد مین جتنے نیکبخت

اونکو ہم اول بطور تلخیص کے نقل کرتے ہین۔ ابو الشیخ وغیرہ محدثین نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ جب اللہ نے آدم کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو جبرئیل کو بھیجا
کہ تمام سطح زمین سے سفید اور سیاہ اور سرخ اور شور اور شیریں اور نرم اور سخت ہر ایک قسم کی مٹی
مٹھی بھر کر لے آوین جب جبرئیل نے زمین سے مٹی لینے کا قصد کیا تو زمین نے پوچھا کہ جو مجھ
مین نقصان پہونچاتا ہے جبرئیل نے جواب دیا کہ اللہ تجھسے ایک ایسی مخلوق پیدا کریگا جو تجھ مین
کی خلافت دیگا اور وہ ثواب بھی پائے گا اور عذاب مین بھی مبتلا ہوگا یہ سنکر زمین نے کہا مین
اللہ کی عزت کی پناہ لیتی ہون اس بات سے کہ تو مجھ سے ایسی مٹی لیجاوے جسمین سے کچھ دوزخ مین
بھی جلے یہ سنکر جبرئیل اوسی طرح لوٹے اور عرض کیا کہ اے اللہ زمین نے تیری عزت کی پناہ
لی مین تیرے نام اور تیری عزت کے ادب سے لوٹ آیا اور پھر وں سے عرض کیا پھر اللہ
نے میکائیل کو بھیجا اوسکے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا پھر اللہ نے اسرافیل کو بھیجا وہ بھی اسطرح
لوٹ گئے پھر اللہ نے عزرائیل کو بھیجا اونہون نے زمین کی فریاد نہ سنی اور کہا مین اللہ کے حکم کا
مطیع ہون تیری گریہ وزاری کی وجہ سے مین اللہ کے حکم کی تعمیل سے باز نہین رہسکتا تب
نے قبض ارواح کا کام اونکو سپرد کیا اور یہ حکم دیا کہ اس خاک کی مٹی کو اوس موضع پر جہان اب
خانہ کعبہ ہے جمع کرے پھر فرشتونکو حکم ہوا کہ اوسکا گلابہ بنائین چالیس روز تک ایسے ہی برسا
اونتالیس روز غم کا مہینہ اور ایک روز خوشی کا۔ اسیوجہ سے انسان پر غم اندوہ کے اوقات خوشی
سے زیادہ ہوتے ہین پھر وہ گلابہ خشک ہوکر کوزہ گرون کے سفال کی مثل ہوگیا جسمین سے ایک صدا
سے بجتا تھا اسیوجہ سے اللہ نے قرآن مین اوسکو صلصال کا لفظ فرمایا ہے پھر اللہ کے حکم سے
فرشتون نے اوسکو مکہ اور طائف کے درمیان وادی نعمان مین جو عرفات کے متصل ہے ڈالدیا
اور اللہ نے اپنی قدرت کے ہاتھ سے اوس سفال سے آدم کی صورت بنائی فرشتے اوسکو

لہ اس روایت مین پہلے معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل وغیرہ کا بھیجا جانا بیکار ہی ہوا نہایت تعجب ہے کہ اللہ کو کیا معلوم تھا کہ زمین کی فریاد سنکر اللہ کے حکم کی تعمیل کرینگے اگرچہ زمین نے اللہ کی پناہ لی تھی تو اللہ نے تو پہلے ہی حکم کو نسخ نہین کیا تھا تعجب ہے کہ اللہ کی تاویل اسطرح کیجاے کہ زمین نے تو پناہ لی تھی اللہ نے تو حکم دیا تھا وہ اس کے ساتھ شرط کیا کہ اگر زمین فریاد کرے تو چھوڑ دینا اور عزرائیل کے ساتھ یہ شرط کیا تھا کہ اگر زمین فریاد نہ کرے تو چھوڑ دینا

کہ ان کو جب موت کا حال معلوم ہوگا تو جینا دشوار ہو جاے گا اور موت کے یاد آنے سے
اونکا عیش تلخ ہوجاے گا حقتعالے نے فرمایا کہ مین اون مین غفلت ڈالنے کے لئے اونکی امید کی
رسّی دراز کردونگا کہ بسبب اوس کے موت سے غافل رہین گے۔ صحاح کی سب کتابون مین روایت
ہے کہ حضرت آدمؑ کے خمیر مین اللہ نے تمام روے زمین سے ہر ایک قسم کی مٹی کے اجزا شامل
کئے اسیوجہ سے کوئی سفید کوئی نرم کوئی سخت کوئی خبیث کوئی طیب ہوتا ہے۔ دیلمی نے
ابوہریرہ سے روایت کی ہو کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حرص اور مصیبت دنیا کو
چالیس روز تک آدمؑ کے گلابہ مین خمیر کیا۔ صحیح مسلم وغیرہ صحاح کی کتابون مین مروی ہو
کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنون مین افضل جمعہ کا دن ہو۔ اوسی روز اللہ نے
آدمؑ کو پیدا کیا اور اوسی روز اونکو بہشت مین داخل کیا اوسی روز اونکو زمین پر اوتارا اور اوسی روز
آدمؑ کی روح قبض ہوئی اور اوسی روز قیامت قائم ہوگی۔ امام احمد اور طبرانی وغیرہ محدثین نے
روایت کی ہے کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب اہل جنت بہشت مین داخل ہونگے
تو اونکے مونہہ پر ڈاڑھی مونچھہ اور بدن پر بال نہونگے اور رنگ اونکے سرخ و سفید ہونگے
اور اونکے بال پیچ در پیچ اور آنکھین سرمہ گین ہونگی اور جوانی اونکی تینتیس برس کی سی ہوگی اور وہ
سب حضرت آدمؑ کی صورت پر ہونگے۔ طول قد کا ساٹھہ ہاتھہ ہوگا اور عرض بھی اوسی کے مناسب ہوگا
یہانتک یہ قصہ بطور تلخیص تفسیر **سنح العزیز** سے لکھا گیا۔ حکیم ترمذی نے روایت
کی ہے کہ جب اللہ آدمؑ کو پیدا کرچکا تو ایک تخت پر بٹھایا جو سونے کا یاقوت سرخ کا تھا
اور اوس کے نو سو پائے تھے۔ اللہ کے حکم سے اوس تخت کو جبرئیلؑ اور میکائیلؑ اور اسرافیلؑ
اور عزرائیلؑ نے اپنے کاندہے پر اوٹھایا اور حکم ہوا کہ اونکو تمام آسمانون مین پھراؤ اور تمام
عجائبات دکھاؤ اسیوجہ سے اولاد آدمؑ کے جنازے کو چار آدمی اوٹھاتے ہین۔ بغوی نے لکھا ہو

---

۱۲ بخاری کی روایت
مین بھی ہو وہ کہ طول آدم
کو فد کا ساٹھہ ہاتھہ تھا اور جو لوگ
جنت مین داخل ہوگا اوس کی موت
ہوگا اوس کے بعد مخلوق
چونکہ ہوتی ہو بھی ۱۲
یہ نوبت ہوگی اسی روایت کی ہو
۱۲ امام احمد نے روایت کی ہو
کہ آدم کے جسم کا عرض
ساٹھہ ہاتھہ تھا ۱۲

۱۴۱

۱۲ ابو عبد اللہ محمد بن علی
حکیم ترمذی ۲۵۵ھ مین
انتقال ہوے ۱۲

قیامت تک پیدا ہونیوالے تھے سب یکتا ظاہر ہوگئے اور اونکی صورتین حضرت آدم کے
سامنے آگئین پہر اللہ نے دست چپ اونکی پشت پر پھیرا اور سارے بدبخت آدمی اونکی پشت
سے نکالے اور اونکی صورتین آدم کو دکھائین آدم نے اپنی ساری اولاد کو دیکھا تو اونمین باہم
بڑا اختلاف نظر آیا۔ کوئی خوبصورت کوئی بدصورت کوئی غنی کوئی فقیر کوئی وارث کوئی پست قد کسی کے
سب اعضا سلامت کسی مین کچھ نقصان۔ حضرت آدم نے عرض کیا کہ اے اللہ یہ سب تیرے ہی
بندے ہین پہر تو نے ان سب کو ایسا کیون نہ پیدا کیا۔ جواب ملا کہ اگر مین ان سب کو ایسا پیدا کرتا
تو میرا شکر کوئی نکرتا اب جو سب کا حال مختلف ہے تو ہر شخص جتنی نعمت اوس کو ملی ہے اوسکی
قدر کرے گا اور ہمارا شکر ادا کریگا۔ پہر آدم نے انبیا کو ملاحظہ کیا اونکی پیشانیون مین ایک نور چمکتا تھا
اون سب مین حضرت داؤد کا جمال اونکو بہت پسند آیا پوچھا کہ اے اللہ یہ کون ہے اور اسکا کیا
نام ہے ارشاد ہوا کہ یہ تیرا بیٹا داؤد ہے پہر آدم نے کہا کہ اے اللہ اوسکی عمر تو نے کتنی مقرر
کی ہے ارشاد ہوا کہ ساٹھ برس آدم نے پوچھا کہ میری عمر کتنی ہے ارشاد ہوا کہ ہزار برس آدم
نے عرض کیا کہ اے اللہ میری عمر سے چالیس برس کم کرکے اسکی عمر مین بڑہا دے چنانچہ جب
حضرت آدم کی عمر سے چالیس برس باقی رہے ملک الموت قبض روح کیواسطے آیا اور آدم کو مطلع کیا
کہ تمہاری وفات کا وقت آپہونچا آدم نے کہا کہ ابھی میری عمر کے چالیس برس باقی ہین فرشتون
نے کہا کہ وہ چالیس برس تو تم اپنے بیٹے داؤد کو دیچکے آدم نے کہا مجھکو یاد نہین جو مین نے اپنی
عمر کسیکو دی ہو۔ اور کوئی شخص اپنی عمر کسیکو نہین دے سکتا۔ امام احمد اور ابن ابی شیبہ نے
حسن بصری سے روایت کی ہے کہ جب اللہ تعالے نے حضرت آدم کے سامنے اونکی تمام
ذریت کو پیش کیا تو ملائکہ نے عرض کیا کہ اے اللہ اس جماعت کثیر کی زمین مین گنجایش کیونکر ہوگی
حقتعالے نے فرمایا کہ ہمنے جگہ خالی کرنے کے لئے ان مین موت کو مقرر کیا ہے۔ فرشتون نے عرض کیا کہ

آدم گندم رنگ تھے اور اونکی کنیت ابو محمد و ابو البشر ہے۔ قسطلانی نے شرح بخاری
مین ابن قتیبہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت آدم کے ڈاڑھی نہین نکلی تھی اونکے بعد اون کی
اولاد کے ڈاڑھی نکلنا شروع ہوئی۔ اسکے بعد اللہ نے آدم کو علم ملائکہ سے زیادہ عطا
فرمایا پھر مباحثہ کیواسطے ملائکہ کے سامنے پیش کیا۔ جسکا قصہ اس آیت مین مذکور ہے ف
یہ جو اللہ نے فرمایا کہ آدم کو کل اسمار سکھلائے اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہ سکھانا بطور العام کے
تھا چونکہ ملائکہ نے بھی استحقاق خلافت اپنے واسطے عرض کیا تھا اسلئے مقصود یہ تھا کہ اونپر ظاہر
کر دیا جاوے کہ مستحق خلافت آدم ہے نہ تم۔ خلیفہ کیواسطے ضرور ہے کہ جن چیزون پر خلیفہ مقرر ہو
اونکے حالات سے واقف ہو اور اونکے حالات معلوم ہونے سے پہلے اونکے نام اوسکو معلوم
ہونے چاہئین۔ کیونکہ ایک دوسرے کا امتیاز نام سے ہی ہوتا ہے اسلئے اللہ نے اول کل
چیزون کے نام آدم کو سکھائے۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ آدم کو ہر چیز کا نام سکھایا یہانتک
کہ چھوٹے اور بڑے پیالے کا نام بھی بتایا۔ اور سعید بن جبیر کا قول ہے کہ اونٹ اور گاو اور بکری کا
نام بتایا۔ مجاہد اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس زبان مین
سکھائے اس باب مین کوئی صحیح روایت آجتک اس فقیر کی نظر سے نہین گذری مگر بعض علما کا
نزدیک اسماسے یہ مراد ہے کہ حضرت آدم کو کل زبانین سکھائی گئین پس اونکی اولاد مین سے ہر شخص
ایک ایک زبان مین گفتگو کرنے لگا جب وہ جابجا متفرق ہوگئے تو ایک ایک زبان ایک ایک
فرقے سے خاص ہوگئی اگر یہ دونو قول جمع کئے جائین تو حاصل یہ ہوگا کہ آدم کو سب زبانون مین سب
چیزون کے نام سکھائے گئے واللہ اعلم بالصواب حاکم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ نے تعلیم اسمار کے ضمن مین آدم کو مختلف صنعتون مین سے
ہزار صنعتین بھی سکھائین اور فرمایا کہ تو اپنی اولاد کو حکم کر کہ اگر تم بغیر مال دنیا کے صبر نہ کر سکو

تو دنیا کو ان صنعتون سے طلب کرو اور دنیا کو دین سے طلب نکرو اسلئے کہ دین خالص تمہارے لئے ہو
افسوس اوسپر جو دنیا کو دین سے طلب کرے **ف** عرضم ہین جو جمع کی ضمیر ہے
اوسکا مرجع وہ چیزین ہین جنکے نام آدم کو سکھلائے گئے یعنی اون چیزون کی صورتونکو اللہ نے
ملائکہ کے سامنے پیش کیا اور کہا اگر تم استحقاق خلافت کے دعوے مین سچے ہو تو جن چیزون
کی خلافت مانگتے ہو اونکے نام تو بتاؤ بغوی نے مقاتل سے یہ روایت کی ہے کہ اللہ نے
ہر چیز جاندار اور بیجان کو پیدا کیا پھر اون سب کی صورتون کو ملائکہ کے سامنے پیش کیا **قَالُوْا سُبْحٰنَكَ**
لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ کہا ملائکہ نے
پاک ہے تو نہین ہے علم ہمکو مگر جو سکھا دیا تو نے بیشک تو جاننے والا ہے اور حکمت والا ہے
قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ کہا اللہ نے اے آدم بتا دے تو اون کو
نام اونکے **ف** حضرت آدم نے ان سب چیزونکے نام بھی بتا دیئے اور وہ حکمتین بھی
بتا دین جن کے لئے ہر ہر چیز پیدا کی گئی تھی **فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ** ۙ **قَالَ اَلَمْ**
اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جب بتا دیا آدم نے
ملائکہ کو اون چیزونکے نام تو اللہ نے کہا کہ مین نے تمسے نہین کہا تھا کہ مین جانتا ہون غیب
آسمانون کی اور زمین کی **وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ** ۝
اور جانتا ہون جو ظاہر کرتے تھے تم اور چھپاتے تھے تم **ف** بغوی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت
کی ہے کہ ابلیس آدم کے پتلے کے پاس ہو کر گذرا وہ مکہ اور طائف کے درمیان مین پڑا ہوا تھا تو ابلیس نے کہا کہ یہ پتلا کیون پیدا کیا گیا ہے پھر ہر ایک طرف سے اوسمین داخل ہوا اور
دوسری طرف سے نکل گیا اور کہا کہ یہ تو اندر سے خالی ہے اپنے جسم کو روک بھی نہ سکے گا پھر اوسنے
اپنے ساتھ والے فرشتون سے کہا کہ اگر اللہ اسکو تمپر فضیلت دے اور تمکو اوسکی اطاعت کا

کسی اور سے منقول نہین مگر ہم اسی تفسیر کو پسند کرتے ہین اسلئے کہ مخلوقات کے نام یا مختلف زبانین سیکھ لینے مین آدم کا کوئی کمال نہتا اور نہ اون چیزون کے سیکھنے سے مرتبہ کی فضیلت ثابت ہوا گر کوئی کہے کہ اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرنا منع ہے تو ہم کہینگے کہ اپنی رائے سے تفسیر جو منع ہو اوسکے معنی یہ ہین کہ اسباب نزول کے متعلق کوئی قصہ جو بطریق نقل ثابت نہوا ہو اپنی طرف سے بنا کر کہدے اور ایسے معنے اپنی طرف سے کہدینا جو اگلی پچھلی آیتون کے مناسب ہون اور کتاب وسنت کے خلاف نہون اہل علم کے واسطے جائز ہین اس آیت سے علمانے چند نتیجے ثابت کئے ہین۔ اول یہ کہ انسان ملائکہ سے افضل ہین۔ اس مسئلہ کی تفصیل علمانے اسطرح لکھی ہے کہ انسانون مین سے جو خاص بندے ہین وہ تمام ملائکہ سے افضل ہین۔ اور جو ملائکہ مین خاص مقرب ہین وہ اوسط درجہ کے آدمیون سے افضل ہین اور جو اوسط مرتبہ کے آدمی ہین وہ اوسط اور عوام ملائکہ سے افضل ہین اور عوام ملائکہ عوام البشر سے افضل ہین۔ دوسری بات اس آیت سے یہ ثابت ہوئی کہ باعث فضیلت صفت علم ہے جسکو علم زیادہ ہو وہی افضل ہے چنانچہ اللہ بالتصریح یہی فرماتا ہے۔ ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ کیا برابر ہوتے ہین جاننے والے اور نہ جاننے والے۔ ترمذی اور دارمی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فضیلت عالم کی عابد پر ایسی ہے جیسی فضیلت میری تم مین سے ادنے شخص پر اور دارمی نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی علم سیکھنے مین مصروف ہوا اور اوسی حالت مین مرجاوے تو جنت مین اوسکے اور انبیا کے مقام مین صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ جو لوگ طلب علم مین یہ عذر کیا کرتے ہین کہ اب اونکی عمر بہت ہوگئی بوڑھے ہوگئے۔ ابتدای عمر مین پڑھنے کا اتفاق نہین ہوا اب اگر پڑھا بھی پڑھنا شروع کرین تو امید تکمیل کی نہین۔ اونکو چاہیئے کہ اس حدیث کے مضمون پر غور کرکے طلب علم دین مین مرجاوین اور اس فضیلت کو حاصل کرین۔ ومن اللہ التوفیق۔ تیسری بات

حکم کرے تو تم کیا کروگے فرشتون نے کہا کہ ہم اللہ کا حکم مانین گے ابلیس نے اپنے دل مین کہا
کہ اگر مین اوسپر مسلط ہوجاؤنگا تو بیشک اوسکو ہلاک کردونگا اور اگر وہ مجھپر مسلط ہوا تو مین سرکشی کرونگا
پس یہ جو اللہ نے فرمایا کہ مین خوب جانتا ہون اوسکو جو ظاہر کرتے تھے تم اوس سے مراد وہ ملائکہ کا
قول ہے جسمین اونہون نے ہر حال مین اللہ کی اطاعت کا عزم ظاہر کیا۔ اور یہ جو فرمایا کہ جسکو
چھپاتے تھے تم اوس سے ابلیس کی سرکشی کا قول مراد ہے واللہ اعلم بعض مفسرین کا قول یہ ہے
کہ ملائکہ نے جس قول کو ظاہر کیا وہ یہ تھا کہ اے اللہ کیا تو زمین مین خلیفہ کرتا ہے ایسی قوم کو
جو فساد اور خونریزی کریگی اور جسکو چھپایا وہ یہ تھا کہ مستحق خلافت ہم ہین۔ قاضی ثناء اللہ صاحب
پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری مین یہ لکھا ہے کہ اللہ نے آدم کو اپنے نام سکھائے تھے
اور چونکہ اللہ کے نام بے انتہا ہین اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کل نام سکھائے اسلئے
اونہون نے لکھا ہے کہ کل نام بالتفصیل نہین سکھائے تھے بلکہ بالاجمال سکھائے تھے یعنی اونمین
یہ قوت پیدا کردی تھی کہ اللہ کے جس نام یا جس صفت کیطرف متوجہ ہون فی الجملہ اوسپر مشتمل ہو جاوے
پھر وہ لکھتے ہین کہ عرضہم مین ہم کی ضمیر آدم کیطرف پھرتی ہے جمع کی ضمیر یا تو بغرض تعظیم ہے
یا اسلئے کہ آدم کے ساتھ اونکی آل بھی شامل ہے پس معنی یہ ہوئے کہ پیش کیا آدم اور آل آدم کو ملائکہ کے
فقال انبئونی باسماء ھولاء کے معنے وہ یہ کہتے ہین کہ پھر اللہ نے کہا کہ اے ملائکہ خبر دو
مجھکو اون اسماء کی جو انکو یعنی آدم اور آل آدم کو معلوم ہین۔ یعنی ھولاء کا مشار الیہ اونہون نے
آدم اور آل آدم کو ٹھہرایا اور اسماء کی اضافت جو ھولاء کیطرف ہے اوس کے معنے یہ لئے کہ وہ اسماء الٰہی
جو آدم اور آل آدم کو معلوم ہین پس گویا یہان اسماء بمعنی معلومات کے ہوگئے اور یا آدم انبئھم
باسمائھم کے معنی وہ یہ کہتے ہین کہ اے آدم خبر دے ملائکہ کو اون اسماء الٰہی پر جو ملائکہ کو معلوم ہین
خاشی صاحب نے اسمقام پر اس امر کا بھی اقرار کیا ہے کہ یہ تفسیر ہمنے اپنی طرف سے لکھی ہے

قاضی محمد ثناء اللہ صاحب
حضرت شیخ جلال الدین اکبر الاولاد
پانی پتی قدس سرہ کی اولاد مین
سے تھے زاہد و متقی اور نیک
کی عمر مین اونہون نے قرآن
سولہ برس کی عمر مین تحصیل علوم
فارغ ہوگئے تھا پھر تمام
اونہون نے تفسیر لکھنے
حدیث اور کلام اور فقہ اور
تصوف مین بہت نام
انہی نے
تصانیف مین سے ایک تفسیر مظہری ہے
جسکا نام تفسیر مظہری ہے
جسکو چھپے ہوئے بارہ برس ہوئے
جو ہی مین اونکا انتقال ہوا
مجھ کو یون فی جلالت التعبیر انہی
وفات کی تاریخ ہے حضرت اعلیٰ

یوسف کو سجدہ کیا تھا اسلئے کہ سجدہ عبادت خدا کے سوا اور کسیکو نہین ہو سکتا۔ پس سجدہ درحقیقت خدا کے واسطے تہا اور آدم مثل قبلہ کے تھے۔ قتادہ کا قول ہی کہ اس سجدہ سے خدمت اللہ کی مقصود تھی اور حرمت آدم کی جیسے کہ جنازہ کی نماز مین دعا میت کے واسطے ہوتی ہی اور عبادت اللہ کی ہوتی ہی مگر حسن بصری یہ کہتے ہین کہ اس سجدہ سے عبادت اللہ کی مقصود نتہی صرف آدم کی تحیت کیواسطے تہا اسلئے کہ اگر یہ سجدہ اللہ کی عبادت کے واسطے ہوتا اور آدم صرف بطور قبلہ کے ہوتے تو ابلیس کبہی انکار نکرتا **فَسَجَدُوا** پس سجدہ کیا سب ملائکہ نے **ف** جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ سجدہ بطور سجدۂ شرعی کے پیشانی زمین پر رکہکر ادا ہوا اور سورہ ص مین اللہ نے یہی حکم کیا تہا اگر اوسکے لئے سجدہ مین مگرا بی بن کعب اور ابن عباس کا قول یہ ہے کہ پیشانی زمین پر نہین لگائی بلکہ رکوع کی صورت مین جہک گئے واللہ اعلم۔ امام جعفر صادق سے مروی ہی کہ یہ سجدہ سب سے پہلے جبریل نے کیا تھا پہر میکائیل نے پہر اسرافیل نے پہر عزرائیل نے پہر اور ملائکہ مقربین نے اور ابن ابی حاتم نے ضمرہ سے اور سلفی نے عمر بن عبدالعزیز سے یہ روایت کی ہی کہ یہ سجدہ سب سے پہلے اسرافیل نے کیا تہا اور اسیوجہ سے وہ لوح محفوظ کے متولی مقرر کئے گئے۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ یہ سجدہ جمعہ کے دن ظہر سے عصر تک تہا۔ **اِلَّا اِبْلِيسَ** ط مگر ابلیس نے **ف** یعنی سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہین کیا۔ اس باب مین علما کا اختلاف ہی کہ ابلیس اصل مین کیا تہا۔ اتنا تو قرآن مین بھی دوسری جگہ موجود ہی کہ وہ زمرۂ جن مین سے تہا پہر نکل گیا اپنے رب کے حکم سے ابن عباس اور ابن مسعود وغیرہما کا قول یہ ہے کہ اون ملائکہ مین سے تہا جنکو جن کہتے تھے اس صنف ملائکہ کی اولاد بھی ہوتی ہی۔ قرطبی نے لکہا ہے کہ جمہور کا مذہب یہی ہے نووی نے اسی کو صحیح کہا ہے۔ اونکی دلیل اول یہ ہی کہ ملائکہ کے سوا کسی اور کو اس سجدہ کا حکم ہونا منقول نہین اور ابلیس کو سجدہ کا حکم بیشک ہوا تھا جسکے نہ ماننے سے وہ نافرمان بنا پس معلوم ہوا کہ ابلیس منجملہ ملائکہ تہا

اس آیت سے علما نے یہ نکالی ہے کہ یہ زبانین جنمین تمام انسان باہم بات چیت کرتے ہین اللہ
کی بنائی ہوئی ہین کسی انسان کی بنائی ہوئی نہین اسلئے کہ سب اسما اللہ نے آدم کو سکھا دئے تھے وہی
اونکی اولاد مین آجتک رائج ہین **مسئلہ** اگرچہ علم سکھانا اللہ کا کام ہے مگر علما نے لکھا ہے
کہ اللہ کو معلم کہنا نچاہیے اسلئے کہ اصطلاح مین معلم اوسکو کہتے ہین جو تعلیم کی اجرت لیتا ہو۔
وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ اور جب کہا ہمنے ملائکہ سے
سجدہ کرو آدم کیطرف **ف** آدم کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ نے ملائکہ کو حکم کیا تھا کہ مین مٹی سے
ایک بشر پیدا کرنیوالا ہون جب مین اوسکو سنوارون اور اوسمین اپنی روح پھونکون تو تم اوسکے لئے
سجدہ مین گر جائیو چنانچہ یہ مضمون سورہ ص مین مذکور ہے اب آدم کو پیدا کر لینے اور مباحثہ ملائکہ
کے بعد اللہ ملائکہ کو حکم کرتا ہے کہ حکم سابقہ کو اب ادا کرو اور یہ جو سورہ ص مین اللہ نے فرمایا تھا
کہ جب مین اوسمین اپنی روح پھونکون اس سے مراد آدم مین جان ڈالنا نہ تھی اس لئے کہ وہ تو آدم
کی روح تھی بلکہ مراد تعلیم اسما تھی اور اس تعلیم کو اللہ نے اپنی روح کہا تھا اور بوجہ شرف کے اپنی
طرف منسوب کیا تھا۔ اسیوجہ سے ملائکہ نے بعد تعلیم اسما کے آدم کو سجدہ کیا۔ ابن عقیل نے
اپنی تفسیر مین لکھا ہے کہ یہ حکم ملائکہ سے مختص نہ تھا بلکہ جتنی مخلوق اوسوقت موجود تھی سب کے لئے
یہ حکم عام تھا اور خطاب صرف ملائکہ سے اسوجہ سے ہوا کہ جن سب کو سجدہ کرنیکا حکم ہوا تھا اون مین
اشرف وہی تھے اور جو اون کے ماسوا تھے وہ تبعاً اس خطاب مین شامل ہوئے۔ بعض مفسرین کا
قول ہے کہ یہ حکم صرف ملائکہ زمینی کے واسطے تھا۔ بعض یہ کہتے ہین کہ صرف ابلیس اور اوس کے
ساتھ والے ملائکہ کے واسطے تھا لیکن اصح قول یہ ہے کہ جمیع ملائکہ کے واسطے تھا۔ شعبی کا قول ہے
کہ اسجدو لادم کے معنی یہ ہین کہ آدم کیطرف سجدہ کرو۔ یہ سجدہ آدم کی عبادت کے واسطے نہ تھا
بلکہ آدم کی تعظیم اور تحیت کے واسطے تھا جیسے کہ حضرت یوسف کے بھائیون نے حضرت

کہ ہوگیا وہ کافرین مین سے - اوسکے انکار اور تکبر کا قصہ سورہ ص مین اس تفصیل سے مذکور ہی
کہ اللہ نے ابلیس سے پوچھا کہ اے ابلیس کون مانع پیش آیا جو تونے اوسکو سجدہ نکیا جسکو مین نے
اپنے دونو ہاتھون سے پیدا کیا ہے تونے تکبر کیا یا تو کوئی بڑے مرتبہ والا ہی - ابلیس نے جواب دیا
کہ مین اوس سے افضل ہون اسلئے کہ مجھکو تو نے آگ سے پیدا کیا ہی اور اوسکو مٹی سے پیدا کیا ہی
فوراً اللہ کا حکم ہوا کہ ابلیس تو میری رحمت سے نکلجا اور تو مردود ہی اور قیامت تک تجھپر میری لعنت ہے
اوسوقت ابلیس نے کہا کہ ای اللہ مجھکو قیامت تک مہلت دے اللہ نے کہا کہ تجھکو قیامت تک
مہلت دی گئی اوسوقت ابلیس نے کہا کہ اے اللہ تیری عزت کی قسم ہی کہ تیرے خالص بندون کے
سوا مین اون سب کو بہکاؤنگا اللہ نے کہا ہان سچ ہے اور ہم بھی سچ کہتے ہین کہ بھر دونگے جہنم کو
تجھسے اور اون سب سے جو تیری پیروی کرینگے **وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ**
وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ص اور
کہا ہمنے اے آدم آرام کر تو اور تیری بی بی جنت مین اور کھاؤ جنت کی نعمتین جہی طرح جیسے چاہو دونو
ف آدم کی بی بی حوا مراد ہین اللہ نے آدم کی دل لگی کیلئے حوا کو پیدا کیا اور دونو کو جنت مین
رہنے کی اجازت دی - ابن اسحٰق نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی کہ حوا آدم کی بائین
طرف کی چھوٹی پسلی سے پیدا کی گئی اور اوسوقت سوتے تھے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری شرح
بخاری مین لکھا ہی کہ حوا آدم کی پسلی سے اسطرح پیدا ہوئی جیسے کھجور کی گٹھلی سے اوسکا درخت جمتا ہی
اور اوس پسلی کی جو جگہ خالی ہوئی اوسمین اللہ نے گوشت پیدا کیا - قرطبی اور بغوی وغیرہ نے لکھا ہی
کہ حوا آدم کی پسلی سے اسطرح پیدا ہوئی کہ آدم کو مطلق خبر بھی نہوئی اور وہ سوتے ہی رہے اور ذرا بھی ایذا نہوئی
اگر کچھ ایذا ہوتی تو کبھی کوئی مرد کسی عورت سے محبت نکرتا - اس امر مین مفسرین کا اختلاف ہی کہ آدم کو جنت مین
جانے سے پہلے حوا پیدا ہوئی یا جنت مین پیدا ہوئی - ابن اسحٰق نے لکھا ہی کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہی

عراق مین بمقام واسط
حافظ الحدیث
فن مخالف مین
امام مین مین دہلی
مین صدون سے
لیکن بعض اوقات اوسکو
نسیان اور بعض اوقات
فوت ہوئی اور
اسکا انتقال ہوا -
۱۲

دوسرے یہ کہ اللہ نے سب ملائکہ کے سجدہ کرنے کا حکم بیان کرکے پھر جو الا کہکے ابلیس کا استثنا کیا یہی قرینہ اس بات کا ہے کہ ابلیس ملائکہ کی جنس سے ہوگا قاضی عیاض کا قول یہ ہے کہ وہ ہرگز ملائکہ سے نہتا بلکہ جن ہی تھا مگر اوسکو ابتداے عمر مین ملائکہ آسمانپر لیگئے تھے اور پرورش اوسنے ملائکہ کے ساتھہ پائی اور وہ سب جنون کا باپ ہے جسطرح آدم سب انسانون کے باپ ہین۔ سیوطی نے قاضی عیاض کے قول کو ہی ترجیح دی ہے اور لکھا ہے کہ بہت سے آثار صحابہ سے یہی ثابت ہوتا ہے اور نووی کی پہلی دلیل کے جواب مین اوس نے ابن عقیل کا وہ قول نقل کیا ہے جسکو ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ اوسوقت جتنی مخلوق موجود تھی سب کو سجدہ کو حکم ہوا تھا۔ اور دوسری دلیل کے جواب مین یہ کہا ہے کہ استثنا عن جنس سے کلام عرب مین شائع ہے۔ اور قرآن مین بھی موجود ہے۔ مقاتل کا قول ہے کہ وہ جن تھا نہ وہ منجملہ ملائکہ تھا بلکہ ان دونون سے جدا ایک قسم کی مخلوق تھا اور ایسا خوبصورت تھا کہ اوسکو طاوس ملائکہ کہتے تھے۔ بہرحال یہ بات یقینی ہے کہ ابلیس جن تھا خواہ کسی قسم کا جن ہو اور اوسکی ذریت بھی قران سے ثابت ہے ذریت اولاد کو کہتے ہین۔ بغوی نے لکھا ہے کہ جب وہ ملائکہ مین سے نکالا گیا اوسوقت سے اوسکے اولاد پیدا ہونا شروع ہوئی۔ اور اسمین بھی شک نہین کہ وہ آگ سے پیدا ہوا تھا۔ اور اس مین بھی شک نہین کہ سجدہ کا حکم اوس کے واسطے ہوا تھا جس سے اوس نے انکار کیا خواہ یہ حکم عام جمیع مخلوق کے لئے ہو جس مین ابلیس بھی داخل ہے خواہ یہ حکم ملائکہ سے مختص ہو اور ابلیس اگرچہ ملائکہ سے نہ ہو مگر اسوجہ سے کہ ملائکہ کے ساتھہ رہتا تھا تبعاً اس حکم سے مکلف ہو خواہ یہ ابلیس جنس ملائکہ ہو واللہ اعلم بالصواب۔

اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ انکار کیا اور تکبر کیا اور تھا کافرون مین سے **ف** کافرون مین سے ہونے سے یہ مراد ہے کہ علم الہی مین ہمیشہ سے یہ مقرر تھا کہ وہ آخر کو کافر ہو جائیگا۔ اور بعض مفسرین نے کان من الکافرین کے معنی یہ لئے ہین

وقیل کان من جنون کا باپ ہے۔

مبتلا ہونے والے ہین اسیوجہ سے جنت مین بھی اللہ نے باوجود اسقدر آزادی اور آسایش
دینے کے کسیقدر حکم شرعی کی بھی قید لگادی تاکہ ابھی سے تکلیف شرعیت کے عادی ہون اور فرمانبرداری
اور نافرمانی کے نتیجہ سے بخوبی واقف ہوجائین اور جب یہ قید لگانا صرف اس مصلحت کے واسطے
تہا تو ہمکو اس تفتیش کی کوئی ضرورت نہی کہ وہ کس چیز کا درخت تہا اور نہ اللہ نے اس امر کو ظاہر کیا
اور نہ اس باب مین کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کسی سند صالح سے ہم تک پہنچا البتہ
بعض صحابہ اور تابعین وغیرہ کے اقوال منقول ہین جنکو ہم نقل کرتے ہین - ابن عباس اور حسن بصری اور عطیہ
اور قتادہ کا قول یہ ہے کہ وہ گیہون کا خوشہ تہا ہر دانہ اوسکا گائے کے گردہ کی برابر تہا شہد سے زیادہ
شیرین اور مکہ سے زیادہ نرم تہا وہب کا قول ہے کہ جس سے آدم منع کئے گئے تہے اوسی کو اللہ نے
اونکی اولاد کا رزق بنایا - اور ابن مسعود اور نافع اور سدی وغیرہم کا قول یہ ہے کہ وہ انگور کا درخت
تہا اسیوجہ سے خمر جو انگور سے بنتی ہے اولاد آدم پر حرام ہوئی - کلبی کا قول ہے کہ اکثر مفسرین کا یہی
مذہب ہے قتادہ کا یہ قول ہے کہ وہ انجیر کا درخت تہا اور اسکو ابن جریج نے بعض صحابہ سے نقل کیا ہے
اسیوجہ سے اہل تعبیر نے لکہا ہے کہ جو شخص انجیر کو خواب مین دیکہے تو اوسکی تعبیر یہ ہے کہ اوسکو کوئی
ندامت حاصل ہوگی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ منقول ہے کہ وہ کافور کا درخت تہا اس کے
علاوہ بھی بہت سے اقوال ہین - ابن جریر کا قول ہے کہ اولے یہ ہے کہ اسکی تفتیش بھی نکیجائے
اس لئے کہ نہ اوس کے علم سے کوئی فائدہ اور نہ اوس کے جہل سے کوئی مضرت **ف** اس حکم میز
اللہ نے اوس درخت کے پاس جانے سے منع فرمایا اور یہ زیادہ تاکید کی ہی اس لئے کہ جب پاس جانا
منع ہے تو اوسکا کہانا بدرجہ اولے منع ہوگا - یہ جو اللہ نے فرمایا کہ ظالمون مین سے ہوجاؤ گے
اس کے معنی یہ ہین کہ تم اپنے نفس پر ظلم کروگے اسلئے کہ جنت کی نعمتین تم سے چھوٹ جائین گی -
فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ پہر پہسلا دیا اونکو

کہ جنت مین جانے سے پہلے حوّا پیدا ہوئی اس لئے کہ اللہ نے یون فرمایا کہ اے آدم تو اور
حوّا دونو جنت مین رہو۔ پس معلوم ہوا کہ جب آدم کو جنت مین جانے کا حکم ہوا اوسوقت حوّا موجود تھی
اور اسی قول کو سیوطی نے اختیار کیا ہے۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ حوّا جنت مین پیدا ہوئی۔
چنانچہ بغوی نے لکھا ہے کہ جنت مین کوئی ایسا شخص نہ تھا کہ آدمؑ اوس سے اپنا دل بہلاتے ایک
وہ سوتے تھے تو اللہ نے اونکی بی بی حوّا کو اونکی بائین طرف کی چھوٹی پسلی سے پیدا کیا جب وہ
نیند سے چونکے اور اونہون نے ایک نہایت حسین عورت اپنے پاس بیٹھی دیکھی تو اوس سے پوچھا
کہ تو کون ہے حوّا نے کہا کہ مین تیری بی بی ہون اللہ نے مجھکو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری تسکین تجھسے ہو
اور تیری تسکین مجھسے ہو ابن عباس اور ابن مسعود وغیرہ صحابہ کا یہی قول ہے اور قرطبی نے بھی
اسی قول کو نقل کیا ہے۔ ابن عقیل نے کہا ہے کہ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے اور صورت مین
یہ سمجھا جاے گا کہ آدمؑ پہلے سے اکیلے جنت مین تھے جب اللہ نے حوّا کو پیدا کیا تو یہ کہا کہ اب تم
دونو آرام سے جنت مین رہو اور اچھی طرح وہانکی نعمتین کھاؤ۔ جمہور اہل سنت کا مذہب یہ ہے
کہ جس جنت مین آدمؑ رہتے تھے یہ وہی جنت خلد تھی جو آخرت مین مومنین کا مقام ہوگا۔ بعض معتزلہ
اور قدریہ کی راے یہ ہے کہ وہ جنت زمین پر تھی اس قول کو مفسرین اہل سنت نے ضعیف کہا ہے
وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۵ اور نہ پاس جاؤ اس درخت
کے کہ ہوجاؤ گے تم ظالمون مین سے **ف** اللہ نے آدمؑ و حوّا کو جنت مین ہر طرح کی نعمتین دین
مگر ایک درخت سے منع بھی کیا۔ ابن عطیہ کا قول ہے کہ یہ قید حوّا آدمؑ و حوّا کے لئے لگائی گئی اسی مین
اس امر کیطرف اشارہ تھا کہ جنت فی الحال اونکو ہمیشہ کے لئے نہین دی گئی اس لئے کہ جب جنت
ہمیشہ کے لئے دیجائیگی تو وہانکی کسی چیز سے روکا نہ جائیگا۔ چونکہ علم الٰہی مین یہ مقرر ہوچکا تھا کہ
آدمؑ و حوّا زمین پر آنے والے اور وہ اونکی اولاد کے لوگ تکلیف احکام شریعت کی قیدون مین

بیشت کی ہے اور باقی اور جو اقوال ہین بے سند ہین واللہ اعلم بالصواب ۔ زرقانی نے شرح مواہب
مین بحوالہ کتاب عرائس کے تفصیل اس قول کی جو ابن عباس سے منقول ہے اسطرح لکھی ہے
کہ شیطان ایک تنین کی صورت مین تین سو برس تک جنت کے دروازہ پر رہا اور اس انتظار مین
تھا کہ کوئی جنت سے باہر نکلے تو آدمؑ کی خبر لے حسب اتفاق طاؤس نکلا ابلیس نے پوچھا کہ تو کہان
سے آتا ہے طاؤس نے کہا کہ آدمؑ کے باغ مین سے پھر پوچھا کہ آدمؑ کا کیا حال ہے طاؤس نے
کہا بہت اچھی طرح ہین اور بڑی عیش مین ہین ہم اوس کے خادم ہین ابلیس نے کہا کہ تو مجھکو بھی
اونکے پاس تک لیجا سکتا ہے طاؤس نے پوچھا کہ تو کون ہے ابلیس نے کہا کہ مین ملائکہ کروبیین
سے ہون مین آدمؑ سے ایک خیر خواہی اور نصیحت کی بات کہنا چاہتا ہون طاؤس نے کہا کہ رضوان
سے جاکر اجازت لے ۔ وہ نصیحت سے ہرگز منع نہین کریگا ۔ ابلیس نے کہا کہ مجھکو وہ نصیحت رضوان
وغیرہ پر ظاہر کرنا منظور نہین ۔ طاؤس نے کہا نصیحت مین چھپانے کی کیا ضرورت ہے ۔ ابلیس
نے کہا کہ ملائکہ کروبیین جو بات کہتے ہین مخفی ہی کہا کرتے ہین اگر تو میرا کہنا مان لیگا تو مین تجھکو ایک
ایسی دعا سکھا دونگا کہ تو پھر کبھی بوڑھا نہین ہوگا طاؤس نے جواب دیا کہ مین تجھکو اپنے ساتھ نہین
لیجا سکتا مگر مین تجھکو یہ راہ دیتا ہون کہ سانپ کے پاس جا جب ابلیس سانپ کے پاس گیا اور
اوس سے یہ خواہش ظاہر کی کہ کسیطرح مجھکو جنت مین آدمؑ کے پاس لیچل اوس نے کہا کہ مین
کسطرح لیجا سکتا ہون اسلئے کہ رضوان جو جنت کا داروغہ ہے روکیگا تو ابلیس نے کہا کہ مین جاؤنگا
تو مجھکو اپنے دانتون کے درمیان مین جگہ دے چنانچہ اسی طرح سانپ نے شیطان کو اپنے مونہہ
مین داخل کر کے مونہہ بند کر لیا ۔ اور جنت بن درخت گندم کے پاس ابلیس کو لیگیا ۔ مولانا شاہ
عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مین اس قصہ کو یون لکھا ہے کہ شیطان کی
تعلیم کے موافق اول طاؤس نے آدمؑ کے سامنے جاکر رقص شروع کیا اونکو یہ تماشا حد سے زیادہ

شیطان نے اس حکم کی اطاعت سے اور نکالدیا اُن دونون کو اوس مقام سے جہان وہ دونو تھے

ف جب آدمؑ وحواؑ کو یہہ مرتبہ ملا تو شیطان کو حسد پیدا ہوا اور چونکہ وہ اللہ کے عذاب سے قیامت تک مہلت پا چکا تھا اور آدمؑ کا دشمن بنکر اونکی رہزنی پر کمر باندہ چکا تہا اسلیے اب اوسکو یہہ فکر ہوئی کہ کسیطرح اون دونو کو جنت سے نکلوانا چاہیے سورہ طٰہٰ مین یہہ بھی مذکور ہے کہ اللہ نے آدمؑ کو یہہ خبر بھی دیدی تہی کہ اے آدمؑ شیطان تیرا اور تیری بی بی کا دشمن ہے کہین ایسا نہو کہ تم دونو کو جنت سے نکالدے۔ لیکن آخر کار یہی امر واقع ہوا غرض شیطان جب اس فکر مین مصروف ہوا تو وہ اول اُن دونو سے ملا۔ اب یہہ بات کہ کیونکر ان تک پہونچا قرآن مین مذکور نہین لہذا روایات اور اقوال مفسرین کیطرف رجوع کیا جاتا ہے۔ بغوی نے روایت کی ہے کہ ابلیس نے یہہ ارادہ کیا کہ جنت مین داخل ہوکر آدمؑ سے ملے۔ جنت کے نگہبانون نے وہان جانے سے منع کیا تب وہ سانپ کے پاس آیا وہ پہلے سے ابلیس کا دوست تہا اور جنت کی بہت خوبصورت جانورون مین تہا اونٹ کے پانو کے مشابہ اوسکے چار پانو تھے ابلیس نے اوس سے یہہ کہا کہ تو اپنے مونہہ کے اندر مجھکو لیجا سانپ راضی ہوگیا اور شیطان کو اپنے مونہہ مین داخل کرکے جنت مین لے گیا۔ جنت کے نگہبانون کو اس معاملے کی خبر بھی نہوئی۔ یہی روایت کی ہے ابن جریر نے ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ اور ابو العالیہ اور وہب بن منبہ سے مگر حسنؒ بصری کا یہہ قول ہے کہ آدمؑ وحواؑ کہیں سیر کرنے ہوئے باہر بھی نکل آیا کرتے تہے وہان ابلیس اون سے ملا۔ ایک قول یہہ بھی ہے کہ وہ اوپر اوڑکر گیا اور وہین سے اوس نے آدمؑ وحواؑ سے گفتگو کی صحن جنت مین نہ اوترسکا ایک قول یہہ ہے کہ جنت کے دروازہ پر کہڑا ہوکر اوس نے آدمؑ وحواؑ کو پکارا اور وہین سے بات چیت کی۔ زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ مین لکھا ہے کہ جلال الدین سیوطی کا یہہ قول ہے کہ ابن مسعود اور ابن عباس وغیرہم سے یہی ثابت ہوا ہے کہ وہ سانپ کے مونہہ مین داخل ہوکر گیا اور اسطور پر پہونچکر اوسنے آدمؑ وحواؑ سے گفتگو کی سند ابن جریر نے اپنی تفسیر مین

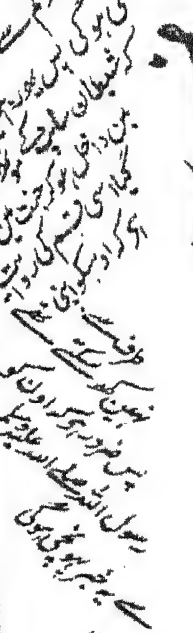

کہا تو ہوا اون دونو نے ہرگز نہین سمجھا کہ وہ ابلیس ہے پھر ابلیس رویا اور ایسا رویا کہ اون دونو کا جی دکھ گیا۔ یہ جہان مین سب سے پہلا نوحہ بنا اون دونو نے اوس سے پوچھا کہ تو کیون روتا ہے اوس نے جواب دیا کہ تمہاری حالت پر روتا ہون تم دونو چند روز مین مرجاوگے یہ سب نعمتین تمسے چھوٹ جاوینگی یہ سنکر اون دونو کو بڑا صدمہ ہوا اور شیطان وہان سے چلدیا پھر ایک مدت بعد اوسی کو آنکلا اور کہا اے آدمؑ مین تجھکو ایسا درخت بتادون جس سے تجھکو ہمیشگی حاصل ہوجاے آدمؑ نے اس بات کے ماننے سے انکار کیا پھر ابلیس نے اون دونو کے سامنے قسم کہائی کہ مین تمہارا سچا خیر خواہ ہون تب وہ دھوکا کہا گئے اور وہ یہ نجانتے تھے کہ کسیکو یہ بھی جرات ہوگی کہ خدا کی قسم جھوٹی کہاے۔ اول حوّا نے اوس درخت کا پھل کہایا پھر آدمؑ کو دیا اونہون نے بھی کھایا علامہ زرقانی نے شرح مواہب مین اس قصہ کو یون نقل کیا ہے کہ ابلیس جب سانپ کے مونہہ مین داخل ہوا تو اوس سے کہا کہ گیہون کے درخت کے پاس لیچل چنانچہ وہ مین پہونچا پھر اوس نے سانپ کے مونہہ مین سے نفیری کی آواز نکالی۔ آدمؑ و حوا اوس کے سننے کے لئے اوسطرف کو بڑھے اور یہ سمجھے کہ سانپ گاتا ہے ابلیس نے کہا اور آگے بڑھو اونہون نے کہا کہ ہمکو اس درخت کے پاس جانے کی ممانعت ہے یہ سنکر شیطان خوب رویا جس سے اون دونو کا جی دکھ گیا۔ بعضی روایتون مین ہے کہ دونو نے اور بعض مین ہے کہ صرف آدمؑ نے پوچھا کہ کیون روتا ہے اوس نے کہا کہ مین تمہاری حالت پر روتا ہون چند روز مین تم مرجاوگے اور یہ نعمتین تم سے چھوٹ جاوینگی۔ تب اون دونون نے پوچھا کہ مرنا کیا ہوتا ہے اوس نے کہا کہ روح اور جسم کی قوت اور اعضا کی حرکت آنکھونکی بینائی کانونکی سماعت سب جاتی رہیگی۔ یہ سنکر اون دونونکو بڑا صدمہ ہوا اوس نے کہا کہ مین تمکو ایک ایسا درخت بتاتا ہون جسکی وجہ سے تمکو کبھی موت نہ آئے اور وہ سلطنت ملے جو کبھی زائل نہو تم اوس درخت کا پھل کہاؤ اونہون نے کہا ہمکو

پسند آیا اور نہایت شوق سے دونو اوسکو دیکھنے لگے یہ حال دیکھ کر ابلیس خبیث دیوار بہشت کیطرف چلا
یہ دونو بھی تماشا دیکھتے ہوئے اوس کے ساتھ ہوئے آخر اوس دیوار پر چڑھ گیا اور سانپ بھی
تماشا دیکھنے کے واسطے آدمؑ و حوا بھی دیوار پر چڑھ گئے اور سوت ابلیس سانپ کے مونہہ میں جا بیٹھا
اور سانپ دیوار پر چڑھ گیا وہاں ابلیس کو آدمؑ و حوا سے گفتگو کا موقع ملا۔ اب ہم ان سب مختلف اقوال
اور روایات کے ذکر کرنے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ ان اقوال میں سب سے زیادہ قریب قیاس تو
حسن بصریؒ کا قول ہے کہ آدمؑ و حوا جنت سے باہر تھے اور وہاں انہوں نے ابلیس ملعین کو دیکھا لیکن اگر صحابہ کے
اقوال کیطرف رجوع کیا جاوے تو ابن عباس اور ابن مسعود وغیرہ و نیز ابن جریر سے ثابت ہے
کہ سانپ اپنے مونہہ میں داخل کرکے کسیطرح ابلیس کو جنت میں لیگیا واللہ اعلم بالصواب اسکو بعد
بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ ابلیس جسطرح آدمیوں کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اسی طرح اوسنے
آدمؑ و حوا کے دل میں صرف وسوسہ ڈالا اور اسیطرح سے اونکو بہکایا اور مقابل ہو کر اونسے
نہیں ملا مگر یہ قول یقیناً غلط ہے اسلئے کہ قرآن سے بالتصریح ثابت ہوتا ہے کہ اوس نے آدمؑ و حوا سے
ملاقات اور بات چیت کی چنانچہ سورۂ اعراف میں جو یہ قصہ مذکور ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ ابلیس نے
اون دونوں سے کہا کہ اللہ نے اس درخت سے تمکو صرف اسوجہ سے منع کیا ہے کہ تم دونو کہیں
چکنے بوگے تو فرشتے بن جاؤگے اور ہمیشہ اسی طرح جنت میں رہوگے اور اوس نے قسم کھائی کہ میں
تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔ اور سورۂ طٰہٰ میں اسطرح مذکور ہے کہ ابلیس نے کہا کہ اے آدمؑ کیا میں تمکو
تجھکو ایسا درخت جسکی وجہ سے تجھکو زندگی حاصل ہو جاوے اور ایسی سلطنت ملجاوے جو کبھی زائل
نہو یہ مضمون جو قرآن سے ثابت ہوا یقینی اور قطعی ہے اب اسکی تفصیل تفاسیر میں اسطرح مذکور ہے
بعضوں میں یہ کہا ہے کہ آدمؑ جب جنت میں داخل ہوئے اور وہاں کی نعمتیں اور خوبیوں نے دیکھیں تو
یہ کہا کہ یہی حالت ہمیشہ رہے تو بہت اچھا ہو۔ ابلیس نے اون کے اس خیال کو غنیمت سمجھا
اور اسی کو اونکے بہکانیکا مادہ ٹھہرایا یعنی جب شیطان جنت میں داخل ہو گیا تو آدمؑ و حوا کے

جنت سے نیچے اونار دئے گئے۔ جنت کی نعمتین وہ دونو بغیر وقت کے کہایا کرتے تھے
زمین پر اونکو اول لوہاری کا کام سکھایا گیا پھر لوہے سے زمین کھودنے پھر ناج بونے پھر پانی
دینے کا حکم ہوا جب وہ تیار ہوا اوسوقت کا تین گھاتین پیسین آٹا گوندہین روٹی پکائین
تب کہائین۔ بغوی نے لکھا ہے کہ سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ سے یہ روایت کی ہے کہ جب آدمؑ نے
اوس درخت کا پھل کھالیا تو اللہ نے آدمؑ سے پوچھا کہ تو نے یہ حرکت کسوجہ سے کی آدمؑ نے
کہا کہ ای اللہ حوا نے ترغیب دی تو اللہ نے فرمایا کہ ہمنے اوسکو یہ سزا دی کہ حمل مین بھی تکلیف ہو
اور بچہ پیدا ہونے مین بھی تکلیف ہو اور مہینے مین دوبار حیض کا خون آوے یہ سنکر حوا رونے لگین تو
حکم ہوا کہ تیرے لئے بھی رونا اور تیری بیٹیون کے لئے بھی رونا۔ جب آدمؑ و حوا نے اوس درخت
کا پھل کھالیا تو جنت کا لباس اونکے بدن سے اوتر گیا اور ستر کھل گیا اور جنت سے نکالدیگئے
زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ مین لکھا ہے کہ اوس دانے کا مزا آدمؑ کے حلق تک نہ پہونچا تھا
کہ مرصع تاج جو اونکے سر پر تھا وہ اوڑ گیا اور اوسمین سے یہ آواز آئی تھی کہ ای آدمؑ بہت بڑی
ہو گی حسرت تیری اور سخت ہو اون دونو کے نیچے تھا وہ بھی نکلگیا اور اوسمین سے یہ آواز آئی
کہ مجھکو جا آتی ہے کہ مین سرکش اور نافرمان بندے کا سر پر نہون اور جو زیور جنت کا وہ پہنے
ہوئے تھے اسی طرح وہ بھی نکل پڑا اور اونکا لباس سات سو حلے جنت کے تھے وہ بھی
سب اوتر گئے۔ لباس کا اوتر جانا قرآن مین بھی دوسری جگہ مذکور ہے۔ چنانچہ سورہ اعراف مین
ہے کہ جب اونھون نے وہ پھل چکھا تو اون دونو کا ستر کھل گیا اور اوسکو جنت کے پتون سے ڈھکنے لگے
اور اللہ نے کہا کہ کیا مین نے تمکو اس درخت سے منع نہین کیا تھا اور یہ نہین بتادیا تھا کہ شیطان
تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اور سورہ طہٰ مین ہے کہ نافرمانی کی آدمؑ نے اللہ کی اور بہک گیا وہ۔
وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اور کہدیا ہمنے سب اوترجاؤ

اوس سے ممانعت ہے اوس نے کہا کہ خدا نے اسی درخت کیلئے کہا کہ تم کھانا تو تمکو
حاصل ہو جائے گی اوس نے قسم کھائی کہ میں تمہارا خیر خواہ ہون - سب سے پہلے جو جھوٹی قسم
شیطان نے ہی کھائی ہے اور سب سے پہلے حسد بھی اوسی نے کیا - قسم کے بعد اوس نے
کہا جو پہلے کہا ہوگا اوس پر اثر زیادہ ہوگا - یہ سنکر پہلے حوا نے ایک دانہ کھایا پھر حوا نے آدم کو
بھی ترغیب دی - اور تین دانے وہ لائین اور آدم سے کہا کہ ایک دانہ میں نے کھالیا مجھے
کچھ نقصان نہین ہوا اور بڑے مزے کا تھا حوا کے کہا لینے کے بعد حضرت آدم نے سوچ
تک اوس کے کہانے مین تامل کیا پھر وہ دانے حوا سے لیکر ایک دانہ منہ مین ڈال لیا - مولوی
شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنی تفسیر مین اتنی بات اور بھی زیادہ لکھی ہے کہ جب شیطان نے
اون دونو کو موت سے ڈرایا تو اونہون نے پوچھا کہ موت کیا ہوتی ہے تب وہ مردہ جانور کیصورت
بنکر زمین پر گر پڑا اور جان کنی کی کیفیت بناکر دکھائی اور اوسی طرح ہاتھ پانون مارنا شروع کئے جیسے
دم نکلتے وقت حالت ہوتی ہے یہ حالت دیکھکر آدم و حوا بہت ڈر گئے - پھر اوسنے وہی تدبیر بتائی کہ
اوس درخت مین سے کھاؤ - بغوی نے لکھا ہے کہ سعید بن المسیب اللہ کی قسم کھاکر کہتے تھے کہ
آدم نے اپنے ہوش مین اوس درخت کا پھل نہین کھایا بلکہ حوا نے اونکو شراب پلائی اور نشے
کیحالت مین آدم نے اوسکو کھالیا مگر اس قول مین یہ کلام ہے کہ جنت کی شراب مین نشہ نہین
ہوتا ابراہیم بن ادہم کا قول ہے کہ اس کہا یعنے نے تمکو بڑے رنج مین ڈالدیا - بغوی نے ابن
عباس اور قتادہ سے یہ روایت کی ہے کہ اللہ نے آدم سے پوچھا کہ یہ جنت کی ساری نعمتین کیا
تمکو کافی نہ تھین جو اس درخت کا پھل تونے کھایا - آدم نے کہا کہ بیشک اے اللہ وہ نعمتین
بہت تھین مگر مجھکو یہ گمان نہ تھا کہ تیری قسم کوئی جھوٹی کہائے گا - اللہ نے کہا کہ قسم ہے
مجھکو اپنی عزت کی کہ اتار دونگا تجھکو زمین پر زمان تجھکو معاش بغیر محنت کے نہ ملے گی پھر

اوٹھایا۔ بیہقی نے شعب الایمان مین بریدہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آدمؑ کے آنسو تمام اولاد آدمؑ کے آنسوؤں کے ساتھہ تولے جاوین تو آدمؑ کے آنسو زیادہ نکلین گے۔ غرض حضرت آدمؑ کی ندامت اور گریہ وزاری حد سے زیادہ گذر گئی تھی۔

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ پھر سیکھ لئے آدمؑ نے اپنے رب کیطرف سے کچھ کلمے

ف بخاری نے ابو العالیہ سے روایت کی ہے کہ وہ کلمات یہ ہین **رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ فَتَابَ عَلَيْهِ** ط پھر رجوع کیا اللہ نے اوسپر **ف** یعنی آدمؑ کی توبہ قبول کرلی **اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ** ط بیشک وہی توبہ قبول کرنیوالا ہے اور رحیم ہے **ف** حضرت آدمؑ کو ایک گناہ کی ندامت مین سیکڑون برس گریہ وزاری کرنا پڑی تب اونکی توبہ قبول ہوئی پس ہر شخص کو اپنی حالت پر غور کرنا چاہئے اور بہت ڈرنا چاہیے کہ رات دن کتنی نافرمانیون مین مبتلا ہے اور گناہونکی ایسی عادت ہوگئی ہے کہ اونکے بعد ندامت بھی اللہ کے خاص ہی خاص بندونکو حاصل ہوتی ہے آدمؑ کے اس تمام قصے پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے جب انسان کو پیدا کیا تو سب سے اول اس امر کو ظاہر کردیا کہ بندے گنہگار ہین اور ہم غفور الرحیم ہین اور یہ بھی بتادیا کہ گناہ بخشوانے کی تدبیر یہ ہے کہ نادم اور شرمندہ ہوکر ہمارے سامنے عاجزی کرو اور اپنے گناہونکی مغفرت طلب کرو۔

سورۂ زمر مین اللہ کا ارشاد یون ہے کہ اے میرے ایسے بندو جنہون نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہو جاؤ اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے وہ بڑا غفور الرحیم ہے اور عذاب آنے سے پہلے اللہ کیطرف رجوع ہوجاؤ۔ مسلم نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر ایک مسافر کی سواری کا اونٹ جنگل مین بہاگ جاوے اور اوس مسافر کا تمام سامان اور پانی اور توشہ جو اوس اونٹ پر تھا وہ سب گم ہوجاوے اور وہ اپنی سواری اور کھانے پینے کے

بعض تمہارے دشمن بنے ہوئے ہون بعض کے **ف** تفسیر جلالین کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے
کہ یہ حکم فقط آدمؑ اور حواؑ کے لئے تہا اور جمع کا صیغہ اسوسطے کہا کہ اون دونو کا وجود اوکی اولاد کو
بھی شامل تھا اور اسی کو بیضاوی نے بھی ترجیح دی ہے اور دلیل اوکی یہ ہے کہ سورۂ
طٰہٰ مین اللہ نے اہبطا کہا ہے یعنی گر جاؤ تم دونو۔ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر مین
لکھا ہے کہ مراد آدمؑ اور حواؑ اور ابلیس ہین اور اونھون نے یہ بھی لکھا ہے کہ اکثر مفسرین کا قول یہی ہے
صاحب تفسیر بغوی نے لکھا ہے کہ مراد آدمؑ اور حواؑ اور ابلیس اور سانپ ہین چنانچہ آدمؑ سراندیب
مین گرے اور حواؑ جدہ مین اور ابلیس ابلہ مین اور سانپ اصفہان مین۔ اور یہ جو فرمایا اللہ نے
کہ بعض تمہارے دشمن بنے ہوئے ہون بعض کے مفسرین لکھتے ہین کہ اس سے مراد وہ دشمنی ہے
جو ہمیشہ بنی آدم آپسمین لڑتے رہتے ہین اور اگر ابلیس بھی اس حکم مین شامل ہو تو اوس کی
عداوت جو وسوسہ ڈالنے اور بہکانے کی ہے وہ بھی مراد ہوگی۔ اور اگر سانپ بھی شامل ہو تو
اوکی اور بنی آدم کی دشمنی بھی ظاہر ہے وہ بھی انسان کو کاٹ کہاتا ہے اور انسان بھی اوکو
مار ڈالتا ہے۔ **وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ** ۵
اور تمہارے لئے زمین مین ٹہیرنا ہے اور کمائی ہے ایک وقت تک **ف** وقت سے
مراد یا تو موت ہے یا قیامت سورہ اعراف مین اتنا مضمون اور زیادہ بھی مذکور ہے کہ اللہ نے کہا
کہ اسی مین زندہ رہوگے تم اور اسی مین مروگے تم اور اسی مین سے نکالے جاؤگے **ف** بغوی نے
ابن عباسؓ کا یہ قول بلا نقل کیا ہے کہ جب آدمؑ و حواؑ سے جنت کی نعمتین چھوٹ سین تو جالیس روز
تک اونہون نے نہ کچھ کہایا نہ پیا اور دو سو برس تک برابر روتے رہے اور سو برس تک آدمؑ
و حواؑ مین جدائی رہی اور نیز بغوی نے لکھا ہے کہ شہر بن حوشب نے کہا ہے کہ مجھکو یہ روایت
پہونچی ہے کہ آدمؑ جب زمین پر گرے تو تین سو برس تک شرم کے مارے اپنا سر آسمان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن جب گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اوسکے
دل مین پیدا ہوجاتا ہے پھر جب وہ توبہ کرلیتا ہے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو دل اوسکا
صاف ہوجاتا ہے اور اگر گناہ بڑہتے رہتے ہین تو وہ سیاہی بڑہتی رہتی ہے یہانتک کہ تمام دل پر
سیاہی چڑہجاتی ہے پس یہی ہے وہ زنگ جسکا قرآن مین اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اون کے اعمال اونکے
دل پر زنگ بنگئے ہین۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ اوسوقت تک توبہ قبول کرتا ہے جب تک حالت غرغرہ کی نہین پہونچتی
غرغرہ کا وقت وہ ہے جب مرتے وقت آدمی کی جان حلق مین آجاتی ہے۔ اور گلے سے غرغر آواز
نکلتی ہے۔ بعض علما کا قول یہ ہے کہ گناہونکی توبہ اوس حالت مین بھی قبول ہوجاتی ہے مگر کفر
کی توبہ اوس حالت مین قبول نہین ہوتی۔ امام احمد نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت
کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان نے کہا کہ ای اللہ قسم ہے تیری
عزت کی مین ہمیشہ تیرے بندونکو بہکایا کرونگا جب تک اونکو بدن مین جان رہے گی اللہ نے
فرمایا کہ مجھکو اپنی عزت اور جلال اور بلند مرتبہ کی قسم ہے کہ مین اونکی گناہ بخشا کرونگا جب تک کہ وہ
مجھسے مغفرت طلب کیا کرینگے۔ اور سورہ حجرات مین اللہ نے فرمایا ہے کہ جو توبہ نہین کرتے وہی
ظالم ہین پس کیا اچھی بات ہو کہ ہم سب کو یکایک اپنے گناہ پر ندامت ہو اور فوراً ہم اللہ کیطرف
رجوع ہوجائین کہین ایسا نہو کہ اسی حالت موجودہ مین وقت غرغرہ آپہونچے بخاری نے عبداللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ مومن اپنے گناہ کو یون سمجھتا ہے کہ گویا وہ ایک پہاڑ
کے نیچے بیٹھا ہے اور پہاڑ اوسکے اوپر گرا پڑتا ہے اور فاجر یون سمجھتا ہے کہ گویا ایک مکھی اوسکی
ناک پر گذر گئی اور اوسنے ہاتھ کے اشارے سے اوسکو ہٹادیا۔ پس ہر شخص اپنی حالت پر غور کرسکتا
ہے کہ اوسکی ان دونو حالتون مین سے کونسی حالت ہے۔ اگر غور کیا جائے تو شیطان اور آدم

سامان سے مایوس ہوکر ایک درخت کے سایہ مین آپڑے اسی حالت مین یکایک اوسکا اونٹ
مع سامان کے پہراوس کے سامنے آکھڑا ہو اور اوسکی مہار تھام کے ایسا خوش ہوا کہ خوشی سے
بہکنے لگے اور فرط خوشی کی مستی مین اوسکی زبان سے یون نکلے کہ اے اللہ تو میرا بندہ ہے
اور مین تیرا رب ہون ایسے شخص کی اسحالت مین جو یہ خوشی ہو اس سے زیادہ اللہ کو خوشی اوسوقت
ہوتی ہے جب کوئی اوسکا بندہ اوسکی طرف توبہ کرتا ہو صحیحین مین ابوہریرہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندے نے گناہ کیا پھر کہا کہ اے رب مجھسے گناہ ہوگیا
تو معاف کر تو اللہ کہتا ہے کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ اوسکا رب گناہ ہونکے بخشنے اور سزا دینے دونو
صفتون سے موصوف ہے مینے اوسکا گناہ بخشدیا پھر وہ بندہ کچھ دنون ٹہیرا پھر گناہ مین
مبتلا ہوا پھر اوسنے کہا کہ اے رب مجھسے گناہ ہوگیا تو معاف کر دے تو اللہ کہتا ہو کہ بندہ جانتا ہو
کہ اوسکا رب گناہ ہونکو بخش بھی سکتا ہے اور اوسپر گرفت بھی کرسکتا ہو مین نے اپنے بندے کا
گناہ معاف کردے۔ پھر تیسری بار بندے سے گناہ ہوتا ہے اور وہ پھر توبہ کرتا ہو تو اللہ کہتا ہو
کہ معاف کرونگا مین اپنے بندے کے لئے کیسے ہی گناہ کرے۔ امام احمد اور ابوداود اور ابن ماجہ
نے ابوذر سے روایت کی ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ جو شخص اپنے گناہونکی
مغفرت طلب کرنے کو لازم کرلے (یعنی اللہ سے اپنے گناہونکی مغفرت کی دعا صدق دل
سے مانگا کرے اور آیندہ گناہ نکرنے کا عزم کرلے) اللہ اوسکو ہر تنگی سے نکالدیتا ہو اور اوسکے رنج
کو کھولدیتا ہے اور ایسی جگہ سے رزق دیتا ہو جہان سے اوسکو گمان بھی نہتا۔ ترمذی اور ابوداود نے
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ جو شخص
اپنے گناہونپر مغفرت طلب کرلیتا ہے تو وہ اگرچہ ایک دن مین ستر بار گناہ کرے تب بھی گناہ پر
اصرار کرنیوالا نہین سمجھا جاتا۔ امام احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے روایت کی ہو کہ

جبوقت وسوسہ ڈالا تہا اوسوقت تو وہ حکم اونکو یاد تہا اور اگرچہ طبیعت اوسطرف راغب ہوئی مگر
باطاعت امر الہی اوس سے پرہیز کیا مگر ایک مدت کے بعد اونکو سہو ہو گیا اور بہولکر اوس کو کہا گیا
چوتھا قول یہ ہو کہ اونکی رای مین خطا ہوئی یعنی سمجہہ مین فرق پڑا اللہ نے بالتخصیص ایک درخت
خاص سے منع کیا تہا اور مراد یہ تہی کہ اس میوے کے جتنے درخت ہین اونکا پہل نہ کہانا تو آدم
یہ سمجہے کہ خاص اسی درخت کا پہل منع ہے اور اسی میوے کے جو اور درخت ہین اونکا پہل
منع نہین اسلئے اونہون نے اوس میوے کے اور درخت کا پہل کہالیا ۔ مولانا شاہ عبدالعزیز
رحمۃ اللہ علیہ کی راے یہ ہے کہ منصب نبوت اونکو وقت ولادت سے حاصل تہا وہ یہ سمجہی
تہے کہ اس درخت سے مجہکو صرف اس لیے منع کیا گیا ہے کہ میرے واسطے خلافت زمین کی تجویز
کی گئی ہے اور اگر مین اس درخت کا پہل کہالونگا تو مجہکو خلافت زمین سے بڑکر کوئی اور مرتبہ
مل جاے گا اسیوجہہ سے اوس پہل کے کہالینے کی اونہون نے جرات کی مگر جب لباس اور زیور
اونکے بدن سے اُترنے لگا اوسوقت سمجہے کہ غلطی ہوئی تہی اور یہ امر اللہ کی ناراضی کا باعث ہوا
بہرحال سب مفسرین یہ کہتے ہین کہ یہ گناہ یا ترک اولے یا صغیرہ تہا مگر بہت سے عتاب کیوجہہ
یہ ہوئی کہ انبیا + ورمقربین پر تہوڑی سی لغزش مین بہی زیادہ عتاب ہوتا ہے ؎ نزدیکان را
بیش بود حیرانی + مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت آدمؑ اور حضرت موسےؑ مین باہم مباحثہ ہوا اور اوس بحث مین
حضرت آدمؑ غالب ہوے موسےؑ نے آدمؑ سے پوچہا تہا کہ تم وہ آدمؑ ہو کہ تمکو اللہ نے اپنے ہاتہہ
سے پیدا کیا اور تم مین اپنی روح پہونکی اور ملائکہ کو تمہارے سجدہ کا حکم کیا اور تمکو جنت رہنے کو
دی پہر تم نے اپنے گناہ کیوجہ سے سارے آدمیو کو جنت سے نکلوا کر زمین پر گرایا آدمؑ کے
جواب مین آدمؑ نے کہا کہ اے موسےؑ تم وہی ہو کہ تمکو اللہ نے اپنی رسالت اور کلام سے بزرگی دی

کی حالت مین فقط دو باتونکا فرق ہے اوّل یہ کہ شیطان کو گناہ پر ندامت نہوئی بلکہ ضد بڑہی
اور اسیوجہ سے آئندہ اور اوسنے نافرمانی اور سرکشی پر کمر باندہی اور آدم کو اپنی خطا پر سخت ندامت
ہوئی سیکڑون برس روتے رہے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہے آخر اللہ نے
توبہ قبول کرلی ۔ بخاری نے شداد بن اوس سے روایت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ سید الاستغفار یعنی استغفار کی دعاؤن مین افضل یہ ہے کہ انسان یون کہے
اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ
اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ
اِلَّآ اَنْتَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ان کلمات کو دن مین کہے اور سچے دل سے
اوسپر یقین رکھتا ہو اور اوسی دن شام سے پہلے مرجاوے تو وہ اہل جنت مین سے ہے
اور جو رات مین پڑہے اور سچے دل سے اوسپر یقین رکھتا ہو اور وہ صبح سے پہلے مرجاوے
تو وہ اہل جنت مین سے ہے ۔ یہ جو سچے دل سے یقین رکھنے کی قید حدیث مین مذکور ہے
اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ صرف الفاظ کا پڑہنا کافی نہین بلکہ جو زبان سے کہتا ہے اوسکا
مطلب بھی سمجھتا ہو اور جو کچھ زبان پر ہو وہ دل مین بھی ہو ف اگرچہ ذکر آدمؑ کی توبہ قبول کرنیکا ہے
مگر مراد حوّا بھی ہین اسلیئے کہ دونو کا ایک ہی حال تہا قرآن مین اکثر جگہ مردون کے ذکر پر اکتفا
کیا ہے اور اوسی مین عورتین بھی شامل سمجھی جاتی ہین ۔ ف اسباب مین علما کا اختلاف ہے
کہ حضرت آدمؑ سے یہ خطا ہوئی اوسوقت وہ نبی تہے یا نہتے اور اوسکی اس خطا کی مفسرین نے
بہت سی تاویلین کین ہین چنانچہ ہم بطریق اجمال بعض کو نقل کرتے ہین ایک قول یہ ہے کہ
یہ خطا قبل نبوت ہوئی تہی ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نہی تنزیہی تہی ۔ اور مراد یہ تہی کہ اولے یہ ہے
کہ اس درخت کا پہل نہ کہاوین پس اون سے ترک اولے واقع ہوا ۔ تیسرا قول یہ ہے کہ شیطان نے

تو اونکو یہ خیال ہوا ہوگا کہ جب اللہ نے ہماری توبہ قبول کری تو پھر ہمکو جنت ملنا چاہیے مگر حکمت
الہی کا مقتضا یہ تہا کہ وہ زمین پر ہی رہین اسلئے اوسی پہلے حکم کو دوبارہ سنا دیا اور اوس کے ساتھہ ہی
یہ بھی بتا دیا کہ اگرچہ پہلا گناہ تو معاف ہوگیا مگر آیندہ تم مین سے اور تمہاری اولاد مین سے جو ہماری
ہدایت کو ملنے گا اوس کو کچھہ رنج و غم نہوگا اور جو نہ ملنے گا وہ آگ مین جلیگا پس زمین کی خلافت
جو آدمؑ کے لئے تجویز ہوئی تہی وہ اب اونکو دیدیگئی - توبہ کے قبول کرنے کے ساتھہ ہی جو
اللہ نے فوراً آدمؑ و حواؑ کو جنت مین بھیجدیا اور چند روز اور زمین پر رہنے کا حکم دیا اس مین بڑی
مصلحت یہ تہی کہ خلافت زمین کا منصب بھی اونکو حاصل ہو جاے اور اب جو وہ جنت مین
جاوین تو بے انتہا اونکی اولاد بہی اونکے ساتھہ ہو اور اب وہان کسی چیز کے کہانے پینے کی ممانعت
نہو اور ہمیشہ کے واسطے معہ اپنی اولاد کے جنت مین رہین اور جو مادہ نافرمان اولاد کا اونکے
خمیر مین ہے وہ اون سے یہنین جدا ہو جاے ف اس قصہ سے یہ معلوم ہوگیا کہ جنت کو
اللہ آدمؑ کے زمین پر اوترنے سے پہلے پیدا کر چکا تہا - اور یہ بہی معلوم ہوگیا کہ کفار دوزخ کی
آگ مین ہمیشہ جلین گے کبہی اونکو نجات نہ ہوگی - ف ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس
سے اور ابن عساکر نے سلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ حضرت آدمؑ جنت سے اوتارے گئے تو زمین ہند مین اوترے اور اون کے
ساتھہ کچھہ کہیتی کرنے اور کچھہ آہنگری کے آلات تہے حاکم اور بیہقی نے ابن عباس سے روایت کی ہے
کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ ہند کی زمین مین جو خوشبوئین زیادہ پیدا ہوتی ہین
اوسکی وجہہ یہ ہے کہ جب حضرت آدمؑ زمین پر گرے تو بہشت کے درختون کے پتے اون کے
بدن پر لپٹے ہوئے تہے وہ پتے ہوا سے چارون طرف اوڑتے پہرتے تہے جس درخت کو
اون مین سے کوئی پتا چہو گیا وہی خوشبو کا درخت ہو گیا - ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے

اور توریت کی تختیان عنایت کین جسمین ہر چیز کی تفصیل مذکور تھی تمکو معلوم ہے کہ توریت مین میری
پیدائش سے کتنے پہلے اللہ نے لکھی تہی۔ حضرت موسےٰ نے کہا کہ تمہارے پیدا ہونے سے
چالیس برس پہلے توریت لکھی گئی تہی پہر آدمؑ نے پوچہا کہ کیا توریت مین یہ نہین لکہا کہ آدمؑ نے
نافرمانی کی اور وہ گمراہ ہوگیا موسےٰ نے کہا کہ ہان بیشک ہے تب آدمؑ نے کہا کہ تم مجہے ایسے
فعل پر ملامت کرتے ہو کہ جسکو میرے پیدا کرنے سے چالیس برس پہلے اللہ نے لکہدیا تہا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پس حجت مین غالب ہوگئے آدمؑ موسےٰ سے پر محققین نے
لکہا ہے کہ یہ بحث عالم روحانی کی ہے مگر اس عالم اسباب مین یہ عذر حضرت آدمؑ کا مقبول نہین
ہوسکتا اسی لیے یہان اونکو یہی کہنا پڑا کہ ربنا ظلمنا انفسنا قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا
جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ
فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ کہا ہمنے کہ جاؤ جنت سے
سب پس اگر آوے گی تمکو میری طرف سے ہدایت تو جو مانے میری ہدایت کو پس نہین ہے
خوف اونپر اور نہ وہ رنج پاوین گے۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا
أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ اور جنہون نے کفر کیا
اور ہماری آیتونکو جہٹلایا وہ آگ مین رہنے والے ہین ہمیشہ اوسی مین رہین گے ف جنت سے
گرنے کا ذکر پہلے ہوچکا تہا تاکیداً اب اوسکو اللہ نے مکرر فرمایا در حقیقت یہ اوسی پہلے حکم کا بیان
اور تاکید ہے۔ تفاسیر مین ایک قول یہ بہی لکہا ہوتا ہے کہ پہلے جنت سے آسمان دنیا کی طرف
گرنے کا ذکر ہوا تہا اور اب آسمان دنیا سے زمین پر گرنے کا بیان ہوا مگر اس قول کو سب نے
ضعیف کہا ہے۔ امام فخر الدین رازی نے ایک تیسری تاویل یہ کی ہے کہ اول جب آدمؑ و حوا
سے گناہ ہوا تو اللہ نے جنت سے اوتر جانے کا حکم دیا اوس کے بعد اونکی توبہ قبول ہوگئی

انگلیو مین پنجہ دالے ہوئے اور اون دونو ہاتھونکو اپنی تہیگاہ یعنی کوکہہ پر رکہے ہوئے تہا مونہہ آسمان کیطرف اوٹھائے ہوئے تہا ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف مین حمید بن ہلال سے روایت کی ہے کہ نماز مین تہیگاہ پر ہاتہہ رکہنا اسی جہہ سے مکروہ ہے کہ ابلیس زمین پر اوترتی وقت اسی ہیئت سے اترا تہا۔ ابن ابی الدنیا اور ابن منذر نے جابر بن عبد اللہ سے اور طبرانی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ حضرت آدمؑ نے زمین پر اوترکر یہ کہا کہ ای اللہ مجہہ مین اور شیطان مین عداوت قایم ہوگئی اب اگر تو میری مدد نہ کریگا تو مین اوسپر کیسے غالب ہونگا تو اللہ نے فرمایا کہ تیری اولاد مین جو بچہ پیدا ہوگا اوسکی محافظت کے واسطے اوسکے ساتہہ ایک فرشتہ بھی پیدا ہوگا حضرت آدمؑ نے کہا کہ اے اللہ کچہہ اور زیادتی کر اللہ نے فرمایا کہ ایک بدی کی جزا ایک بدی ہوگی اور ایک نیکی کی عوض دس نیکیان ملینگی حضرت آدمؑ نے کہا کہ ای اللہ کچہہ اور زیادتی کر اللہ نے فرمایا کہ جب تک روح جسم مین رہے توبہ کا دروازہ کہلا ہوا ہوگا پہر ابلیس نے کہا کہ اے اللہ آدمؑ کے ساتہہ میری عداوت قایم ہوگئی اگر تو میری مدد نہ کریگا تو مین اوسپر کیسے غالب ہونگا حکم ہوا کہ جب آدمؑ کی اولاد مین کوئی بچہ پیدا ہوگا تیری ذریت مین سے بہی ایک شیطان اوسکی بہکانے کے لئے پیدا ہوگا پہر اوس نے کہا ای اللہ کچہہ اور زیادتی کر حکم ہوا کہ تو خون کیطرح اونکی رگ رگ مین چلتا پہریگا اور اونکے سینون مین گہر بنائیگا پہر ابلیس نے کہا کہ اے اللہ کچہہ اور زیادتی کر حکم ہوا کہ اپنی فوجکے سوارون اور پیادونکو لیکر اونپر حملہ کر اور اونکے مال اور اولاد مین شریک ہو۔ امام احمد اور بیہقی نے سلمان فارسی سے اور ابن عساکر نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ اللہ نے آدمؑ سے کہا کہ چار باتون کو یاد رکہہ اور اپنی اولاد کو بہی وصیت کر اون مین سے پہلی بات تو ہمارا حق ہے جو تیرے ذمہ ہے وہ یہ ہے کہ ہماری عبادت کر اور ہمارے ساتہہ کسی کو شریک نہ کر۔ دوسری بات

روایت کی ہے کہ آدم جب زمین پر اوترے تو تین قسم کے میوے جنت کے اون کے ساتھ تھے بعضے معہ پوست اور مغز کے کہائے جاتے تھے بعض کا مغز کہایا جاتا تھا پوست پھینکدیا جاتا تھا بعض کا پوست کہایا جاتا تھا اور مغز پھینکدیا جاتا تھا۔ ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کی ہے کہ جب حضرت آدمؑ بہشت سے زمین پر آئے نوطرح طرح کے تخم اونکے ساتھ تھے مگر چونکہ حضرت آدمؑ اپنے ہی رنج مین مبتلا تھے اسلئے ابلیس نے موقع پاکر اون تخمونمیں سے ہاتھ ڈالا جس جس تخم پر اوسکا ہاتھ پہونچ گیا وہی بے منفعت ہوگیا جو اوس کے ہاتھ لگنے سے بچ رہا اوسکا فائدہ ابتک باقی ہے۔ ابن ابی الدنیا نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت آدمؑ کو بہشت مین بول و براز کی حاجت کبھی نہین ہوتی تھی زمین مین سب سے پہلے اونہون نے ہی کا پھل کہایا اوسکے بعد یکایک پاخانے کی حاجت پیدا ہوئی نہایت حیران ہوکر ادہر ادہر دوڑنے لگے اس حاجت کے دفع کرنے کی تدبیر اونکو معلوم نتھی حضرت جبرئیل نے آکر مقتضاے حاجت کا طریقہ اونکو سکہایا جب اونہون نے پاخانے کی بدبو سونگھی بہت روئے اور ستر روز تک روتے رہے ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اول اللہ نے زمین مین چاندی سونا پیدا نہین کیا تھا جب آدمؑ و حوا زمین پر اوترے تو اون کے ساتھ چاندی سونا بھی اوترا اور اوس کے چشمے زمین مین جاری ہوگئے تاکہ اونکی اولاد اون سے فائدہ اوٹھاوے دیلمی نے مسند الفردوس مین حضرت انس سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے کپڑا پہننے کا کام حضرت آدمؑ نے کیا ہے اور حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت آدمؑ کہیتی بھی کیا کرتے تھے۔ ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ حضرت آدمؑ جب بہشت سے اوتارکر زمین پر بھیجے گئے تو دونو ہاتھ اونکے دونو زانون پر تھے اور سر دونو زانون کے درمیان مین جہکایا ہوا تھا ستر مساوی اونکی صورت بنائے ہوئے تھے۔ اور ابلیس جب زمین پر اوترا تو دونو ہاتھ اونکی

پھر اسیطرح ایک حمل مین لڑکا دوسرے حمل مین لڑکی پیدا ہوتی رہی اور اونکا باہم نکاح ہوتا رہا
وہب بن منبہ کا قول ہو کہ ایکسو بیس حمل مین دو سو چالیس بچے پیدا ہوئے اور ایک قول یہ بھی ہے
کہ یا تو بطن مین ہزار بچے پیدا ہوئے - طبرانی نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ جب حضرت
آدمؑ مقامات قرب الہی سے دور ہو گئے تو اونکو اون مراتب کے چھوٹ جانے پر حد سے زیادہ انس
اور وحشت تھی تب اللہ نے اونکو کعبہ کی جگہہ بتائی اور حکم کیا کہ جسطرح آسمان پر بیت المعمور ہے اسیطرح
یہان مکان بناؤ اور جسطرح فرشتے بیت المعمور کا طواف کیا کرتے ہین اسیطرح اوسکا طواف کیا کرو اور
جسطرح ملائکہ بیت المعمور کیطرف نماز پڑہتے ہین اوسی طرح تم اس گھر کیطرف نماز پڑہا کرو - بیہقی نے
شعب الایمان مین ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت آدمؑ زمین ہند سے خانہ کعبہ تک چالیس
بار حج کے واسطے پیادہ پا گئے - اس روایت پر غور کرنے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ
جو جنت سے زمین ہند مین اوترے تو معین اونہون نے سکونت اختیار کی حج کے لئے خانہ کعبہ
تک جاتے تھے اور پھر واپس آجاتے تھے - چونکہ حوا جدہ مین اوترین تہین اس لئے گمان اغلب ہوتا ہے
کہ جب خانہ کعبہ بنانے کے لئے بموجب حکم الہی حضرت آدمؑ آئے ہونگے وہین اون سے ملاقات
ہوئی ہوگی - طبرانی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت آدمؑ
کی توبہ بھی خانہ کعبہ مین ہی قبول ہوئی تھی - مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے
کہ جب حضرت آدمؑ کو توبہ کے لئے خانہ کعبہ مین لے گئے تو جب حج سے فارغ ہوئے اوسیوقت
حوا سے ملاقات ہوئی اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اوسکے بعد حوا بھی آدمؑ کے ساتھہ ہندوستان
کو چلی آئی ہونگی - ابن ابی شیبہ نے کعب الاحبار سے روایت کی ہے کہ لعین دین چاندی سونے کا
معاوضہ کے واسطے حضرت آدمؑ نے ہی شروع کیا - ابن صلاح نے امالی مین محمد بن المنکدر سے
روایت کی ہے کہ حضرت آدمؑ نے جناب الہی مین عرض کیا کہ اے اللہ میری یہ آرزو تھی کہ ساری

تیرا حق ہمپر ہے وہ یہ ہو کہ تیرے اعمال کا بدلا پورا پورا دین اور کچھہ ظلم اور کمی نہ کرین ۔
تیسری بات ہمارا تیرا معاملہ ہے وہ یہ ہو کہ تیری طرف سے سوال اور دعا اور ہماری طرف سے
قبولیت اور عطا چوتھی بات مخلوق کا باہم معاملہ ہے وہ یہ ہو کہ جو کچھہ اپنے لیے پسند نہ کرے
وہ اور وں کے لیے بھی پسند نہ کرا اور جو توقع تو اور وں سے رکھہ وہی خود بھی اونکے ساتھہ معاملہ کر۔
بیہقی نے اور طبرانی نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہو اور حاکم نے اوسکو صحیح بھی کہا ہے کہ
جب آدمؑ سے گناہ صادر ہوگیا تو آدم نے دعا مانگی کہ اے اللہ بحق محمدؐ میری خطا معاف
کردے اللہ نے فرمایا کہ اے آدمؑ تو نے محمدؐ کو کیسے جانا ابھی تو ہم نے اوسکو پیدا بھی نہین
کیا آدمؑ نے کہا کہ اے اللہ جب تو نے مجھکو اپنے ہاتھہ سے پیدا کیا اور میرے جسم مین
اپنی روح تو نے پھونکی مین نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے ستونون پر یہ لکھا دیکھا۔
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ یہ دیکھکر مینے یقین کر لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھہ
اوسی کا نام ملایا ہوگا جو سب مخلوق مین تجھکو زیادہ محبوب ہوگا ۔ اللہ نے فرمایا سچ کہا تو نے
اے آدمؑ بیشک وہ ساری مخلوق مین مجھکو زیادہ محبوب ہے تو نے اوس کے حق کے وسیلہ
سے سوال کیا اسلیے ہمنے تیرا گناہ بخشدیا اور اگر محمدؐ کا پیدا کرنا منظور نہوتا تو ہم تجھکو بھی پیدا
نہ کرتے ۔ علامہ زرقانی نے شرح مواہب مین لکھا ہے کہ آدمؑ و حوا کا وصال مین پیدا ہونے
سے سو برس کے بعد ہوا اوسی وقت سے اولاد شروع ہوئی بغوی کا قول ہے کہ بیس حمل مین
چالیس بچے پیدا ہوئے ۔ ابن اسحٰق کا قول ہے کہ سب سے پہلا بیٹا آدمؑ کا حارث تھا وہ
اکیلا ہی پیدا ہوا پھر دوسرے حمل مین قابیل اور اوسکی بہن ساتھہ پیدا ہوئی پھر ہابیل اور
اوسکی بہن ساتھہ پیدا ہوئی پھر اسوت اور اوسکی بہن ساتھہ پیدا ہوئی پھر شیثؑ اکیلے
پیدا ہوئے پھر دوسرے حمل مین ایک لڑکی پیدا ہوئی شیثؑ کا اوس کے ساتھہ نکاح ہوگیا

ف آدم کی اولاد مین جو موصول اللہ علیہ وسلم قبول ہوئی ۔

فرمایش کا ذکر کیا جبرئیلؑ نے کہا ملک چلو ہم خود ہی یہ سامان لیکر آئے ہین جب وہ حضرت آدمؑ
کے پاس پہونچے تو حوا ملائکہ موت کیصورت دیکھکر ڈر گئین اور حضرت آدمؑ کو جاکر لپٹگئین آدمؑ
نے اونکو ہٹا دیا اور کہا کہ جو کچھہ میری حالت ہوئی تیری ہی بدولت ہوئی اب اسوقت مجھسے
دور ہوجا اور میرے اور خدا کے فرشتون کے درمیان مین حائل نہو پھر فرشتونؑ نے حضرت آدمؑ
کی روح قبض کی اور آدمؑ کے بیٹون سے کہا کہ جسطرح ہم تمہارے باپ کی تجہیز و تکفین کرتے ہین
یہی معاملہ تم آیندہ اپنے مُردون کے ساتھہ کیا کرو۔ پھر فرشتے بہشت کی خوشبو اور حلہ ہائے بہشتی
اور وہانکے پھر کے درختونکے پتے لائے اور حضرت آدمؑ کو غسل دیا پھر کفن پہنایا اور خوشبو لگائی
پھر اونکو اوٹھاکر کعبہ کو لے گئے اور نماز پڑہی اور مسجد خیف کے متصل دفن کیا۔ وارقطنی نے
سنن مین ابن عباس سے روایت کی جبرئیلؑ نے امام بنکر مسجد خیف مین جنازہ کی نماز پڑہی اور نماز
مین چار تکبیرین کہین اور قبلہ کیطرف سے اونکو جسم کو قبر مین داخل کیا قبر لحدی بنائی گئی بعد دفن کے قبر کو
اوپر سے ڈہلوان مثل کوہان شتر کے بنا دیا۔ اور ابن عساکر نے ابی بن کعب سے روایت کی ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت آدمؑ کی قبر لحدی بنائی گئی تہی اور بعد طاق
اونکو غسل دیا گیا تہا۔ ابو الشیخ نے خالد معدان سے روایت کی ہے کہ حضرت آدمؑ ہندوستان مین
اوترے تہے جب وہ مرگئے تو اونکا جنازہ اوٹھاکر کعبہ کو لے گئے اکیسو پچاس آدمی اونکی
اولاد کے جنازہ اوٹھانے پر مقرر تہے نوبت بنوبت جنازہ اوٹھاتے تھے۔ ابو الشیخ نے مجاہد سے
روایت کی ہے کہ حضرت آدمؑ کی قبر منا مین مسجد خیف کے پاس ہے اور حواؑ کی قبر جدہ مین ہے
ثعلبی نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت آدمؑ کے جنازہ کی نماز جبرئیلؑ کے حکم کی بموجب حضرت شیثؑ
نے پڑہائی تہی۔ ثابت بن بنانی کا قول یہ ہے کہ حضرت آدمؑ کو سراندیب مین اوسی جگہ دفن کیا تہا
وہ جنت سے اوترے تہے حافظ ابن کثیر نے اسی روایت کو صحیح کہا ہے۔ علامہ زرقانی نے

ف حضرت آدم کی تجہیز و تکفین۔

ف حضرت آدم کی قبر مبارک کہان ہے۔

ف حضرت آدم کی جنازہ مین کتنے آدمی شریک ہوئے۔

عمر میری تیری تسبیح کے عوض میں گذرے لیکن تو نے مجھکو ہاتھ پاؤن کی محنت سے بچا لیا
وغیرہ میں مشغول کردیا اب تو مجھکو کوئی ایسی دعا تعلیم کر کہ وہ ایک ہی دعا اوس تمام تسبیح اور
حمد کو جامع ہو جو تیری ساری مخلوق ادا کرے اللہ نے وحی بھیجی کہ ہر صبح کو ان کلمات کو تین بار
پڑھا کرو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ حَمْدًا یُوَافِیْ نِعَمَہٗ وَیُکَافِیْ مَزِیْدَ کَرَمِہٖ خطیب
اور ابن عساکر نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے کہ جب حضرت آدمؑ کی عمر قریب ختم پہونچی اور اوسوقت اونکی اولاد اور اولاد کی اولاد سب
ملکر چالیس ہزار آدمی ہوگئے اوسوقت سے حضرت آدمؑ نے سکوت اختیار کیا اور بات چیت بہت
کم کردی ساری اولاد نے جمع ہوکر عرض کیا کہ اے باپ ہمسے کیا خطا ہوئی ہے جو تمنے موہنہ
سے بولنا چھوڑ دیا حضرت آدمؑ نے فرمایا کہ میں گناہ کی شامت میں بہشت سے نکالا گیا تبھی سارے
عمر میری اسی حسرت میں گذری کہ پھر کسی طرح وہ میں پہونچوں اب اللہ کیطرف سے یہ وحی پہونچی ہے
کہ بات چیت کم کردے تو پھر ہمارے قرب میں آجاوے گا ابوالشیخ نے قتادہ سے روایت
کی ہے کہ حضرت آدمؑ نے تمام عمر بارش کا پانی پیا زمین کا پانی کبھی نہ پیا۔ ابن سعد اور حاکم وغیرہ
محدثین نے ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ جب حضرت آدمؑ کی وفات کا وقت قریب پہونچا
تو یکایک اونکے دل میں بہشت کے میوے کھانے کی آرزو پیدا ہوئی چونکہ ضعف پیری سے
وہ ایسے ضعیف ہوگئے تھے کہ چلنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اسلئے اونہوں نے اپنی اولاد کو
حکم دیا کہ جاؤ اور میرے لئے بہشت کے میوے طلب کرو اوسوقت تک یہ دستور تھا کہ جس
کسیکی کوئی حاجت ہوتی تھی اوس کے لئے خانہ کعبہ میں جاکر دعا مانگا کرتے تھے وہ قبول ہوجایا
کرتی تھی لہذا اس دعا کے قصد پر حضرت آدمؑ کے چند بیٹے خانہ کعبہ کو چلے راستہ میں جبرئیلؑ وغیرہ
جماعت ملائکہ سے ملاقات ہوئی اونہوں نے پوچھا کہاں جاتے ہو آدمؑ کے بیٹوں نے اونکی

ف حضرت آدمؑ کو یہ دعا اللہ نے تعلیم فرمائی تھی

ف خاموشی اللہ کے قرب کا باعث ہوتی ہے

ف حضرت آدمؑ سے تیس بار شکوہ ان کا ہوا

خیالات ہین اب ہم اونکی طرف متوجہ ہوتے ہین وہ کہتے ہین کہ توریت مین لکھا ہے کہ
خدا نے فرشتون سے کہا کہ آؤ ہم آدم کو اپنی صورت پر بنائین یہ مضمون مسلمان مفسرون
کے دل مین تھا اور مثل یہودیون کے وہ اوسکو ایسا ہی سمجھتے تھے جیسا کہ ایک آدمی بات کرتا
ہے اوقال ربک للملئکۃ کو بھی اونہون نے ویسا ہی سمجھا ہم کہتے ہین کہ یہ مضمون
نہ فرشتون سے اللہ نے یہ گفتگو کی کہ مین زمین مین ایک خلیفہ پیدا کرنے والا ہون اور شئی
ایک بشر پیدا کرنے والا ہون صریح قرآن مین موجود ہے اور یہ مضمون کہ آدم کو اللہ نے اپنی
صورت پر پیدا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جسکو بخاری نے باب بدء السلام مین
ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے پس قرآن اور حدیث دونون کے ملانے سے وہی نتیجہ حاصل
ہوتا ہے جو توریت سے سید احمد خان نے نقل کیا اور اس سے ظاہر ہوگیا کہ یہ مضمون مسلمان
مفسرون نے توریت سے نہین لیا بلکہ قرآن وحدیث سے ہی لیا اور مسلمان مفسر ہرگز اس مضمون کو
ایسا نہین سمجھتے کہ ایک آدمی سے ایک آدمی بات کرتا ہے بلکہ ایسا سمجھتے ہین جیسے کہ خالق مخلوق
سے بات کرتا ہے اور جب گفتگو اس امر کی قرآن مین بالتصریح منقول ہے تو اوسکو واقعی نہ سمجھنا
کلام الہی کا انکار کرنا ہے پھر سید احمد خان لکھتے ہین کہ وہ صرف انسان کی فطرت کا زبان حال سے
بیان ہے اسکا حاصل یہ ہوا کہ ایک فرضی غیر واقعی قصہ بطور مثال کے ہے مگر جو مطالب قرآن مین
مذکور ہین جب تک اونکے ساتھ کوئی قرینہ مثال ہونے کا موجود نہو تب تک اونکو غیر واقعی کسی طرح
نہین سمجھ سکتے اور اگر بے دلیل جس مضمون کو چاہین غیر واقعی کہدین تو قرآن کے کسی مضمون کا اعتبار
نہ رہیگا اور جتنے قصے قرآن مین مذکور ہین سب مین یہی احتمال جاری ہوگا پھر سید احمد خان لکھتے ہین
کہ اسطرح مخلوق کی زبان حال سے سوال وجواب مین مطالب کا بیان اور جگہہ بھی قرآن مجید مین
آیا ہے خدا نے زمین کی زبان حال سے سورہ حم سجدہ مین فرمایا کہ جب ہم نے آسمان وزمین سے

شرح مواہب مین لکہا ہے کہ ایک قول یہ بہی ہے کہ آدمؑ کو بیت المقدس مین دفن کیا اونکی وفات کے وقت سے ایک ہفتہ تک برابر چاند سورج دونو گہن مین رہے - حوا حضرت آدمؑ کے بعد ایک سال زندہ رہین اور بعض کا قول یہ ہے کہ تین دن بعد مر گئین - حضرت آدمؑ کی عمر ایکہزار برس کی ہوئی ابن جریر نے عطار خراسانی سے روایت کی ہے کہ جب آدمؑ کا انتقال ہوا تو فرشتون اونکے لئے سات دن تک روتے رہے - واللہ اعلم بالصواب ابن ابی الدنیا نے مکائد الشیطان مین ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ابلیس حضرت موسےٰؑ کے پاس آیا اور کہا کہ مین چاہتا ہون کہ توبہ کرون تم دعا مانگو کہ اللہ میری توبہ قبول کرے حضرت موسےٰ نے اس امر کو قبول کیا اور دعا مین مشغول ہوئے اوسوقت اللہ کیطرف سے وحی آئی کہ اگر ابلیس حضرت آدمؑ کی قبر کو سجدہ کرے تو ہم اوسکی توبہ قبول کرلین اور قصور معاف کردین ابلیس نے کہا کہ مین نے آدمؑ کی زندگی مین اوسکو سجدہ نہ کیا اب اوسکی قبر کو مین کیونکر سجدہ کرون پہر ابلیس نے موسےٰؑ سے کہا کہ تم میری شفاعت کی ہے اسلئے تمہارا حق مجہپر ثابت ہوگیا مین چاہتا ہون کہ تمکو کچہہ فائدہ پہونچاؤن تم اپنی امت سے کہدو کہ تین حالتون مین مجہسے بہت ہوشیار رہین انہین حالتون مین مین آدمی کو خراب کرتا ہون اول حالت غضب مین کہ مین اوسوقت خون کی طرح انسان کی رگون مین پہرتا ہون جاتا ہون اور اوسکی آنکہہ اور کان اور زبان اور ہاتہہ اور پانو کو اوسکے اختیار سے باہر کردیتا ہون اور جو کام چاہتا ہون وہ اوس سے لیتا ہون دوسرے جنگ کے وقت اسلئے کہ مین اوسوقت گہر کا اور بی بی بچونکا خیال انسان کے خاطر مین ڈالتا ہون اور اوسکو ان خیالات مین مبتلا کرکے میدان جنگ سے بہگاتا ہون - تیسرے جب کسی نامحرم عورت کے ساتہہ خلوت ہو اوسوقت مین دونو کی طبیعتون مین لگاوٹین پیدا کرکے گناہونکے وسوسے دل مین ڈالتا ہون - جبکہ ہم حضرت آدمؑ کا قصہ اول سے آخر تک لکہہ چکے تو اس قصہ کی نسبت جو سیدہ حفاصہ نے کہا

واقع ہوئی ہین اور اوسے یہ ہے کہ مثالون مین وہی امور بیان کئے جاتین جو درحقیقت واقع
ہوئے ہین - پس یہ قول بھی سید احمد خان کو کچھ مفید نہین بلکہ ہمارے ہی مدعا کو ثابت کرتا ہے -
سید احمد خان نے علم آدم الاسماء کے معنے یہ لئے ہین کہ ہر طرح کی قوتین پیدا کین حالانکہ اسماء
کے معنی قوتونکے نہین پھر بلا ضرورت حقیقی معنی کیون چھوڑے جاتین اور اگر یہ قاعدہ جاری کیا جاے
کہ کسی لفظ سے بغیر قرینہ جو معنی چاہو وہ مراد لیلو تو قرآن کی فصاحت مین خلل آوے اور کسی معنی کا
اعتبار نہ رہے بلکہ وہ ایسا کلام ہوجاے کہ ہر کوئی اپنے مطلب کے موافق جو معنی چاہے بنالے -
تعجب یہ ہے کہ اس مراد پر سید احمد خان نے بیضاوی کی عبارت سے استدلال کیا ہے حالانکہ
بیضاوی کی عبارت جو اونہون نے معہ ترجمہ کے خود بھی نقل کی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ نے
ہر ایک قسم کی استعداد آدم مین پیدا کی اور سب چیزونکی حقیقتین اور خواص اور نام وغیرہ اوسکو سکھاے
پس جب بیضاوی اسماء کا سکھانا تسلیم کرتا ہے تو پھر سید احمد خان اوسکی عبارت سے اپنا مطلب کیا
ثابت کرتے ہین پھر سید احمد خان لکھتے ہین کہ آدم کے لفظ سے وہ ذات خاص مراد نہین ہے
بلکہ عوام الناس اور مسجد کے ملا باوا آدم لکھتے ہین بلکہ اوس سے نوع انسانی مراد ہے - چونکہ
اونہون نے آدم سے باوا آدم مراد لینے کو عوام الناس اور مسجد کے ملاؤنکیطرف بطور طعن کے
منسوب کیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ آدم کے وجود کے قائل نہین اور آدمیونکو مثل حشرات الارض
کے بطور خود پیدا ہوجانے والے جانتے ہین - اونکے اس قول مین صرف علماء مسجد ہی کی توہین
نہین بلکہ مساجد اللہ کی بھی توہین ہے نعوذ باللہ منہا سید احمد خان اس مدعا پر تفسیر کشف الاسرار
کی عبارت سے استدلال کرتے ہین جسمین یہ لکھا ہے کہ آدم کے لفظ سے اکیلے آدم ہی مقصود
نہین - اسکا حاصل تو یہ ہوا کہ آدم بھی مراد ہین اور اونکے ساتھ اونکی اولاد بھی مراد ہے اور سید احمد خان
کا یہ قول غلط ہوگیا کہ وہ ذات خاص مراد نہین - پھر سید احمد خان نے لکھا ہے کہ بیضاوی نے

کہا تم دونو خواہ مخواہ حاضر ہو دونو نے کہا ہم بخوشی حاضر ہین اور سورۂ ق مین ہے کہ جب ہم
جہنم سے کہین گے کہ کیا تو بھر گئی تو وہ کہے گی کہ ہے اس سے زیادہ اور بھی مگر ہم کہتے ہین کہ سید صاحب
نے یہ کیونکر معلوم کیا کہ یہ گفتگو زمین و آسمان کی اور جہنم کی غیر واقعی ہے کیا یہی دلیل اس گفتگو کی غیر واقعی
ہونے کی ہے کہ یہ تینون چیزین مخلوق کی اون جنسون مین سے نہین جو بات چیت کیا کرتی ہین مگر جب
اللہ نے انسان کو گویائی دی ہے اوسکو یہ بھی قدرت ہے کہ جسکو چاہے گویائی عطا فرماے سورۂ
حم سجدہ مین مذکور ہے کہ جب گنہگارونکے بدن کی کہالین قیامت کے دن اونکے گناہ پر گواہی
دینگی تو وہ اپنی کہالونسے کہین گے کہ تمنے ہمپر کیون گواہی دی وہ کہین گی جس خدا نے ہر چیز کو
گویا کیا اوسی نے ہمکو بھی گویا کر دیا پس جب بدن کی کہال کو گویائی حاصل ہو جاے گی تو زمین
اور آسمان اور جہنم کو گویا ہو جانا کیا محال ہے - پس جب تک خدا کے کلام مین کوئی قرینہ
ایسا نہو کہ یہ مثال یا زبان حال کی گفتگو ہے تب تک اوسکو خلاف واقع سمجھنا و بحقیقت قرآن کی
تکذیب کرنا ہے جب ہم آپسمین بات چیت کرتے ہین تو جب کوئی مثال یا زبان حال کی گفتگو
ہماری تقریر مین درج ہوتی ہے تو اوسکے قرائن ایسے کہکے ہوے موجود ہوتے ہین کہ سننے والے
کو دھوکا نہین ہوتا جب ہماری گفتگو کی یہ حالت ہے تو خالق کا کلام جو فصاحت مین اپنی نظیر نہین
رکھتا اور بے پڑھون کے سمجھانے کے لئے اترا ہے اوس مین مثالین اور زبان حال کی گفتگو تین
ہرگز اسطرح مذکور نہین ہو سکتین کہ کوئی قرینہ اس امر کا ظاہر کرنے والا اون کے ساتھ نہو حال آنکہ
اس سب کے علاوہ یہ بھی ہے کہ توریت اور انجیل اور صحیح حدیثین اور صحابہ کے اقوال اس قصے
کے صحیح ہونے کی گواہی دیتے ہین - کیا ان ساری دلیلون پر سید احمد خان محض بے دلیل اپنی راے
کو غالب کرنا چاہتے ہین - تفسیر کشف الاسرار کی عبارت جو سید احمد خان نے لکھی ہے اوس مین یہ
لکھا ہے کہ مثالین دو قسم کی ہوتی ہین ایک فرضی ایک واقعی یعنی ایسی مثالین جو در حقیقت موجود ہین

قریش بنی اسماعیل تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے حضرت عیسےٰ تک چار ہزار
پیغمبر اس خاندان مین ہوئے منجملہ اونکے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ بھی تھے جنکو نبوت کے
علاوہ بہت بڑی بادشاہت بھی حاصل تھی اور علم بھی تمام جہان مین بنی اسرائیل سے ہی مخصوص تھا
اسلئے کہ یہ اہل کتاب تھے اور انبیاے سابقین کی کتابین اونکے پاس تھین چونکہ کتب سابقہ مین
بشارت ہمارے نبیؐ کی موجود تھی اسوجہ سے یہ لوگ نبی آخرالزمانؐ کے منتظر تھے مگر جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاندان بنی اسماعیل مین پیدا ہوئے تو اونکو حسد اور بغض پیدا ہوا
جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مین رہے وہان صرف مشرکین سے مقابلہ تھا اسلئے
کہ اہل کتاب کا کوئی گروہ مکہ مین نتھا مگر جب حضرتؐ مدینہ مین ہجرت کرکے تشریف لائے تو
یہان جتنے مشرکین بت پرست تھے وہ سب مسلمان ہوگئے انمین سے جو صدق دل سے
مسلمان ہوئے وہ انصار رسولؐ کہلاتے ہین اور جو دل سے مسلمان نہوئے اونکو بھی مسلمان کے
غلبہ کی وجہ سے بظاہر اقرار اسلام کا کرنا پڑا مگر دل مین وہ مخالف تھے جو لوگ اس قسم کے
تھے وہ منافق کہلاتے ہین ان کے علاوہ دو قبیلہ بنی اسرائیل کے جو یہود تھے قرب مدینہ مین
رہتے تھے ایک بنی نضیر دوسرے بنی قریظہ یہ دونو سخت دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور مسلمانون کے تھے اور منافقین بھی خفیہ شریک اونھین کے تھے اگرچہ بنی اسرائیل کے خطاب مین
اونکے تمام قبائل شامل ہین مگر اصل مخاطب اس کے یہی دو نو گروہ ہین ان مین سے چند آدمیونکو
اللہ نے توفیق اسلام کی دی وہ تو مسلمان ہوگئے باقی جو انکار پر قائم رہے اونکا
انجام یہ ہوا کہ بنی نضیر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وطن سے نکالدیا اوسکی تفصیل یہ ہے
کہ ایک مرتبہ کسی ضرورت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع بعض صحابہؓ اونکے محلہ مین تشریف
لے گئے تھے وہان آپ ایک دیوار کے متصل تشریف رکھتے تھے اوسوقت اونھون نے یہ مشورہ کیا

قصہ یہود بنی نضیر

اسمار کی تفسیر ہے اسکے اشتقاقی معنی مراد نہیں ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ امر سید احمد خان کو کیا معلوم
ہوگا اسلئے کہ اشتقاقی معنے اسم کے یہ ہیں کہ اسم وہ ہو کہ کسی چیز کی علامت اور اسکو ذہن میں لانے
کی دلیل ہو اور ظاہر ہے کہ مفسرین نے جو اسماے نام مراد لئے ہیں اونکا یہی حال ہوا
مگر یہ تعریف تو تو نیر صادق نہیں آتی بلکہ قوتیں تو محتاج اس امر کی ہوتی ہیں کہ کسی چیز کی علامت
معلوم کریں تو اسکے ذریعے سے ذہن کو اوس چیز کیطرف منتقل کریں وہ قوتیں جو علم کا ذریعہ
ہیں یہی حواس ظاہری اور باطنی ہیں اور ظاہر ہے کہ حواس جن چیزوں کو معلوم کرتے ہیں انکا
اسم ہرگز نہیں کہلاتے مثلاً نگاہ کو کوئی نہیں کہتا کہ یہ سپید اور سیاہ چیز دیکھنا اسم ہے۔ پھر ہم کہتے
ہیں کہ قوتوں کے پیدا کرنے کو قوتوں کی تعلیم کہنا کون سے محاورہ پر موقوف صحیح ہوگا۔ پھر جسم
اس مثال کو سید احمد خان نے فطرت انسانی پر منطبق کیا ہے وہ ایک عجیب خبط ہے ہم اوسکی
تفصیل سے اس موقع پر بحث کرنا تطویل للطائل اور مخل مقصود سمجھتے ہیں اس سے پہلے ہم
اک مفصل جواب لکھ چکے ہیں جسکا نام امداد الاسلام رکھا ہے شائقین اوس کو ملاحظہ فرمائیں
اور یہاں بھی جو کچھ ہمنے لکھدیا اہل انصاف کے واسطے کافی ہے۔ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ
اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ
بِعَهْدِكُمْ وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ۝ اے اسرائیل کی اولاد یاد کرو میرے
انعاموں کو جو انعام کئے ہیں میں نے تمپر اور پورا کرو تم میرے عہد کو تو پورا کرونگا میں تمہارے عہد
اور مجھی سے ڈرو ف اسرائیل حضرت یعقوب پیغمبر علیہ السلام کا نام ہے جو حضرت اسحٰق
کے بیٹے اور حضرت ابراہیم کے پوتے تھے۔ حضرت یعقوب کے بارہ بیٹے تھے جن میں
ایک حضرت یوسف بھی تھے ان سب بارہ بیٹوں کی نسل کے لوگ بنی اسرائیل کہلاتے تھے
اور حضرت ابراہیم کی اولاد جو حضرت اسمٰعیل کی نسل سے ہے وہ بنی اسمٰعیل کہلاتے ہیں جا

وہ لوگ جب مدینہ سے نکلے تو جیسا سو اونٹ اونکے ساتھ تھے کچھ خیبر کو اور کچھ ملک شام کو چلے گئے
اور جو اونکا مال و اسباب اور جائداد باقی رہا وہ مسلمانون کے قبضہ مین آیا۔ یہ قصہ ماہ ربیع الاول سنہ
چار ہجری مین واقع ہوا۔ یہ قبیلہ بنی اسرائیل کا حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد مین تھا۔
اور یہودیونکا دوسرا قبیلہ جو بنی قریظہ کہلاتے تھے وہ غزوہ خندق مین کفار قریش کے ساتھ
شریک ہوکر مسلمانونکے مقابلہ مین آئے اور شہر مدینہ مین جو مسلمانونکے بچے باقی تھے اونکو بھی اونہون
نے ایذا دینا چاہی تھی اسیوجہ سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے فارغ ہوکر
مدینہ مین تشریف لائے اوسی روز جبرئیل وحی لائے اور بنی قریظہ پر جہاد کا حکم نازل ہوا
چنانچہ اوسی روز مسلمانون نے بنی قریظہ پر چڑھائی کی پچیس دن تک اونکا محاصرہ رکھا آخر وہ تنگ
مجبور ہوگئے تب اونہون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ پیام بھیجا کہ جو حالت بنی
نضیر کی ہوئی تھی اوسی طرح ہمسے معاہدہ کرلیجئے کہ ہم اپنی جانونکو سلامت لیکر یہان سے نکلجاوین
مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو قبول نفرمایا اور یہ فرمایا کہ تم قلعہ مین سے نکلو ہمکو اختیار ہے
کہ تمھارے ساتھ جو چاہین گے وہ معاملہ کرینگے آخر اونہون نے یہ درخواست کی کہ آپ
ابو لبابہ[۹۱] کو بھیجدین ہم اون سے مشورہ کرلین ابو لبابہ انصار مین سے ایک صحابی تھے اونکا گھر
اونہین یہودیون کی بستی مین تھا۔ اور اونکا مال اور اہل و عیال سب وہین تھے اور اسیوجہ سے
یہودیونے اونپر اعتبار کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو لبابہ کو یہودیونکے پاس بھیجدیا
جب یہ وہان پہونچے تو یہودیونکی عورتین اور بچے اونکے سامنے رونے لگے اور سب نے ان سے پوچھا
کہ کیا ہم اس امر پر کہ محمد جو چاہین ہمارے ساتھ کرین قلعہ سے نکلین اسکے جواب مین زبان سے
تو ابو لبابہ نے یہی کہا کہ نکلو مگر چونکہ اونکو یہودیونپر اوسوقت رحم بہت آیا اور پہلے سے بھی اونکے ساتھ
بہت سا تعلق تھا اسوجہ سے اونہون نے [illegible] تہہ ہی اپنی ہاتھ کا اشارہ حلق کیطرف کو

ابو لبابہ انصاری اور بنی قریظہ کا قصہ

کہ دوسری طرف سے دیوار پر چڑھکر ایک بہاری پہنچا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے
جبرئیلؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مضمون پر مطلع کیا اور آپنے صحابہ کو
اور بذات خود وہان سے اسطرح جدا ہوگئے کہ سب لوگ یہ سمجھتے رہے کہ ہمت جلد تشریف
لانے والے ہین مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے صحابہ بھی پیچھے
توقف کے بعد چلے آئے اوسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تمام قصہ پر انکو مطلع کیا
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانون کی جماعت کو ساتھہ لیکر یا اور جہاد اونکی بستی تشریف
لے گئے اور چھ دن تک اونکا محاصرہ رکھا اور اونکے باغون کے کچھ درخت بھی مسلمانون نے
کاٹ ڈالے منافقین مدینہ نے پہلے سے اونکے ساتھہ یہ عہد کیا تھا کہ اگر مسلمان تمسے لڑینگے
تو ہم تمہاری مدد کرینگے اور اگر تم نکالے جاؤگے تو ہم بھی تمہارے ساتھہ نکلینگے اسلئے جب یہ خبر
پہنچی تو کسی نے اونکی مدد نہ کی آخر اونہون نے یہ التجا کی کہ ہمکو جانے دیجئے ہم آپکے
جلاوطن ہوجانے کی اجازت دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ تم لوگ
یہان سے چلے جاؤ اسکے بعد جو باقی رہیگا وہ قتل کیا جائیگا اس معاہدے کے بعد منافقون نے
پھر اونکو بہکا دیا اور عبداللہ ابن ابی منافق نے اون سے یہ کہلا بھیجا کہ تم ہرگز نہ نکلو ہم دو ہزار
آدمیون کے ساتھہ تمہاری مدد کرینگا چنانچہ اوسکے اعتماد پر بنی نضیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے یہ کہلا بھیجا کہ ہم نہین نکلتے آپ سے جو ہوسکے وہ ہمارے ساتھہ کرین اوسوقت پھر رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے اونپر چڑھائی کی وہ لوگ عبداللہ بن ابی وغیرہ منافقون کی مدد کے
منتظر تھے مگر کسی نے اونکی مدد نہ کی مجبور ہوکر پھر اونہون نے مسلمانونکی اطاعت اختیار کی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہتھیار نکل جاؤ اور جتنا اسباب اونٹ پر لیجا سکو لیجا
چنانچہ وہ لوگ
توڑتے تھے تاکہ جو لکڑیان لیجانے کے قابل ہون

کہونے لگے ابو لبابہ نے کہا کہ مجکو اسی حالت پر رہنے دو جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف
لاکر اپنے دست مبارک سے مجکو نہ کھولین جب صبح کی نماز کیواسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مسجد مین تشریف لائے تو اپنے ہاتھہ سے ابو لبابہ کو کھولا۔ اسکے بعد بنی قریظہ نے کئی دن تک
ردوکد کی آخر مجبور ہوکر بنی قریظہ اس امر پر راضی ہوئے کہ وہ قلعہ سے نکلین اور اونکے بارہ مین
سعد بن معاذ جو تجویز کرین وہی عمل کیجاے سعد بن معاذ انصار مین سے ایک جلیل القدر صحابی تہے
غزوۂ خندق مین اونکے تیر لگا تہا اسوجہ سے وہ مسجد نبوی کے احاطہ مین ایک خیمہ مین مقیم تہے اور اپنے
زخم کا علاج کرتے تہے چنانچہ بنی قریظہ قلعہ سے باہر نکلکر حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
سعد بن معاذ کو اسی حالت مرض مین بلوایا اور یہ فیصلہ اونکے سپرد کیا اونہون نے یہ تجویز کی کہ اونکے
مرد سب قتل کردیے جائین اور بچے اور عورتین قید کرلی جائین پہر بنی قریظہ ایک مکان مین قید کردیے
گئے اور بازار مدینہ مین ایک خندق کہودا گیا وہان حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے اونکے سر قلم کیے اور لاشین اوس خندق مین ڈالدین مقتولون کی تعداد چہہ سو
آدمی سے زیادہ تہی۔ یہ دو قصے ہمنے مواہب لدنیہ سے نقل کیے ہین یہ انجام اون دو قبیلون کا
ہوا جو قرآن مین یا بنی اسرائیل کے لفظ سے اصل مخاطب ہین ف اس سورت مین اول اللہ نے
حضرت آدم کی نعمتین بیان کین اونکا احسان تو تمام آدمیون پر تہا اب خاص بنی اسرائیل کو اللہ وہ نعمتین یاد
دلاتا ہے جو اونکے بزرگون کو عطا کین تہین مثلاً فرعون کے ظلم سے اونکو نجات دینا اور دریا کا اونکے
لئے جدا کردینا اور اونکا صحیح سلامت دریا سے عبور کرنا اور پہر فرعون کو غرق کردینا اور بیابان
مین دہوپ کی گرمی سے بچانے کے لئے بادل اونپر سایہ کردینے کے لئے بہیجدینا اور من وسلوی
اونپر اوتارنا اور توریت نازل کرنا وغیرہ وغیرہ ان سب نعمتون کے آئندہ خداوند کریم خود تفصیل بیان کریگا
یہ نعمتین اللہ نے اسواسطے یاد دلائین کہ وہ لوگ جو اپنے بزرگون کی نعمتین یاد کرین تو اونکی طرح

بھی کیا اس اشارے مین گویا یہ سمجھا دیا کہ اگر تم ایسا کروگے تو گردن مارے جاؤگے یہ کہتے ہی
ابولبابہ کے دل مین یہ خیال پیدا ہوا کہ مین نے بہت بڑا گناہ کیا اور روتے ہوئے وہان سے
اوٹھہ کھڑے ہوئے اوسی قلعہ کے دروازہ پر انکے ساتھی انکے منتظر تھے مگر وہ اس حالت مین
دوسرے دروازہ سے نکلکر نہایت مضطر اور پریشان سیدہے مسجد نبوی کو چلے گئے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین بھی نہ گئے اور وہان اونہون نے اپنے آپکو مسجد کے ایک ستون
سے خوب مضبوط باندہ دیا اور عہد مستحکم یہ کرلیا کہ جبتک میری توبہ قبول نہوگی مین یہانسے
نہ جاؤنگا جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی تو آپنے فرمایا کہ اگر ابولبابہ میرے پاس آتا
تو مین اوسکے واسطے مغفرت کی دعا کرتا اب اوسنے بطور خود اپنے آپکو باندہا ہے تو مین اوسکو
کھول نہین سکتا جبتک اللہ اوسکی توبہ قبول نکرے اسیطرح ابولبابہ پورے روز تک بندہے رہے
نماز کے وقت اونکی بی بی آکر کھولدیتی تہی جب نماز سے فارغ ہوتے تو باندہ دیتی تہی اسیطرح
حوائج ضروری کے واسطے کھولدیتی تہی اور بعد فراغ باندہ دیتی تہی کھانے پینے کو بھی
وہی دیجاتی تہی بعضی روایتون مین یہ ہے کہ وہ اسی طرح مضبوط زنجیرون مین دس دن تک بندہے رہے
اسحالت مین وہ کانون سے بہرے ہوگئے تہے اور بصارت مین بھی بہت کمی ہوگئی تھی اور ہلاکت کے
قریب تہے سب لوگونکو اونپر رحم آتا تہا جب یہ نوبت پہونچی تب اللہ نے بذریعہ وحی کے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ ابولبابہ کی توبہ قبول ہوئی۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے
روایت ہے کہ آخر شب مین مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنستے ہوے دیکھا تو مینے
سبب پوچھا تو حضرت نے فرمایا کہ ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی ام سلمہ کہتی ہین کہ اوسیوقت
مینے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیکر حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ہوکر آواز بلند سے
ابولبابہ کو اس بشارت کی خبر دی یہ سنتے ہی اور لوگ جو مسجد مین تہے دوڑ پڑے اور ابولبابہ کو

ف ابولبابہ کی گناہ و ندامت اور اوسکی توبہ کا قصہ

ل ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال
ابوسلمہ شوہر سابق کے شوال سنہ ۴ ہجری مین
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح مین آئین
اور ازواج مطہرات سے آخر مین اون کا
انتقال ہوا اونکی وفات کی بابت سنہ ۶۱ ہجری تک
کے بیکن سنہ ۶۲ ہجری تک مختلف اقوال ہین
ابونعیم نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بی بی کے
اور یہ فرمایا تہا کہ جب وہ فوت ہوجاے تو مجھے
خبر دینا چنانچہ اونہون نے خبر دی
جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
یہ روایت کی ہے کہ بعض نے دون کہا
علیہ وسلم کو وفات مین دیکھا ایکنے اور بعض نے
مینے کہا دونون سچے ہین

پاس ہین تصدیق کرنے والا ہے یعنی مضامین مین مطابق ہے مثلاً پچھلی امتون کے قصے
اور وعدہ وعید کا ذکر اور توحید کی تعلیم اور شرک کی برائی اور انبیاء پر بلا تفرق ایمان لانا اور اونکے
احکام کو واجب الاطاعت سمجھنا جسطرح توریت مین ہے اوسی کی مطابق قرآن مین ہے اور
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جو توریت مین موجود ہے اوس کی پوری پوری تصدیق قرآن سے
ہوگئی اور یہ جو اللہ نے فرمایا کہ سب سے پہلے انکار کرنے والے تم نہ بنو اسپر بظاہر یہ شبہہ ہوتا ہے
کہ مشرکین مکہ تو اون سے پہلے انکار کر چکے تھے پھر یہود مدینہ سب سے پہلے انکار کرنیوالے
کیسے ہوسکتے ہین اس شبہہ کے جواب مین علماء کے بہت سے اقوال ہین اول یہ کہ اہل کتاب مین
سب سے پہلے منکر تم نہ بنو مشرکین مکہ نے جو انکار کیا تھا وہ جہلا اہل کتاب تھے اور اہل کتاب
مین سب سے پہلے انکار یہود مدینہ نے کیا جو اصل مخاطب اس آیت کے ہین اور جو اہل کتاب
اور ملکون مین رہتے تھے وہ بھی انکے انکار کی وجہ سے منکر رہے۔ اور شخص جو برائی کی ابتدا کرے
اوسکی پیروی کرنیوالون کا گناہ بھی اوسی کے ذمہ ہوتا ہے پس یہود مدینہ کے انکار کے بعد جو اہل کتاب
منکر ہوئے اوسکا وبال بھی یہود مدینہ کی گردن پر رہا دوسرے یہ کہ جو لوگ جان بوجھ کر
انکار کرتے ہین اون مین سب سے پہلے انکار کرنے والے تم نہ بنو سلمٰی کہ مشرکین مکہ نے جہالت
کی وجہ سے انکار کیا اونہون نے واقع مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچانا تھا مگر یہود کو
یہ خبر پہلے سے معلوم تھی اس لیئے وہ پہلے سے نبی آخر الزمان کے منتظر تھے اور جو صفتین رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی توریت وغیرہ انبیاء سابقین کی کتابون مین مذکور ہین وہ سب اونہون نے
دیکھ لین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے رسول ہونے کا اونکو یقین تھا مگر حسد کی وجہ سے
انکار کرتے تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان کر سب سے پہلے انکار کرنیوالے وہی
تیسرے یہ کہ مثل اول کافر کے نہ بنو یعنی جسطرح اول کافر یعنی مشرکین مکہ منکر ہوئے اسطرح

خود بھی اللہ کی تعظیم حاصل کرنے کے لئے اوس کی اطاعت مین کوشش کرین یہ جو اللہ نے
فرمایا کہ تم میرے عہد کو پورا کرو اس کے معنے یہ ہین کہ تمنے جو مجھسے عہد کیا ہے اوسکو پورا کرو اور جو
فرمایا کہ مین تمہارے عہد کو پورا کرون اسکے معنے یہ ہوئے کہ مین نے جو تمسے عہد کیا ہے اسکو پورا کرون
ان دونو عہدونکی تفصیل جو سلف سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ ابن جریر نے بسند صحیح ابن عباس سے
روایت کی ہے کہ تم میرا عہد پورا کرو یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو مین تمہارا قول پورا کرون
یعنی تمکو بہاری بوجھ اور قید سخت سے نجات دون بہاری بوجھ اور قید سخت سے مراد وہ اعمال
شاقہ ہین جو پہلی امتونپر واجب تھے۔ بغوی نے کلبی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ نے بنی اسرائیل سے
حضرت موسے کی معرفت یہ معاہدہ کیا تھا کہ مین بنی اسماعیل کی اولاد مین ایک نبی امی پیدا کرونگا
جو اوسکی اطاعت کریگا اور جو روشنی اوسکے ساتھ ہوگی اوسکی تصدیق کریگا اوسکے مین گناہ بخشدونگا
اور اوسکو جنت مین داخل کرونگا اور اوسکو دونا اجر دونگا ف ایای جو فارھبون
سے پہلے مذکور ہوا اسمین جو سے اسکے معنے یہ ہوگئے کہ مجھی سے ڈرو میرے سوا کسی سے نہ ڈرو
اس لئے کہ نفع نقصان پہونچانے کی قدرت اللہ کے سوا اور کسیکو نہین۔ اس ڈرانے مین
اشارہ یہ تھا کہ اگر عہد توڑوگے تو مین سخت سزا دونگا چنانچہ یہی ہوا کہ ان مخاطبین مین سے
ایک گروہ جلاوطن ہوا اور دوسرے گروہ کو قتل کی سزا ملی یہ دنیا کا عذاب تھا اور آخرت کا عذاب اس سے
علاوہ ہے ف اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نعمت کا شکر اور عہد کا پورا کرنا واجب ہے
اور اللہ کے سوا کسی اور سے ڈرنا نچاہیئے۔ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا
لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍ بِهٖ ص اور ایمان لاؤ اوسپر جو نازل کیا
مین نے تصدیق کرنے والا اوس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے اور مت بنو سب سے پہلے
انکار کرنے والے اوسکے ف یعنی قرآن پر ایمان لاؤ جو توریت وغیرہ اون کتابون کی جو تمہارے

کہ یہ اختلاف قدما اور متاخرین کا قرآن پڑھانے مین ہے مگر اجرت لیکر قرآن پڑھانا بالاتفاق ناجائز ہے
کسی کے نزدیک جائز نہین رد المحتار مین ہے کہ تاج الشریعہ نے شرح ہدایہ مین لکھا ہے کہ اجرت
لیکر جو قرآن پڑھتا ہے اوسکا ثواب نہ میت کو ملتا ہے نہ قاری کو۔ عینی نے شرح ہدایہ مین لکھا ہے
کہ دنیا کے لئے جو قرآن پڑھے اوسکو منع کیا جائے اور دینوالا اور لینے والا دونو گنہگار ہین۔
حاصل یہ ہے کہ اس زمانے مین جو یہ رواج ہے کہ اجرت دیکر قاری سے قرآن پڑھواتے ہین یہ جائز نہین
اسلئے کہ پڑھوانے والا ثواب حاصل کرنے کی غرض سے پڑھواتا ہے اور پڑھنے والا مال کے لئے
پڑھتا ہے پس جب پڑھنے والے کو اوسکا ثواب نہین تو اجرت دینے والے کو کہان سے ملے گا
اور اگر اجرت کی امید نہو تو کوئی کسی کے لئے اس زمانے مین قرآن نہ پڑھے افسوس کہ اس
زمانے مین قرآن کو پیشہ اور دنیا جمع کرنیکا وسیلہ مقرر کر لیا ہے وَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ
اور مجھی سے ڈرو وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ
وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اور نہ ملاؤ حق کو باطل کے ساتھ اور نہ چھپاؤ حق کو جان بوجھکر
ف حق سے مراد توریت وغیرہ کتب سابقہ ہین اور باطل سے مراد وہ مضامین ہین جو علمائے یہود
اون کتابون مین اپنی طرف سے بڑہا دیا کرتے تھے پس مطلب یہ ہے کہ توریت کی سچی باتون مین کچھ
جھوٹی باتین اپنی طرف سے ملاکر حق و باطل کو باہم خلط نہ کرو اور یہ جو فرمایا کہ جان بوجھکر
حق کو نہ چھپاؤ اس سے مراد یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات جو توریت مین مذکور ہین
اونکو مت چھپاؤ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کرو نماز کو ف اقامت صلوٰۃ کا بیان
یقیمون الصلوٰۃ کی تفسیر مین گذر چکا وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور ادا کرو زکوٰۃ کو ف مطلب یہ ہے
کہ ایمان لاؤ اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہ احکام شریعت مصطفوی کو اختیار کرو ف زکوٰۃ اور نماز کا
ذکر قرآن مین بیس جگہ ساتھ ساتھ مذکور ہے۔ ف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

تم ہی منکر نہو چوتھے یہ کہ اپنی کتابونکے یعنی توریت وغیرہ کے سب سے پہلے منکر تم ہو
اسلئے کہ جب توریت مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر موجود تھی پس اونکا انکار کرنا درحقیقت
انکار کرنا تھا۔ بغوی نے لکھا ہے کہ یہ آیت کعب بن اشرف اور اوسکے ساتھیون کے حق
ہوئی ہے جو یہودیون مین عالم اور سردار تھے وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا
اور نہ لیلو میری آیتونکے بدلے تھوڑی سی قیمت ف عوام یہود ہر سال اپنی کھیتی اور مواشی
اور مال تجارت وغیرہ کا صدقہ اپنے علما کو دیا کرتے تھے اب اون علما کو یہ خوف ہوا کہ اگر
علیہ وسلم کی تصدیق کرین اور جو خبر اونکی توریت مین مذکور ہے وہ بیان کرین تو وہ ا
سالانہ معمول کہین بند نہو جائے اس خوف سے اونہون نے توریت کی اون آیتو
چھپا ڈالا اور اوسکی عوض مین دنیا کا فائدہ جو بہت ہی تھوڑا تھا اختیار کیا اسوجہ سے
اللہ نے فرمایا کہ میری آیتونکے بدلے مین تھوڑی قیمت نلو ف اگرچہ بظاہر یہ آیت علما
بنی اسرائیل کے حق مین نازل ہوئی تھی مگر درحقیقت یہ بہت بڑی تنبیہ اُن دنیادار عالمون کے لئے
جو امیر ونکی خوشامد یا نفسانی طمع کی وجہ سے حق کو چھپا کر جھوٹے مسئلے بیان کرتے ہین اور رشو
شریعت کے فتوے لکھدیتے ہین۔ مولوی شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر
لکھا ہے کہ جو معلم اور واعظ ایسے طامع ہون کہ احکام شریعت کی تعلیم اور وعظ کو کوئی
عوض مین بھی دنیا طلب کرین اور جس شخص سے دنیاوی فائدہ کی توقع ہو اوسکی طرف بہ
متوجہ ہون اور جس سے توقع نہو اوس سے کج خلقی کرین وہ بھی اسی حکم مین شامل ہین اور
فقہائے متقدمین نے یہ ثابت کیا تھا کہ تعلیم قرآن کی اجرت لینا جائز نہین۔ فدا کا مذہ
یہی تھا مگر اس زمانے کے علمانے اوس کے جواز کا فتوے دیا ہے اسلئے کہ اگر یہ طر
جاری نرہے گا تو قرآن کا درس ہی موقوف ہوجائیگا۔ شامی نے حاشیہ درمختار مین لکھا

ذکر کیا اس لئے کہ رکوع نماز کے ارکان مین سے ایک رکن ہے ف بغوی نے لکھا ہے
کہ یہود یونکی نماز مین رکوع نتھا پس گویا اونکو حکم ہوا کہ جو رکوع کے ساتھ نماز پڑھنے والے ہین
اونکے ساتھ نماز پڑھو ف مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت مین نماز جماعت کی ترغیب دیگئی ہے
ف جماعت کی نماز داؤد ظاہری کے نزدیک رکن نماز ہے یعنی بغیر اوس کے نماز ادا نہین ہوتی
امام احمدؒ کے نزدیک جماعت فرض ہے رکن نہین یعنی اگرچہ بغیر جماعت بھی اونکے نزدیک نماز ادا
ہوجاتی ہے مگر ترک فرض کا مواخذہ باقی رہتا ہے۔ جمہور کے نزدیک جماعت ایسی سنت مؤکدہ ہے
کہ وہ واجب سے قریب ہے۔ سنن موکدہ مین سب سے زیادہ فجر کی سنتون کی تاکید ہے
مگر جب اونکی وجہ سے جماعت چھوٹ جانیکا خوف ہو تو اونکو بھی چھوڑ دینا چاہیئے صحیحین مین
ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ منفرد کی نماز پر جماعت کی نماز ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے
صحیحین مین ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے اختیار مین میری جان ہے مین یہ قصد کرتا ہون کہ ایندھن جمع
کرون پس نماز کے اذان کا حکم دون۔ اور جو لوگ جماعت مین حاضر نہون اونپر اون کے گھرونکو جلا دون
أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ کیا حکم کرتے ہو تم آدمیون کو نیکی کا اور بھولتے ہو
اپنی جانونکو اور تم پڑھتے ہو کتاب پھر کیا سمجھتے نہین ف سدی کا یہ قول ہے کہ یہ آیت
اون علمائے یہود کے حق مین اوتری ہے جو اور لوگونکو اللہ کی اطاعت کا حکم کرتے تھے اور خود فسق
وفجور مین مبتلا ہوتے تھے۔ ابن جریج کا یہ قول ہے کہ وہ اور لوگونکو نماز کا اور عبادت کا
حکم کرتے تھے اور خود اوسپر عمل نہین کرتے تھے۔ بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہ آیت
اون علمائے یہود کی شان مین اوتری ہے جو توریت مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر مذکور دیکھکر

ف جماعت نماز کے بارہ مین یہود یونکی نسبت تاکید

ف حافظ ابن حجر نے بحوالہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابن عساکر و ابن ابی شیبہ و احمد و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم و بیہقی و ابن منذر و طبرانی و ابن ابی داؤد و ابن عدی و ابن عساکر و ابن مردویہ و ابن ابی حاتم و ابن جریر و ابن ابی شیبہ

مدینہ مین تشریف لے آنے کے بعد ہجرت کے دوسرے سال مین عید سے دو دن پہلے زکوٰۃ فرض ہوئی۔

ف مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی چاندی اور سونے کا مالک ہے اوسمین سے حق زکوٰۃ ادا نہین کرتا تو قیامت کے دن اوس چاندی سونے کی تختیان بنائی جائینگی اور اوسکے پہلو پر اور پیشانی پر اور پشت پر اوسکی داغ دئی جائینگے پھر دوبارہ گرم کیجائینگی پھر دی جائینگی یہ دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہوگی یہانتک کہ فیصلہ کیجائیگا اللہ بندون مین تب وہ جنت کی طرف جائیگا یا دوزخ کیطرف۔ یہ مضمون قرآن مین بھی مذکور ہے چنانچہ سورۂ توبہ مین اللہ فرماتا ہے کہ جو لوگ جمع کرتے ہین چاندی سونا اور اللہ کی راہ مین اوسکو خرچ نہین کرتے اونکو دکھ دینے والے عذاب کی خبر سنا دو قیامت کے دن جہنم کی آگ مین سونے چاندی تپائی جائیگی اور اونکی پیشانیون پر اور پسلیون پر اور پشتون پر اوسکے داغ لگائے جائینگے اور کہا جائیگا کہ یہ ہے جو تمنے اپنے واسطے جمع کیا تھا اب تم اپنے خزانے کا مزا چکھو بخاری نے ابوہریرہؓ سے یہ روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسکو اللہ نے مال دیا اور اوسنے زکوٰۃ ادا نہین کی وہ مال قیامت کے دن اوسکے عذاب کرنے کے لئے ایک گنجا سانپ بن جائیگا اور اوسکی گردن مین طوق بنکر اوسکے دونو رخسار ونپر دنش زخم کریگا پھر کہیگا کہ مین تیرا مال ہون مین تیرا خزانہ ہون پھر حضرتؐ نے یہ آیت پڑہی جو سورۂ آل عمران مین مذکور ہے نہ گمان کرین وہ لوگ جو بخل کرتے ہین اوس مال مین جو اللہ نے اونکو اپنے فضل سے دیا ہے کہ یہ بخل اونکے واسطے بہتر ہے قریب ہے کہ طوق پہنائے جائینگے اور اوس مال سے جسمین بخل کرتے ہین وہ بروز قیامت وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ۵ اور رکوع کرو رکوع کرنے والونکے ساتھ ف یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اون کے صحابہ کے ساتھ شریک ہوکر نماز پڑھو ف نماز کو رکوع کے لفظ سے

ف زکوٰۃ کب فرض ہوئی۔ ف زکوٰۃ نہ دینے والونکا عذاب

کہا نے جاتے تھے مین نے پوچھا یہ کون لوگ ہین جبریل نے کہا کہ تیری امت کے خطیب ہین
جو اوروں کو نیکی کا حکم کرتے ہین اور اپنے نفسون کو بھولتے ہین حالانکہ وہ کتاب بھی پڑھتے ہین
یہ روایت صحاح کی سب کتابون مین موجود ہے۔ اور صحیحین مین اسامہ بن زید سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو کھینچ کر
دوزخ کی آگ مین ڈالین گے اوسکی آنتین باہر نکل پڑینگی پھر وہ آنتون کو کھینچتا ہوا ایسا گھومیگا
جیسا اکچی گدھا کولہو کو کھینچتا ہوا گھومتا ہے تمام دوزخی اوس کے پاس جمع ہونگے اور
اوس سے کہینگے کہ اے فلانے تیرا کیا حال ہوا تو ہم کو نیک کام کرنے کی نصیحت
کیا کرتا تھا اور بُرے کامون سے منع کیا کرتا تھا وہ کہیگا کہ مین تم کو نیک کام کرنے کو حکم کرتا تھا
مگر خود وہ کام نہین کرتا تھا اور بُرے کامون سے تم کو منع کرتا تھا اور خود باز نہین آتا تھا۔
خطیب اور **ابن النجار** نے جابر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز اہل جنت دوزخیون کو عذاب مین مبتلا دیکھینگے تو
آواز دینگے کہ اے فلانے اور فلانے تم کو کیا ہوا کہ دوزخ مین پڑے حالانکہ تمھاری
تعلیم کی موجب عمل کرنے سے ہم جنت مین پہونچے وہ جواب دینگے کہ ہم تم کو تعلیم کرتے
تھے مگر خود عمل نہین کرتے تھے **طبرانی** اور **خطیب** اور **ابن ابی شیبہ** نے
ابو برزہ اسلمی سے بسند صحیح روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عالم بے عمل
چراغ کی بتی کی مانند ہوتا ہے کہ خود جلتی ہے مگر اوروں کو روشنی دیتی ہے **اے اللہ** تو
مجھکو اور سب مسلمانون کو اعمال صالحہ کی توفیق دے اور اپنے عذاب سے بچا **ف** بیضاوی نے
لکھا ہے کہ اس آیت مین واعظ کو اپنے اعمال کی حالت درست کرنے کا حکم کیا گیا ہے اور
اسکا حاصل یہ نہین ہے کہ فاسق کو امر بالمعروف جائز نہین اسلئے کہ خود ہی اعمال صالحہ کا اختیار کرنا واجب ہے

پہلے سے اہل عرب کو یہ حکم کیا کرتے ہے کہ بہت جلد تمہاری قوم مین ایک رسول پیدا ہونیوالے ہین
اونکی اطاعت کیجیو لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے تو خود وہی علمائے یہود
انکار کرنے لگے بغوی نے لکھا ہے کہ مومنین مین سے جو علماء یہود کے پہلے سے دوست تھے
اونسے وہ علمائے یہود کہا کرتے تھے کہ تم دین اسلام پر قائم ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہین اور
اونکا قول سچا ہے مگر خود مسلمان نہین ہوتے ہے **ف** اگرچہ یہ آیت علماء یہود کے حق مین
نازل ہوئی ہے مگر تمام واعظین بے عمل اسی حکم مین شامل ہین ۔ علماء اصول نے یہ تصریح کی
ہے کہ قرآن کے احکام اونہین واقعات سے مختص نہین ہوتے جن مین وہ نازل ہوئے ہون
بلکہ الفاظ کے عام معنی کا اعتبار ہوتا ہے قرآن مین دوسری جگہ اللہ نے مومنین سے
خطاب کرکے یہی ایسی باتین کہنے سے ناراضی ظاہر کی ہے جنپر خود عمل نہ کرتے ہون چنانچہ
سورۂ صف مین فرمایا ہے کہ اے ایمان والو کیلئے کہتے ہو وہ باتین جو تم کرتے نہین بڑی ناراضی کا
باعث ہے اللہ کے نزدیک یہ کہ کہو تم ایسی بات جو نکرتے ہو تم **طبرانی** اور **بزار** اور **بیہقی**
اور **ابن جریر** اور **ابو یعلی** نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے واقعات معراج کی ایک حدیث طویل
روایت کی ہے اوسمین یہ بھی مذکور ہے کہ سیر معراج مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک گروہ کو دیکھا کہ اونکی زبانین اور ہونٹ قینچیون سے کاٹے جاتے تھے جب وہ کٹ چکتے
تو پھر پیدا ہوجاتے پھر کاٹے جاتے ہر وقت یہی کیفیت رہتی تھی کچھ توقف نہین ہوتا تھا۔
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جبریلؑ سے پوچھا کہ یہ کون ہین جبریل نے کہا کہ یہ تمہاری
امت کے وہ خطیب ہین جو ایسی نصیحتین کرتے ہے جن پر خود عمل نہین کرتے تھے
اور بغوی نے اس مضمون کو انس بن مالکؓ سے اسطرح لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ مین نے معراج کی رات مین کچھ لوگون کو دیکھا کہ اونکے ہونٹ آگ کی قینچیون سے

ف احکام قرآن مین عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے نہ خصوص کا

ف واعظین بے عمل کا عذاب

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مین
فاقہ ہوتا تہا اور رات کو کچھ نہ کہاتے تہے اور بہوک غلبہ کرتی تہی تو بار بار مسجد مین جاتے تہے
اور نماز مین مشغول ہوتے تہے ف یہ بہی بخوبی سمجھ لینا چاہیئے کہ جو نماز مصیبت کا علاج
ہوتی ہے وہ ایسی نماز نہین جسمین ظاہری صورت قیام اور رکوع اور سجود کی ادا ہو اور دل مین
اللہ کیطرف سے غفلت ہو بلکہ علاج مصیبت وہ نماز ہے جسمین دل سے بہی انسان اللہ کیطرف
رجوع ہو اسلئے کہ جب انسان دل سے اللہ کیطرف رجوع ہوتا ہے تو دنیا اور دنیا کی رنج و راحت
سب اوسکو حقیر معلوم ہوتے ہین نہ یہان کی راحت مین اوسکو خوشی ہوتی ہے نہ مصیبت مین
افسوس ہوتا ہے اور اسیوجہ سے تمام رنج و غم اوسکا دور ہوجاتا ہے - اسیوجہ سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کافرون کی مخالفت کے سبب سے بہت رنج ہوا تو اللہ نے
نماز کا حکم کیا چنانچہ سورۂ حجر مین اللہ فرماتا ہے کہ ہم جانتے ہین کہ کافرونکی باتون سے تمکو
پس تو اللہ کی حمد کے ساتہہ تسبیح کر اور سجدہ کرنیوالون مین سے ہوجا وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ
إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو رَبِّهِمْ
وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ اور بیشک وہ بہاری ہوتی ہے مگر اوسپر بہاری نہین
ہوتی جو عاجزی کرنے والے ہین اور جو لوگ یہ جانتے ہین کہ بیشک وہ ملنے والے ہین
اپنے رب سے اور بیشک وہ اوسکی طرف رجوع ہونیوالے ہین ف وَإِنَّهَا کی ضمیر بعض
مفسرین نے استعانت کیطرف پہیری ہے یعنی صبر و صلوۃ سے استعانت کرنا نفس پر
بہاری اور مشکل ہے اور بعض نے صرف صلوۃ کیطرف یہ ضمیر پہیری ہے حاصل دونوکا ایک ہی ہے
اسلئے کہ نماز بہی اسیوجہ سے مشکل ہوتی ہے کہ اوسمین بہت سی مشقتون اور نفس کی خواہشون پر
صبر کرنا پڑتا ہے حسن بصری کا قول ہے کہ خاشعین سے مراد ڈرنے والے ہین بغوی نے

اور دوسروں کو بھی اعمال صالحہ کا حکم کرو اجب ہے پس اگر ایک واجب مین خلل پڑا تو اس سے
یہ لازم نہین آتا کہ دوسرے واجب کو بھی چھوڑ دیا جاے پس جو عذاب اعظمین بے عمل کا مذکور ہے
وہ اونکے عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہے نہ اورون کو نصیحت کرنے کی وجہ سے ۔

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ف اور مدد چاہو صبر کے ساتھہ اور نماز سے

ف علماے یہود کو مسلمان ہونے مین یہ خوف تھا کہ قوم کی سرداری جھوٹ جاے گی
سے جو دنیاوی فائدے حاصل ہوتے ہین وہ موقوف ہو جائین گے اسکا علاج اللہ نے
اونکو یہ بتایا کہ ان مصیبتون کے دفع کرنے کے لئے صبر اور نماز سے استعانت کرو **صبر** تین قسم ہے
اول اللہ کی عبادت کے لئے مشقت کا تحمل کرنا مثلاً نیند کو چھوڑ کر نماز کے لئے اٹھنا سردی
کے وقت مین غسل اور وضو کرنا اور گرمی اور تاریکی کے وقت مسجد کو جانا ۔ سفر حج کی مشقتین اٹھانا
دوسرے گناہ کی لذتین جو نفس کو بہت مرغوب ہوتی ہین اونکو اللہ کے خوف سے چھوڑنا
تیسرے مصیبت کے وقت بیقرار نہونا اور اللہ پر توکل کرکے مصیبت کے دور ہونیکا
منتظر رہنا اور یہ سمجھہ لینا کہ ہماری بیقراری تقدیر اللہ کو بدل نہین سکتی اور مصیبت نہ ہونا اور
اوسکو دفع کرنا اوسی کے اختیار مین ہے ۔ جو شخص صبر کی ان تینون قسمون پر قادر ہو جاتا ہے
اوسکی حالت کو دنیا کی مصیبتین پریشان نہین کرتین ۔ صبر کے فضائل کتاب و سنت مین
بہت مذکور ہین ۔ سورۂ زمر مین اللہ فرماتا ہے کہ صابرین اپنا اجر بیحساب پائین گے
مصیبت کا دوسرا علاج اللہ نے نماز کو فرمایا اس لئے کہ نماز مین انسان ہمتن اللہ کی طرف
رجوع ہوتا ہے تو ساری مصیبتین اوسکی آسان ہو جاتی ہین **احمد** و **ابو داؤد** و **ابن جریر** نے
حذیفہؓ بن الیمان کے بھائی عبد العزیز سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کوئی حادثہ پیش آتا تھا تو بہت جلد نماز مین مشغول ہو جاتے تھے ۔ محب طبری نے

ف نماز مصیبت کو دفع کرنے کو

ف عبد العزیز حذیفہ بن الیمان کے بھائی سے بعض نے کہا ہے بعض نے کہا ہے اور بعض نے ان دونون کا نام کہا ہے ۱۲ ف محب الدین احمد بن عبد اللہ بن محمد بن ابی بکر طبری مکہ مین رہتے تھے شافعی مذہب کے محدث صالح زاہد فقیہ تھے ۱۲ ف حذیفہ بن الیمان جنگ احد مین شہید ہوگئے تھے ۱۲ منہ

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

مسلمانون کو مژدہ مومنون کو بشارت کہ نور ضیح کلام اکرم و تفسیر قرآن معظم

جلد ثانی تفسیر عزیزی

۳

جسکے لکھنے کی اللہ نے اپنے فضل عظیم اور احسان عمیم سے مجھ مسکین کو ہمت عنایت فرمائی

باہتمام قاضی محمد حشمت الدین مطبع مسلم الثبوت حیدرآباد دکن

لکھا ہے کہ یہان لیظنون کے معنے یقین کرنے والون کے ہین - پس حاصل یہ ہوا کہ جو خدا سے ڈرنے والے ہین اور اونکو خدا کے سامنے جانے اور اسکی طرف رجوع کرنے کا یقین ہے اونپر یہ نماز کی مشقت بھاری نہین ہوتی ف مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ نے اس آیت کے معنے یہ لکھے ہین کہ جو عاجزی کرنے والے ہین اور یہ گمان رکھتے ہین کہ نماز کیجانب مین وہ پھر رب سے ملنے والے ہین اور اوسکی طرف رجوع ہونیوالے ہین اونپر نماز بھاری نہین ہوتی - واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

خاتمہ

اللہ کے فضل سے تفسیر اکسیر اعظم کی پہلی جلد شعبان ۱۳۰۷ھ ہجری مین چھپکر مکمل ہوئی اس کتاب کی اشاعت رمضان ۱۳۰۳ھ سے شروع ہے ہر مہینہ مین ایک جزو شائع ہوتا ہے یہ ایک سال کی جلد ہے اور آیندہ رمضان سے دوسری جلد سا ہوار چھپنا شروع ہوگی اس جلد کی قیمت بلا محصول عہ معہ محصول ۴ ہے اور جو آیندہ اوسکو ماہوار خریدار ہونگے وہ اگر ایک ماہوار لینا چاہینگے تو آیندہ سال کی قیمت اونکو چھ سال کے حساب سے دینا ہوگی -

واللہ المستعان وعلیہ التکلان

وصلی اللہ تعالے علی رسولہ محمد

وآلہ واصحابہ ما طلع

النیران -

عادل بادشاہ اور علماء باعمل اوس قوم مین پیدا ہوے ف بزرگی تمام بنی اسرائیل کے واسطے نہتی بلکہ اون
مین سے صالحین کے واسطے تھی ورنہ اون مین سے بہت سے نافرمان مسخ ہوکر سور اور بندر بھی بن گئے
وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ
وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝ اور ڈرو اوس دن سے جبکہ
نہ ادا کرسکے گا کوئی کسیکی طرف سے کچھہ - اور نہ مانی جاسے گی اوسکی طرف سے سفارش اور نہ لیا جائیگا اوس سے
بدلا اور نہ وہ مدد کیے جائینگے ف یہودیونکا یہ اعتقاد تہا کہ ہمارے آبا واجداد جو بہت سے پیغمبر اور مقبولان
الہی تھے وہ قیامت کے روز ہمکو کسی نہ کسی طرح عذاب سے بچالین گے اونکے اس خیال کو باطل کرنے کے
لئے اللہ نے فرمادیا کہ جتنی تدبیرین دوسرے کو بچانے کی ہوسکتی ہین وہ قیامت کے روز ایک بھی نہ چلے گی
ظاہر ہے کہ دنیا مین جب کوئی شخص کسی حاکم کے مواخذہ مین گرفتار ہوتا ہے تو جو اوسکے عزیز ہوتے ہین اول تو وہ اس
امر مین کوشش کرتے ہین کہ جس حق کا اوس پر مواخذہ ہے وہ ادا کردین جب یہ تدبیرین نہین پڑتی تو سی سفارش
کے سلسلے پیدا کرتے ہین اور جب اس سے بھی کام نہین چلتا تو اوسکے عوض مین کچھہ اور تاوان دینے کا قصد کرتے
ہین اور جب اس سے بھی کام نہین نکلتا تو سب اوس کے شریک ہوکر حاکم کے ساتھ بغاوت اور مقابلہ کرتے ہین
اسی کو عربی مین نصرت کہتے ہین - پس خدا نے یہودیون کے خیال کو غلط کردینے کے واسطے اس آیت مین فرمادیا
کہ جتنی تدبیرین دوسرے کو بچانے کے واسطے ہوسکتی ہین ان مین سے کوئی تدبیر اوس روز ایک تدبیر بھی
نہو سکے گی پس اے یہودیو تمہارے باپ دادے تمکو کسی طرح نہین بچا سکتے ف اس آیت مین کافرونکی
حالت بیان ہوئی ہے اسیوجہ سے شفاعت کی مطلق نفی کیگئی - اور مسلمانون کے حق مین شفاعت باذن
باللہ باتفاق مقبول ہوگی - یہ مضمون بہت سی آیتون اور حدیثون سے ثابت ہوا ہے وَإِذْ نَجَّيْنَاكُم
مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ
وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ۝

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی رسولہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد
مسکین محمد احتشام الدین مراد آبادی مسلمانونکی خدمت مین التماس کرتا ہو کہ اب بیان ہے جلد ثانی
تفسیر اکسیر اعظم کی شروع ہو جسکو مین نے رمضان سنہ ۱۳۱۰ ہجری مین لکھنا شروع کیا اللہ تکمیل کو پہونچاے
واللہ المستعان وعلیہ التکلان یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ
عَلَیْکُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ اے اسرائیل کی اولاد یاد کرو
میری نعمت کو جو انعام کی مین نے تمپر اور مین نے بزرگی دی تمکو عالمونپر ف مراد یہ ہے کہ جو عالم والے
بنی اسرائیل کے زمانے مین موجود تھے اونپر بزرگی دی اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ جو قومین اون سے
پہلے ہو چکی ہین یا اونکے بعد پیدا ہوئین اونپر بھی بزرگی ہو۔ بنی اسرائیل کو جو بزرگی دیگئی وہ یہ تھی کہ جا بہا ر پیغمبر اوس
قوم مین پیدا ہوے اور توریت اور انجیل اور زبور وغیرہ کتابین اونکی زبان مین نازل ہوئین اور بہت سے

پشت زخمی ہو جاتی تھی ۔ عورتوں سے چرخہ کتوائے تھے اور کپڑا بنواتے تھے اور خاکروبی کا کام لیتے تھے
اور جو لوگ بوڑھے اور ضعیف تھے اور خدمت کے لائق نہ تھے اونپر جزیہ مقرر کیا تھا یہ مصیبتیں بنی
اسرائیل پر ایسی تھیں کہ اپنی جان سے تنگ تھے ۔ ابن جریر نے سدی سے روایت کی ہے کہ فرعون
نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ ایک آگ بیت المقدس کیطرف سے اٹھی اور ملک مصر پر محیط ہو گئی اور ہر قبطی کے
گھر کو اوس نے جلا دیا اور بنی اسرائیل کو اوس سے کچھ صدمہ نہ پہونچا اس خواب کے دیکھنے سے فرعون کے
دل میں بہت ہیبت پیدا ہوئی کاہنوں سے اوسکی تعبیر پوچھی اونہوں نے یہ جواب دیا کہ بنی اسرائیل میں
ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو تجھکو ہلاک کرے گا اور تیری سلطنت چھینے گا ۔ بغوی نے لکھا ہے کہ اسکے
بعد فرعون نے یہ حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو وہ قتل کیا جائے چنانچہ دایوں کو جمع کرکے اس حکم کی
تاکید کی کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو وہ فوراً قتل کر دیا جائے اور لڑکیاں سلامت چھوڑ دی جائیں بعض
علما کا قول ہے کہ حضرت موسے کی تلاش میں فرعون نے بارہ ہزار لڑکے قتل کئے وہب بن منبہ کا قول ہے
کہ مجھکو یہ روایت پہونچی ہے کہ لوگوں سے ہزار بچے ذبح کئے آخر یہ نوبت پہونچی کہ بنی اسرائیل میں جو بوڑھے لوگ
تھے وہ مرنے لگے اور بچے قتل ہو جاتے تھے اسوجہ سے قریب تھا کہ بنی اسرائیل کا وجود جہان سے معدوم
ہو جاوے اوسوقت قبطیوں کے سردار فرعون کے پاس گئے اور اوس سے کہا کہ اگر اسی طرح بنی اسرائیل کے
بچے قتل ہوا کرینگے تو بہت جلد وہ قوم تمام ہو جائے گی کیونکہ جو اون میں کے بوڑھے ہیں وہ روز بروز
مرتے جاتے ہیں پس اگر یہ سب لوگ مر گئے تو ہماری محنت اور مزدوری کون کریگا ہم لوگوں کو خود ہی اپنے
کاموں کے واسطے محنت کرنا پڑے گی تب فرعون نے یہ حکم دیا کہ ایک سال کے لڑکے ذبح کئے جایا کریں
اور ایک سال کے زندہ چھوڑ دیے جائیں ۔ حضرت ہارون اوس سال میں پیدا ہوئے تھے جسمیں بچے سلامت
چھوڑے جاتے تھے ۔ اور موسی اوس سال میں پیدا ہوئے تھے جسمیں بچے ذبح ہوتے تھے ف
جو اللہ نے فرمایا کہ اس میں تمہارے رب کیطرف سے تمپر بلا عظیم تھی اس سے ظاہر ہو گیا کہ انسان پر

ف فرعون نے بنی اسرائیل کے لڑکے ذبح کئے

اور یاد کرو جبکہ بچایا ہمنے تمکو قوم فرعون سے کہ ایذا دیتے تھے تمکو بری ایذا ذبح کرڈالتے تھے تمہارے بیٹونکو اور زندہ چھوڑتے تھے عورتونکو اور اس مین تمپر بلا تھی تمہارے رب کیطرف سے بہت بڑی۔ ف اس آیت مین اوس قصہ کا بیان ہی جو حضرت موسے کے زمانہ سے پہلے مصر مین بنی اسرائیل پر ظلم ہوتا تھا اوس زمانے مین مصر مین دو قومین بڑی تھی تھین ایک قبطی کہلاتے تھے جنکی سلطنت تھی۔ الفان مین مجاہد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس قوم کی اصل فارس کے ملک اصطخر سے تھی اونکی اصطلاح مین بادشاہ کو فرعون کہتے تھے۔ دوسری قوم مصر مین بنی اسرائیل تھی۔ جو فرعون حضرت موسے کے زمانہ مین تھا اوس کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا اوسکی عمر چار سو برس سے زیادہ ہوئی اوسکا باپ ریان شاید وہی ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے مین مصر کا فرعون یعنی بادشاہ تھا اور فرعون یوسف کے زمانہ سے فرعون موسے کے زمانے تک سو جنین نے چار سو برس کا فصل لکھا ہے۔ بنی اسرائیل مصر مین حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ سے رہتے تھے۔ حضرت یوسف کے زمانہ مین اونکے باپ حضرت یعقوب جنکا نام اسرائیل ہے مع اپنے تمام خاندان کے مصر مین چلے گئے تھے اوسوقت سے بنی اسرائیل کا وطن وہی شہر مقرر ہوا حضرت یعقوب کے کل بارہ بیٹے تھے اون مین سے ہر ایک کی اولاد کا جدا جدا قبیلہ رہتا۔ اسیطرح بنی اسرائیل کے بارہ قبیلہ ہو گئے تھے۔ جو فرعون حضرت موسے کے زمانہ مین تھا اوسکو یکایک خدائی کا دعوے پیدا ہوا اور تمام ارکین سلطنت کو اوسنے یہ حکم دیا کہ اوسکو سجدہ کرین سب سے پہلے اوس کے وزیر ہامان نے اوسکو سجدہ کیا بنی اسرائیل کی قوم کے لوگ چونکہ خاندان انبیا سے تھے اونہون نے فرعون کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اسوجہ سے فرعون بنی اسرائیل کی تمام قوم سے ناراض ہو گیا اور اون مین سے بہت سے لوگون کو گرم کھولتے ہوئے تیل مین ڈالکر جلا دیا جو باقی رہے اونکو یہ سزا دی کہ تمام قوم بنی اسرائیل نہایت ذلت کی حالت مین رہی اور بعض کو پہاڑون سے پتھر کھود کر لانے پر بعض کو اینٹین تیار کرنے پر بعض کو عمارت بنانے پر بعض کو بڑھئی اور لوہار کے کام پر بعض کو اور زیادہ ذلیل کا مونپر مقرر کیا تھا یہ سب کام بطور بیگار کے اون سے لئے جاتے تھے بہتیرے سوکھے ہوتے اونکی گردن اور

القصہ حضرت یعقوب کے بارہ بیٹون کی اولاد مین چار سو برس کے اندر اتنی بڑی جماعت ہوگئی تھی اور ابن مسعود سے منقول ہے کہ حضرت موسےٰ کے ساتھی چھ لاکھ ستر ہزار تھے جب وہ مصر سے نکلے تو جنگل مین راستہ بھول گئے۔ ہر چند کوشش کرتے تھے راستہ نہ ملتا تھا اوس حیرانی مین حضرت موسےٰ نے بنی اسرائیل کے بوڑھے آدمیونکو جمع کیا اور اون سے مشورہ کیا اونہون نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مرتے وقت یہ عہد لیا تھا کہ جب مصر سے نکلین تو اون کے تابوت کو ساتھ لیتے جائین چونکہ ہمنے اس وصیت پر عمل نہین کیا اسوجہ سے راستہ بھر بند ہوگیا۔ اوسوقت حضرت موسےٰ کو حضرت یوسف کی قبر کی تفتیش ہوئی اونکی قبر کسی کو معلوم نتھی بہت سی تحقیق کے بعد ایک اوسی عورت نے کہا کہ مجھکو یوسف کی قبر معلوم ہے اس شرط پر بتاؤنگی کہ جو مانگون وہ میرا سوال پورا کرو حضرت موسےٰ نے اس وعدہ مین تامل اور اللہ سے استعانت کی آخر اللہ کا حکم ہوا کہ اوسکا سوال پورا کرنے کا وعدہ کرلو جب حضرت موسےٰ نے وعدہ کرلیا تو اوس بوڑھی نے کہا کہ دنیا مین تو میری حاجت یہ ہے کہ مین ضعیفی کیوجہ سے چل نہین سکتی مجھکو ایک سواری دو اور اپنے ساتھ لیجاؤ اور آخرت مین میری حاجت یہ ہے کہ اے موسیٰ تم جنت کے دروازے مین بغیر میرے داخل نہ ہو۔ حضرت موسےٰ نے اللہ کے حکم کی بموجب اون دونو وعدونکو قبول کیا تب اوس بوڑھی نے دریا کے اندر ایک مقام پر حضرت یوسف کی قبر کا پتا دیا حضرت موسےٰ نے دعا کی وہان سے پانی ہٹ گیا پھر اوس مقام کو کھودا تو ایک صندوق سنگ مرمر کا برآمد ہوا اوس مین حضرت یوسف کا جسم مبارک تھا اوسکو حضرت موسےٰ نے ساتھ لیا اور اوسوقت تک وہ تابوت بنی اسرائیل کے ساتھ رہا کہ جب وہ شام کے ملک مین پہونچے وہان اونہون نے اوسکو دفن کیا جب حضرت یوسف کا تابوت حضرت موسےٰ نے ساتھ لیا تو راستہ اونپر کھل گیا اور وہان سے چلدیے ہارون ساری جماعت کے آگے آگے تھے اور حضرت موسیٰ پیچھے پیچھے جب فرعون کو یہ خبر ہوئی تو صبح کو اوس نے ایک بڑے بھاری لشکر کے ساتھ اونکا تعاقب کیا جب صبح ہوئی تو بنی اسرائیل سمندر کے کنارے پہونچے اب آگے بڑھنا ممکن نتھا پیچھے سے فرعون کا لشکر قریب

جو خوشی یا مصیبت آتی ہو سب اللہ کیطرف سے ہوتی ہو **ف** بلا کے معنی امتحان کے ہین اور اللہ کیطرف سے امتحان کبھی تو مصیبت مین ہوتا ہے کہ بندہ صبر کرتا ہے یا نہین اور کبھی فراغت اور آسایش مین ہوتا ہے کہ بندہ شکر کرتا ہو یا نہین پس یہ جو فرمایا کہ اس مین تمہارے رب کیطرف سے بلا یعنی امتحان تھا اس مین دونو احتمال ہین یا تو یہ معنی ہون کہ اللہ نے جو فرعون کو اوپر مسلط کردیا اور اوسکے ہاتھ سے اوپر سخت مصیبت پہونچی اس مین اللہ نے اونکے صبر کا امتحان کیا تھا۔ یا یہ معنی ہونگے کہ اللہ نے جو اون کو فرعون کے عذاب سے نجات دی اسمین اونکے شکر کا امتحان تھا **وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝** اور جبوقت کہ جدا کردیا ہمنے تمہارے لئے دریا کو پھر نجات دی ہمنے تمکو اور ڈبو دیا ہمنے قوم فرعون کو اور تم دیکھ رہے تھے

ف جب فرعون بنی اسرائیل کے بچون کو قتل کرتا تھا اوسی حالت مین حضرت موسیٰ پیدا ہوے اللہ نے قتل سے اونکو بچایا اور خود فرعون نے اونکی پرورش کی جب وہ جوان ہوے مصر سے چلے گئے اللہ نے اونکو نبوت دی اور اونکے بھائی ہارون کو اونکا نائب کیا پھر وہ مصر مین آے اور فرعون کو اور اوسکی قوم کو ہر چند سمجھایا اور معجزات دکھائے وہ نمانے تب اللہ نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو لیکر رات مین یہان سے نکل جاؤ اتنا قصہ اس موقع پر اللہ نے حذف کردیا مگر آیندہ جا بجا اوسکی تفصیل مذکور ہوگی لہذا جو شرح اس قصہ کی اہل تفسیر نے کی ہو اوسکو سہم وہین لکھین گے بغوی نے لکھا ہے کہ جس شب مین حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر نکلے اوس شب مین قبطیون مین ایسی موت پھیلی کہ جتنی باکرہ لڑکیان تھین سب مرگئین لہذا وہ اون کے دفن کے سامان مین مصروف ہوے اور بنی اسرائیل کی حالت کی کسی نے خبر نلی وہ اطمینان کے ساتھ وہان سے چلدیے جب بنی اسرائیل حضرت موسے کے ساتھ مصر سے نکلے تو اونکی جماعت مین چھ لاکھ بیس ہزار جنگی جوان تھے اس شمار مین بیس برس تک کا لڑکا اور ساٹھ برس سے اوپر کا بوڑھا شامل نہین۔ اور اسوقت سے چار سو برس پہلے جب حضرت یعقوب جنکا نام اسرائیل تھا مصر مین داخل ہوے تھے تو عورت مرد سب ملکر بہتر آدمی تھے

ف اللہ کیطرف سے امتحان کبھی مصیبت مین ہوتا ہے کبھی فراغت مین۔

اس آیت مین اسی قصہ کو اللہ نے یاد دلایا ہے کہ اے یہود و بنی قوم اسحالت کو یاد کرو جب ہم نے تمکو یعنی
تمہارے بزرگون کو قوم فرعون کے ظلمون سے نجات دی اور دریا کو تمہارے لئے جدا کر دیا اور تمین
دریا سے اوتار دیا اور قوم فرعون کو غرق کر دیا اور تم اوسکا سامان دیکھ رہے تھے بعض مفسرین کی
راے یہ بھی ہے کہ حضرت موسے نے دریاے نیل سے عبور کیا تھا۔ واللہ اعلم اصواب وہ بحر قلزم
وہی سمندر ہے جسمین گذر کر ہندوستان والے حج کو جایا کرتے ہین سمندر مثل دریا کے نہین ہوتے
نہین بلکہ اوس کے دونو طرف خشکی ہے اور بیچ مین ندی کی طرح وسع ہے شرقی کنارے پر عدن پھر
ملک یمن پھر عرب پھر ملک شام ہے۔ غربی کنارہ پر ملک حبش اور ملک مصر واقع ہے بنی اسرائیل نے
جب فرعون کے ظلم سے مجبور ہوکر ہجرت کی تو وہ بحر قلزم کو عبور کرکے اوسکے شرقی کنارے سے غربی کنارہ کے
سرحد شام مین اوس موقع پر آگئے جہان کوہ سینا واقع ہے اسیطرح مسلمانون نے بھی ابتداے اسلام کے زمانہ مین
مشرکین مکہ کے ہاتھون سے مجبور ہوکر جب مکہ سے پہلے ہجرت کی تھی تو اونھون نے بھی بحر قلزم کو عبور کرکے
حبشہ اوس کے شرقی کنارہ سے غربی کنارہ پر آئے تھے یعنی عرب سے بحر قلزم کو عبور کرکے
ملک حبش مین پہونچے تھے جہان نجاشی بادشاہ تھا اگرچہ اب بحر قلزم کسی مقام پر اتنا تنگ نہین ہے
بڑائی صرف بارہ تیرہ میل ہوگی مگر حضرت موسیٰ کے عبور کو اسوقت تقریباً تین سو برس ہوگئے تھے
اس مدت مین اوس دریا کی حالت کا انقلاب ہوگیا۔ یہ واقعہ اللہ کی قدرت کا ایک بہت بڑا نشان
حضرت موسیٰ کا ایک بہت بڑا معجزہ تھا اور اسمین خرق عادت کی وجہ سے واقع ہوا اسلئے یہ
ان معجزات کو شامل ہے مثلاً سمندر کے پانی کا جا بجا بہت
اور ہر جگہ پانی کا پہاڑ کیطرح کھڑا ہوجانا دوسرا معجزہ تھا اور بعد عبور بنی اسرائیل کے فرعون کے آنے تک
اسی حالت پر باقی رہنا تیسرا معجزہ تھا۔ اور جب فرعون اور اوس کی فوج کے سب آدمی سمندر مین
جمع ہوگئے اوسوقت دفعتاً اوسکا پانی ملکر ایک ہوجانا چوتھا معجزہ تھا سید احمد خان کسی امر خارق عادت کا

ف سید احمد خان کہتے ہین کہ بحر قلزم کو عبور کرنا بنی اسرائیل کا

آگیا اوسوقت بنی اسرائیل سخت حیران ہوئے اور حضرت موسیٰ سے کہا کہ اے موسیٰ اب ہم کیا تدبیر کرین تمنے
جو وعدے کئے تھے وہ کہان گئے اب اگر بڑھتے ہین تو سمندر مین ڈوبتے ہین اور اگر رکتے ہین تو فرعون کا لشکر
قتل کئے دیتا ہے حضرت موسےٰ نے کہا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے وہ نجات دیگا چنانچہ اللہ کا حکم
ہوا کہ عصا کو پانی مین مارو اسیطرح کیا چنانچہ سمندر کا پانی بہتم کر بارہ جگہ سے جدا جدا ہوگیا اور دریا مین بارہ
راستے پیدا ہوگئے اور اون کے درمیان کا پانی ہر جلہ تل پہاڑ کے ٹہیر گیا بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے
تھے ایک ایک قبیلہ ایک ایک راستے سے اوتر گیا اور اونکو درمیان مین بھی ایسے ہی تبیلے بہ گئے تھے
کہ ایک راستہ چلنے والون کو دوسرے راستے چلنے والے نظر آتے تھے جب بنی اسرائیل سمندر کے پار اوتر گئے تو
فرعون سے اپنے لشکر کے دریا کے کنارہ پر پہونچا اوسوقت تک سمندر مین اوسی طرح راستے بنے ہوئے تھے
جب اوس نے دریا کی یہ حالت دیکھی تو اپنی قوم سے کہا کہ میری ہیبت سے دریا بہت گیا ہے تالہ مین اپنے
بہاگے ہوئے غلامون کو پکڑلون پہر اوس نے اپنی فوجکو دریا مین داخل ہونے کا حکم دیا مگر کسی کو جرات نہوئی
اور ایک روایت یہ ہے کہ اوسکی فوجنے کہا کہ اگر تو رب ہے تو موسیٰ کیطرح دریا سے اوتر جا فرعون ایک
گہوڑے پر سوار تہا۔ اور اوسکی فوج مین کوئی مادہ گہوڑی نہتی۔ اوسوقت جبریل ایک مادہ گہوڑی پر سوار ہوکر
فرعون کے گہوڑے کے سامنے آئے اور اوس گہوڑی کو دریا مین ڈالدیا۔ فرعون کا گہوڑا بھی اوس کے اغتیار
سے باہر ہوکر اوس گہوڑی کے پیچہے دریا مین چلدیا۔ اور اوسکے پیچہے تمام فوجکے گہوڑے چلدئے اوس
فوجکے پیچہے سے میکائیل گہوڑونکو ہانکتے تھے تاکہ کوئی شخص اوس قوم کا باقی نرہجائے سب دریا مین داخل
ہوجائین جب فرعون کی ساری قوم دریا مین داخل ہوگئی اوسوقت دریا کا پانی بہر ایک ہوگیا اور وہ سب
ڈوب گئے اور یہ اوس مقام پر پہونچکر ڈوبے کہ بنی اسرائیل اونکے ڈوبنے کا تماشا اپنی انکہون سے دیکہہ رہے
تہے اوس موقع پر دریا کی چوڑائی اس کنارے سے اوس کنارے تک چار فرسخ تہی یہ تمام قصہ ہمنے
بطور انتخاب کے تفسیر بغوی سے نقل کیا ہے۔ چار فرسخ کی مقدار تقریباً چودہ یا پندرہ میل ہوتے ہین

یہ اعتقاد تمام مسلمانون کا ہے اہم سابقہ کا بھی یہی اعتقاد تہا اور نزول قرآن کے وقت سے آجتک ہر
قرن مین مسلمانون کا یہی اعتقاد رہا یکیفیت بطور جزر و مد دریا کے واقع ہوئی تھی یہ اعتقاد سید احمد خان کا
انسے پہلے آجتک کوئی شخص اسکا قائل نہین ہوا - یہ انکار سید احمد خان کا صرف اسی معجزہ کی نہین
بلکہ وہ تمام انبیا کے سب معجزون کے منکر ہین اگرچہ اون کے قول کے اظہار کے واسطے اتنی ہی بات
کافی تھی کہ سلف سے آجتک جتنے اہل علم گذرے ہین یہ قول انکا سب کے مخالف ہے لیکن چونکہ ہمکو
اس امر کی پروا نہین لہذا ہم کہتے ہین کہ آجتک کبھی نہین سنا گیا کہ جزر و مد کی وجہ سے کوئی سمندر بالکل پانی
اور خشک ہو گیا بیشک پانی گھٹنا بڑہنا ہے مگر ایسا کبھی نہین ہوتا کہ خشک راستہ بیچ اوسی سمندر اب بھی موجود ہے
اور جزر و مد اوس مین آتا ہے مگر کبھی سمندر مین اس کنارے سے اوس کنارے تک خشک راستہ پیدا نہین ہوا
پانی پہاڑ کی طرح ٹہیر جاوے یہ کہین اس قسم کے جزر و مد کا تاریخ مین پتا ہے ۔ سید احمد خان نے معجزہ کی
انکار کرنے کے لئے انگلستان سے یہ بات بنا دی مگر اوسکی کوئی نظیر وہان نہین دے سکتے - دوسرے یہ کہنا
بات تو سید احمد خان خود ہی کہتے ہین کہ جسمقام پر عبور ہوا وہان دریا کا عرض بہت تہوڑا تھا اور جو لوگ فن جیومیٹ
کے محقق ہین اونکا یہ قول ہے کہ بہت چہوٹے عرض کے دریا مین مد و جزر کا پتہ بھی جو اوپر بتایا گیا بالکل نہین آتا
اور جو کچھ آتا ہے تو ایسا خفیف ہوتا ہے کہ پانی کی حالت کا تغیر محسوس نہین ہوتا اسلئے مد و جزر اوسوقت آتا ہے
جب پانی کی سطح پر چاند کی کشش کم و بیش پڑتی ہے جسطرف کشش قوی ہوتی ہے وہانکا پانی اوپر کو اوٹھ جاتا ہے
جسطرف ضعیف ہوتی ہے وہانکا پانی نیچے کو اوتر آتا ہے یہی وجہ جزر و مد کے وقوع کی ہوتی ہے اور جب دریا کا عرض
کم ہوتا ہے تو اوسکی تمام سطح پر چاند کی کشش ایک ہی پڑتی ہے ایسی کم و بیش نہین ہوتی کہ ایک مقام سے
پانی اوٹھ جاوے اور دوسری طرف سے نیچے کو اوتر نے لگے - اسلئے چہوٹے عرض کے دریا مین
جزر و مد متحقق نہین ہوتا - حدائق النجوم مین لکہا ہے اما در بحیرہ ہا و بحرہا اصفاد جزر واقع نمیشود اگر واقع شود
غیر معتد بہی باشد زیرا کہ بجہت صغر اینہا ہرگاہ قمر بر سمت الراس اینہا رسد ہمہ اجزای اینہا علی السویہ

واقع ہونا ممکن ہی نہین سمجھتے اسلئے وہ انبیا کے تمام معجزات کا انکار کرتے ہین اسیطرح اس معجزہ کا بھی انکار کرتے ہین اور اس قصے کو مد و جزر یعنی جوار بھاٹے کی حالت بتاتے ہین - یہ قصہ قرآن مین کئی جگہ کہا ہے - جدا جدا ہر ایک آیت مین جو سید احمد خان نے تاویل بلکہ تحریف کی ہے اوسکا جواب ہم اوہنین آیات کی تفسیر مین لکھین گے اس موقع پر صرف اوس بحث کو لکھتے ہین جو اسی آیت سے تعلق ہے وہ لکھتے ہین کہ معلوم ہوتا ہے کہ اوسوقت بسبب جوار بھاٹے کے جو سمندر مین آتا ہوا ہوگا اوسمقام پر کہین خشک زمین نکل آئی تھی اور کہین پایاب ریجاتی تھی بنی اسرائیل پایاب و خشک راستے سے راتون رات بامن اور نکل گئے یہی مطلب صاف اوس آیت سے پایا جاتا ہے جو سورۂ دخان مین ہے کہ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا جسکا یہ مطلب یہ ہے کہ چھوڑ سمندر کو اسی حالت مین کہ اوترا ہوا ہے صبح ہوتے فرعون نے جو دیکھا کہ بنی اسرائیل پار اوتر گئے اوس نے بھی اونکا تعاقب کیا اور لڑائی کی گاڑیان اور سوار اور پیادے سمندر کے بیچ راستے مین ڈالدیئے اور وہ وقت پانی کے بڑھنے کا تھا لمحہ بلمحہ پانی بڑھتا گیا جیسے کہ اپنی عادت کی موافق بڑھتا ہے اور ڈباؤ ہوگیا تمین فرعون اور اوسکا لشکر ڈوب گیا - **اقول** اگر سید احمد خان یہ سمجھتے ہین کہ سمندر کے پانی کا ٹھیر جانا اور جابجا اوسمین خشک رستے بنجانا ایک ایسا امر ہے جو ہو نہین سکتا تو یہ خدا کی قدرت کا انکار ہے اور اگر اس واقعے کو اسوجہ سے نہین مانتے کہ معمول اور عادت کے خلاف ہے تو یہ وجہ انکار کی ٹھیک نہین اسلئے کہ قادر مختار کو اپنے فعل مین اختیار ہے کہ کبھی کسی مصلحت سے کوئی امر خلاف عادت ظاہر کرے - اب غور کرنے کے قابل یہ بات ہے کہ قرآن سے کیا ثابت ہوتا ہے اس موقع پر تو اللہ نے بنی اسرائیل سے خطاب کرکے بھر فرمایا ہے کہ ہمنے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا اور سورۂ طٰہٰ مین دریا مین خشک راستہ ہوجانے کا ذکر کیا اور سورہ شعرا مین یہ فرمایا کہ ہر جگہ سے پانی تھم کر بڑے پہاڑ کی مانند ہوگیا اب یہ بحث باقی رہی کہ دریا کی یہ کیفیت بالتبع خرق عادت اور اعجاز کے تھی جو اللہ نے اپنی قدرت کی بہت بڑی نشانی بنی اسرائیل پر ظاہر کی اور اوسکو حضرت موسیٰ کا معجزہ بنایا

پانی کا پھٹنا اور جدا ہونا نہین کہتے اور اس قصہ کی نسبت جابجا قرآن مین مذکور ہی کہ پانی پھٹ گیا اور جدا جدا ہو گیا لہذا یہ مدفجر زنہا اور جب ثابت ہو گیا کہ یہ مدو جزر تھا تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ حادثہ بطور خرق عادت کے واقع ہوا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بہت بڑا معجزہ تھا ف صحیحین مین ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے تو آپکو یہ معلوم ہوا کہ یہود عاشورہ کے روزہ رکھا کرتے ہین آپنے اوسکا سبب پوچھا اونہون نے جواب دیا کہ یہ وہ بزرگ دن ہی جسدن اللہ نے موسیٰ اور تمام بنی اسرائیل کو نجات دی اور فرعون کو غرق کیا پس اوس روز حضرت موسیٰ نے شکر کا روزہ رکھا تھا اسی وجہ سی ہم بھی اوسی روز روزہ رکھتے ہین حضرت نے فرمایا کہ بہ نسبت تمہارے ہم موسیٰ کی حق دار زیادہ ہین اوس روز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور مسلمانون کو بھی روزہ کا حکم کیا جسکی سنت آجتک جاری ہے اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ حادثہ عاشورے کے دن واقع ہوا تھا

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ اور جبکہ ہمنے موسے سے چالیس راتون کا پھر بنا لیا تمنے اوسکے پیچھے اور تم ظالم تھے ف واعدنا کے ایک معنی تو یہ ہین کہ ہم نے موسیٰ سے وعدہ کیا یہ معنی تو اس مقام پر بہت صاف اور ٹھیک ہین۔ دوسرے معنی یہ ہین کہ ہم مین اور موسیٰ مین باہم وعدہ ہوا یعنی ہمنے موسیٰ سے وعدہ کیا اور موسیٰ نے ہمسے وعدہ کیا اس معنی کے لحاظ سے زجاج نے یہ کہا ہی کہ اللہ کی طرف سی حکم ہوا اور موسیٰ کیطرف سے قبول ہوا اسلیے جہسے ایسا لفظ فرمایا جسمین دونو طرف سے وعدے کے معنے پائے جاتے ہین۔ اور بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ اللہ کی طرف سی تو رب دینے کا وعدہ ہوا اور موسیٰ کیطرف سے چالیس دن تک اعتکاف کرنیکا وعدہ ہوا ف ابن کثیر اور نافع اور عاصم اور ابن عامر اور حمزہ اور کسائی کی قرارت واعدنا ہے اور ابو عمر اور اہل بصرہ کی قرارت وعدنا ہے۔

ف اصل قصہ یہ ہی کہ غرق فرعون اور نجات بنی اسرائیل کے بعد اللہ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا

میکند و حدہ شمار ارتفاع و استخفاض کہ مبنی بر اختلاف و مختلف تاثیر موثرہ جزای مختلف متاثرہ است صورت
نمی بندد و ہمین حال در آن شعبہ ہاے قصیر العرض بحار کہ اندرون آراضی مکشوفہ در آمدہ اند مانند بحر بالعین
کہ زیر پرو شیہ وعبہ آن است چہ قلت انبساط میاہ ایشان و احاطہ آراضی مکشوفہ از اکثر اطراف ایشان
مانع قبول اثر موثرے کہ زمان سورت تاثیر متقابل است میگردد و انتہی۔ اس تحقیق سے یہ ثابت ہو گیا کہ جہاں
حضرت موسیٰ نے عبور کیا تھا وہاں مدوجزر واقع ہی ہوتا ہوگا۔ تیسرے یہ کہ مدوجزر یا جاذبی کشش
سے واقع ہوتا ہے یا سورج کی کشش سے سو سورج کی کشش سے جو مدوجزر واقع ہوتا ہے وہ نہایت ضعیف
ہوتا ہے اسلئے کہ سورج زمین سے بہت دور ہے پس کشش اوسکی بہت کم پڑتی ہے اور جو مدوجزر چاند کی
کشش سے ہوتا ہے وہ قوی ہوتا ہے اسلئے کہ چاند زمین سے قریب ہے اس سبب سے اثر اوس کی
کشش کا بہت ہوتا ہے چنانچہ سورج کی کشش اور چاند کی کشش مین تمین اور دس کی نسبت ہے حذاق النجوم
مین لکھا ہے۔ چون قطر ارض نسبت ببعد قمر ارض قدر محسوس معتدبہ دارد و نسبت ببعد کہ شمس از ارض دارد
معتدبہ نیست تغیر حادث از اثر جاذبہ شمس در اضلاع مسامت شمس ہم در اضلاع نظیر آن اضعف و اقل است
از تغیر کہ از تاثیر جاذبہ قمر در اضلاع مسامت قمر و نظائر آن حادث شود چنانکہ نسبت اثر جاذبہ قمر باجاذبہ شمس
چون نسبت دہ بسہ یافتہ اند۔ پس اگر یہ قصہ مدوجزر کا نتیجہ مانا جاوے تو ایسا عظیم الشان مدوجزر جسمین
دریا خشک ہو جانا ہے سورج کی کشش سے واقع نہین ہو سکتا چاند کی کشش سے ہونا چاہیئے اور معمول
ہے کہ مدوجزر مین چاند کی کشش کا ظہور نصف شبانہ کے قریب ہوا کرتا ہے اور حضرت موسیٰ کے عبور کا
قصہ دن مین سورج نکلنے کے بعد واقع ہوا چنانچہ سورۂ شعرا مین صاف مذکور ہے کہ قوم فرعون نے بنی اسرائیل کا
تعاقب اوسوقت کیا ہے جب دن کی روشنی ظاہر ہو گئی۔ پس وہ مدوجزر چاند کا بھی نہین ہو سکتا
اور سوا ان دونون صورتون کے اور کوئی صورت مدوجزر کے واقع ہونکی نہین پس معلوم ہوا کہ یہ واقعہ
مدوجزر کا نتیجہ۔ چوتھے یہ کہ مدوجزر مین کہین پانی اوپر کو اوٹھتا ہے کہین نیچے کو جھکتا ہے اور اسکو

مذکور ہے چنانچہ سورہ طہ مین ہے کہ سامری نے کہا کہ مین نے ایک مٹھی خاک پاے رسول سے لے لی تھی۔
بغوی نے عکرمہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ سامری کی سمجھ مین یہ آگیا تھا کہ یہ خاک جس چیز مین ڈالدیجاے اوسکی
حالت کو بدل دیتی ہے۔ جب بنی اسرائیل مصر سے نکلنے والے تھے تو اونھون نے کسی تقریب کا بہانہ
کرکے قوم فرعون سے بہت سا زیور مستعار مانگ لیا تھا جب قوم فرعون غارت ہوگئی تو وہ زیور بنی اسرائیل
کے پاس باقی رہا۔ جب حضرت موسی جدا ہوگئے تو سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یہ زیور تمنے قوم فرعون سے
مستعار لیا تھا غنیمت دار و اسطے حلال نہین فی الحال ایک گڑہا کھود کر اوس زیور کو دفن کردو جب حضرت موسی
علیہ السلام تشریف لاوین گے تو اون سے اس باب مین دریافت کرکے اوسکی موافق عمل کیجیو۔ سدی مفسر کا
یہ قول ہے کہ ہارون علیہ السلام نے یہ حکم کیا تھا کہ حضرت موسی کی واپسی تک اسکو زمین کھود کر ایک جگہ داب دو چنانچہ
سب نے یہی کیا۔ سامری نے اوس سب زیور کو پگھلا کر گلایا اور ایک بچھڑے کا پتلا بنایا اور مرکب جبرئیل کے
پانو تلے کی خاک جو اوسکے پاس موجود تھی وہ اوسنے اوسمین ڈالی جو وہ سونے کا نہایت خوبصورت بچھڑا بنا
اور جو ہوا اوس مین جڑے ہوئے تھے اور اوسمین سے گاے کے ڈکرانے کی سی آواز بھی نکلتی تھی۔ سدی نے
کہا ہے کہ وہ ڈکراتا بھی تھا اور چلتا بھی تھا۔ سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یہ تمہارا اور موسی کا خدا ہے
یہ تو یہین موجود ہے اور موسی پہاڑ پر خدا ہونے گئے ہین۔ حضرت موسی چالیس دن کا وعدہ کرگئے تھے
مگر بنی اسرائیل نے گنتی مین غلطی کی تھی ایک رات دن کو دو دن سمجھا اور جب بیس دن گذرے تو اونھون نے
سمجھ لیا کہ حضرت موسی کا وعدہ پورا ہوچکا۔ بعض روایتون مین یہ بھی ہے کہ حضرت موسی تیس دن کا وعدہ
کرگئے تھے دس دن اونکو اور زیادہ بڑھ گئے۔ غرض جب بنی اسرائیل نے جان لیا کہ حضرت موسی کا وعدہ
پورا ہوچکا اور نہ آئے تو اونھون نے جان لیا کہ شاید حضرت موسی مرگئے اور اس مدت مین اوس عجیب
بچھڑے کا تماشا بھی اونھون نے دیکھا اور وہ سونے کا ڈھلا ہوا خوبصورت بچھڑا جسمین جابجا ہیرے
اور یاقوت جڑے ہوئے تھے اونکی نگاہون مین بہت ہی پیارا معلوم ہوا اور جب اونھون نے یہ کرشمہ بھی دیکھا

چالیس روز تک تنہا بیٹھکر اعتکاف کرین تو ہم کتاب اور شریعت نازل کرینگے یہان چالیس را
ذکر ہے اور سورۂ اعراف مین یون مذکور ہے کہ تیس راتکا وعدہ تھا پھر ہمنے اوسمین دس اور ملاکر
پورا کیا اسکی تعلیق مین بغوی نے لکھا ہے کہ اول وعدہ تیس شب کا تہا اس مدت مین حضرت موسیٰ
برابر روزے رکھے صوم کی آخر روز اونکو بوے دہن نا خوش معلوم ہوئی اوسکی ازالہ کیلیے او نہون
مسواک کی اسلیے اللہ نے دس دن اور بڑہا دیے کیونکہ اللہ کو صائم کی بوے دہن مشک زیادہ پسند ہے اور اوسے
دور کرنا پسند نہ آیا سورہ اعراف مین اللہ نے تیس اور دس کی جدا جدا تفصیل کر دی وریہان مجملاً چالیس
ذکر فرمایا رات کا ذکر اسواسطے کیا کہ قمری مہینہ رات سے شروع ہوتا ہے ف اس چالیس دنمین تیسرا
ذیقعدہ کے تہے اور دس ذی الحجہ کے جب حضرت موسیٰ اس اعتکاف کے واسطے پہاڑ پر تشریف
لیگئے تو چالیس دن مین آنے کا اپنی قوم سے وعدہ کر گئے اور اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام
اپنا نائب کر گئے بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کو لیجانیکے واسطے جبرئیل ایک گھوڑا لائے تہے جہان
اوسکے قدم گذرتے تھے وہانکی زمین سرسبز ہو جاتی تھی۔ اور بعض مفسرین کا یہ قول ہے کہ حضر
جبرئیل جب فرعون کو غرق کرنے کے واسطے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تھے تو اوسکا قدم جہان گذرتا تہا
وہان کی زمین سرسبز ہو جاتی تھی یہ حالت سامری کو نظر پڑگئی اور اُسنے سمجھ لیا کہ اوسکے پانون کی خاک
مین یہ اثر ہے کہ اوس سے بیجان چیز جاندار ہو جاتی ہے اسلیے کچھ اوسکے پانونکے نیچے کی مٹی اور
اوٹھالی تہی ف سامری بنی اسرائیل کے گروہ مین ایک شخص تہا جو زرگری کا کام جانتا تہا سعید
کا قول ہے کہ وہ اصل مین کرمانی تہا اور ابن عباس کا قول ہے کہ اوسکا نام موسیٰ بن ظفر تہا قتادہ کا
ہے کہ وہ قبیلۂ سامرہ سے تہا اسلیے یہ اوسکو سامری کہتے تھے سامرہ بنی اسرائیل مین سے
ایک قبیلہ ہے وہ ظاہر مین مسلمان اور دل مین منافق تہا اور اون لوگون مین سے تہا جو گاے کو پوجتے
تھے۔ یہ امر کہ سامری نے مرکب جبرئیل کے پانو تلے سے خاک کی مٹی اوٹھالی تہی اشارتاً قرآنمین ہے

یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ بیشک امت محمدی تمام امتون مین افضل ہی اسلئے کہ بنی اسرائیل نے اللہ کی قدرت کی اتنی بڑی نشانی اپنی آنکھون سے دیکھی کہ دریا جدا ہوگیا اور اونکے واسطے اوسمین راستہ بن گیا اور جب اون اوسمین داخل ہوا تو غرق ہوگیا - باوجود مشاہدہ اس آیت عظیمہ کے وہ ایسے ضعیف الاعتقاد تھے کہ ساری کی باتون مین دہوکا کھاکر شرک مین مبتلا ہوگئے اور امت محمدیہ کو اگرچہ اس قسم کی نشانیان دیکھنے کا اتفاق نہین ہوا مگر وہ توحید پر قائم ہین ف اگر بنی اسرائیل اس امر کا التزام کرتے کہ امرد ین مین کوئی بات اپنی طرف سے ایجاد نہ کرین اور جو امر حضرت موسی نے تعلیم نہین فرمایا اوسکو اختیار نہ کرین تو اس خرابی مین نہ پڑتے - اور اس سے ہمارے واسطے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ نجات اتباع سنت مین ہی اور دین مین اپنی طرف سے نئی ایجاد کرنا باعث گمراہی ہے - ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ پھر معاف کردیا ہمنے تمکو اسکے بعد کہ شاید تم شکر کرو ف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مین لکھا ہی کہ اس آیت مین معاف کرنے سے مراد یہ ہے کہ فی الفور عذاب نازل نہ کیا اور جمہور مفسرین کی راے یہ ہے کہ بعد قبول توبہ گناہ معاف کیا جسکی تفصیل آیندہ مذکور ہوگی وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ اور یاد کرو جبکہ دی ہمنے موسی کو کتاب اور فرقان تاکہ ہدایت پاؤ تم ف کتاب سے توریت مراد ہی اور فرقان کے معنی ہین وہ چیز جو حق و باطل مین فرق کرے اور اس سے بھی مراد وہی توریت ہی یا احکام شریعت موسوی ف جب چالیس روز تک حضرت موسے اپنی قوم سے جدا رہے تو وہان اللہ نے اونکو وہ تختیان عطا فرمائین جنپر توریت لکھی ہوئی تھی وَاِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ اور یاد کرو جب کہا موسی نے اپنی قوم سے کہ اے میری قوم تمنے ظلم کیا اپنی جانونپر گوسالہ بنانے مین اب رجوع کرو اپنے خالق کی طرف

کہ وہ بولتا بھی ہے اور چلتا بھی ہے تو نہایت حیران رہگئے اور سامری کی باتین اونہون نے سنین جو کہتا تہا کہ تمہارا اور موسیٰ کا خدا یہی ہے۔ ان سب باتون نے اون کو دلون کو فریفتہ کر لیا تہا اور حضرت موسیٰ کے واپس آنے سے بہی وہ مایوس ہو چکے اب وہ سب اوس بچہڑے کی طرف متوجہ ہو گئے اور اوسکی پرستش کرنے لگے۔ بغوی نے لکہا ہے کہ بنی اسرائیل مین سے اسی ہزار آدمی اوسکو پوجنے لگے اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت ہارون اور اون کے ساتہہ بارہ ہزار آدمی ایسے تہے جو اس فتنے سے بچے باقی سب اسی بلا مین مبتلا ہوے بغوی نے لکہا ہے کہ یہی قول اصح ہے۔ حسن بصری کا قول ہے کہ حضرت ہارون کے سوا کل اوسکی پرستش کرنے لگے۔ سرچند حضرت ہارون نے منع کرنہین کوشش کی مگر اونہون نے نہ مانا۔ یہ جو کچہ ہمنے لکہا تفسیر بغوی سے ماخوذ ہے اور تفسیر زاہدی مین لکہا ہے کہ سامری نے بنی اسرائیل سے یہ کہا کہ تمنے جو زیور قوم فرعون کا جمع کیا ہے اسوجہ سے حضرت موسیٰ تمسے آزردہ ہو کر چلے گئے تب بنی اسرائیل نے کہا کہ اب کیا تدبیر کرین سامری نے کہا بہتر یہ ہے کہ اس تمام زیور کو جلا دو اور اس حیلے سے اوسنے وہ تمام زیور (لفظ ناقابل پڑھا) دا دوس سو گو سالہ ڈہالا ف ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل جو اس فتنہ گوسالہ پرستی مین مبتلا ہوے تو اونہون نے اپنے گمان مین موسیٰ سے انحراف نہین کیا تہا بلکہ یہ سمجہا تہا کہ جس خدا کی موسیٰ نے تعلیم کی ہے وہ یہی خدا ہے جو گوسالہ بنکر ظاہر ہوا موسیٰ اسیکو ڈہونڈنے گئے ہین اونکو خبر نہین کہ وہ یہین آموجود ہوا۔ مگر اونکی بہت بڑی نادانی یہ تہی کہ فرعون تو انسان تہا اور ظاہری شان و شوکت بہت کچہ رکہتا تہا جب وہ خدائی کے لائق نہ تہا تو یہ گوسالہ کونکر خدا بن سکتا ہے۔ ف اس قصہ کے ضمن مین اللہ تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بہی ظاہر فرمادیا کہ تم اپنی قوم کی مخالفت پر اتنا رنج کیون کرتے ہو موسیٰ کی قوم نے تو اس سے بہی بڑہکر مخالفت کی تہی کہ گوسالہ پرستی اختیار کر لی تہی اور یہ بہی ظاہر فرمادیا کہ یہود مدینہ جو اپنے بزرگون پر بڑا فخر کرتے ہین اون مین ایسے بیوقوف و نادان لوگ بہی ہیں ف اس قصہ پر غور کرنے سے ایک نتیجہ

اون کے ذمہ یہی مقرر کی گئی تہی کہ اپنے بہائیون اور عزیزون کو اپنے ہاتھہ سے قتل کرین۔ غرضکہ وہ گروہ جنہون نے خود بھی گوسالہ پرستی نہین کی اور گوسالہ پرستون کو اس حرکت سے منع بھی کیا وہ اسمعاملہ سے بالکل جداگانہ قاتل تھے نہ مقتول اسلیئے کہ اونکو توبہ کی حاجت نتہی۔ بغوی نے لکھا ہی کہ قاتلونکا اپنے بیٹون اور باپ اور بھائی اور عزیزون اور دوستون کے قتل کرنے پر باعث نہین ہوا تھا نہا اور محبت مانع ہوتی ہی تو اونہون نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ ہم کیا کرین اسوقت اللہ نے ایسی تاریکی کردی کہ ایک دوسرے کو پہچانتا نتہا صبح سے شام تک یہ قتل جاری رہا جب بیشمار آدمی قتل ہوگئے تو حضرت موسیٰ اور ہارون نے اللہ کے سامنے رو رو کر دعا مانگی کہ اے اللہ سب بنی اسرائیل ہلاک ہوئے جاتے ہین اسوقت اللہ نے وہ تاریکی موقوف کی اور حکم کیا کہ قتل موقوف کردو جب تاریکی زائل ہوئی تو معلوم ہوا کہ ستر ہزار آدمی قتل ہوگئے۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ اوس روز ستر ہزار آدمی قتل ہوئے اور اس امر کا حضرت موسیٰ کو بہت رنج ہوا تو اللہ کیطرف سے یہ وحی آئی کہ اے موسیٰ کیا اس امر پر راضی نہین ہے کہ مین قاتل اور مقتول دونو کو جنت مین داخل کرونگا جو قتل ہوا وہ شہید ہوا اور جو بچ رہا اوسکے گناہ معاف ہوگئے۔ **ف** اس قصہ پر غور کرنے کے بعد اس امت کے مسلمانونکو شکر کرنا چاہیے کہ ہمارے واسطے اللہ نے توبہ کیسی آسان کردی ہے اور بنی اسرائیل کی توبہ کیسی سخت تھی اور اسکا شکر یہی ہے کہ ہم اس آسانی کی فضیلت کو حاصل کرین یعنی فوراً آپ گناہ سے پشیمان ہون اور آیندہ اللہ کی نافرمانیون سے باز رہین اور اگر ہم ایسا نہ کرین تو ہماری کمال ناشکری اور بدنصیبی ہی **ف** بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ مین بنی اسرائیل پر بہت سختی کی گئی لیکن اگر غور کیا جائے تو کچھ بھی سختی نتہی بلکہ نہایت آسانی تھی اسلیئے کہ قتل ہونے کی وجہ سے وہ دوزخ کے عذاب سے بچگئے قتل کی تکلیف ایک دنیاوی تکلیف تھی جو عذاب دوزخ کی سختی کے مقابلے مین کچھ بھی حقیقت نہین رکہتے باینہمہ قتل کی تکلیف بہت تہوڑی دیر کے واسطے ہی اور دوزخ کا عذاب ہمیشہ کے لئے اور متناہی کو غیر متناہی سے کچھ بھی نسبت نہین ہوتی اور چونکہ موت کا وقت اللہ کی طرف سے مقرر ہی۔ پس اگر قتل کئے جاتے تو بھی یہ یقینی بات ہے کہ اوس وقت کے بعد

قتل کرو اپنی جانونکو یہ بہتر ہے تمہارے لئے تمہارے خالق کے نزدیک بیشک وہ توبہ قبول کرنیوالا ہے
اور رحم کرنیوالا ہے ف یہ بیان اس حالت کا ہے کہ جب حضرت موسیٰ چالیس دن کے بعد توریت لیکر
اپنی قوم مین واپس آئے اور اونھون نے اپنی قوم کو گوسالہ پرستی کیحالت مین مبتلا پایا اور حد سے زیادہ غالب
ہوئے اور اپنی بھائی ہارون پر بھی اونھون نے بہت غصہ کیا اونھون نے یہ عذر کیا کہ قوم نے میرا کہنا نہ مانا
آخر بنی اسرائیل کو اس حرکت پر سخت ندامت ہوئی اوسوقت سے موسیٰ نے حکم کیا کہ توبہ کرو قوم نے توبہ کا طریقہ
پوچھا تو اللہ کے حکم کی موجب حضرت موسیٰ نے یہ ارشاد کیا کہ ایک دوسرے کو قتل کرو یہی پسند ہے
اور اسی تدبیر سے اللہ تمہاری توبہ قبول کریگا مولانا شاہ عبدالعزیز نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے کہ بنی اسرائیل
نے اس طریقہ کو قبول کیا اور حضرت موسیٰ نے اون سے یہ عہد لیا کہ جتنے آدمیون نے گوسالہ پرستی کی ہے
وہ سب اپنے گھرون سے اسطرح باہر نکلین کہ تنہا تنہا خود بازرہ اونکے پاس تنہا اور اپنے دروازے پر دونو زانو بیٹھ
بیٹھ جاوین اور اپنی پشت کو اپنی زانو پر باندھین اور سر جھکا کر زانو پر رکھین اور اپنے سر پر تلوارون کے زخم
کھاوین اور اونکی بندش نہ کھولین اور خبیث نگرین اور قاتل کے وار کو ہاتھ یا پاؤن پر نہ روکین جو کوئی اس حکم کے
خلاف کریگا اوسکی توبہ قبول نہوگی۔ ایک روز حضرت موسیٰ نے یہ حکم تمام بنی اسرائیل کو سنایا۔ دوسرے روز
حضرت ہارون اور اونکے ساتھ بارہ ہزار اون آدمیون کو جنھون نے گوسالہ پرستی نہین کی تھی۔ اور حضرت
ہارون کے ساتھ شریک ہوکر اس حرکت سے منع کرتے تھے حضرت موسیٰ نے حکم دیا کہ ننگی تلوارین ہاتھ مین
لیکر گوسالہ پرستونکو قتل کرنا شروع کرو اور بذات خود ایک بلندی پر تشریف لیجا کر حضرت موسیٰ نے باواز بلند
فرمایا کہ اے گروہ بنی اسرائیل تمھارے بھائی ننگی تلوارین لئے ہوئے تمہارے قتل کے لئے آتے ہین
اللہ سے ڈرو اور صبر کرو حسن بصری سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل مین تین گروہ تھے ایک وہ جنھون نے گوسالہ
کی پرستش کی اونکو مقتول ہونیکا حکم ہوا اور یہی اونکی توبہ مقرر ہوئی۔ دوسرے وہ جو خود تو اس حرکت مین شریک
نہ تھے مگر اورون کو مانع بھی نہوئے اونکو قاتل بنایا گیا اور تیسرے منکر جو اوپر واجب تھی اوسکی ترک کی توبہ

پہاڑ سے واپس آئے اور اونہون نے اپنی قوم کو گوسالہ پرستی مین مبتلا پایا اور بہت سی ملامت کی اور بہائی بہی غصہ کیا اور اوس گوسالہ کو جلا کر آگ مین ڈالدیا اور بنی اسرائیل کو اپنی حرکت پر ندامت ہوئی اور اسلام کی فکر ہوئی کہ اللہ سے اپنا قصور معاف کرائین اور اس کام کے واسطے حضرت موسیٰ نے کوہ طور پر جانیکا قصد کیا تو بنی اسرائیل نے کہا کہ اس باب مین جو اللہ کا حکم ہوگا اوسپر ہم صرف تمہارا بیان کافی نہ سمجھینگے بلکہ ہمارے آدمی بہی تمہارے ساتہہ ہون اور وہ بہی اللہ کے کلام کو سنین چنانچہ بنی اسرائیل مین سے ستر آدمی منتخب کئے گئے جو حضرت موسے کے ساتہہ ہوئے جب حضرت موسے نے کوہ طور پر جاکر دعا مانگی تو ایک بادل کا ٹکڑا آسمان سے اترا اوسکی تاریکی مین حضرت موسیٰ چہپ گئے اور اللہ کے ساتہہ حضرت موسیٰ کی بات چیت شروع ہوئی - اوسوقت حضرت موسیٰ کے منہ پر ایک ایسا نور چمکنے لگا کہ کسیکو اونکی طرف دیکہنے کی تاب نتہی اون سب لوگون نے اوس سب گفتگو اور اللہ کے امر و نہی کو سنا جب کلام ختم ہوا اور وہ تاریکی برطرف ہوئی - اون لوگون نے کہا کہ جبتک ہم اللہ کو اپنی آنکہون سے نہ دیکہہ لینگے اوسوقت تک تمہاری بات نہ مانینگے اس گستاخی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب بجلی کے صدمے سے مرگئے اوسوقت حضرت موسیٰ نے آسمان کیطرف ہاتہہ اوٹہاکر دعا مانگی کہ یہ لوگ اسواسطے ساتہہ گئے تہے کہ بنی اسرائیل کی توبہ قبول کرانے کے گواہ بنین - یہ سب ہلاک ہوگئے اب مین انہین کہا جاؤنگا تو وہ سب میری طرف بدگمانی کرینگے بہت دیرتک حضرت موسیٰ یہی دعا مانگتے رہے آخر اللہ نے اونکی دعا قبول کی اور وہ پہر زندہ ہوگئے اور گوسالہ پرستون کی توبہ کی نسبت یہ حکم ہوا کہ جبتک وہ قتل نہون گے توبہ قبول نہوگی دوسرا قول سدی کا ہے وہ کہتے ہین کہ یہ واقعہ قصہ قتل کے بعد کا ہے یعنی جب بنی اسرائیل گوسالہ پرستی کی سزا مین قتل ہوچکے تو اللہ کا یہ حکم ہوا کہ موسیٰ چند آدمیون کو ساتہہ لیکر کوہ طور پر آوین اور باقیماندون کی خطا اللہ سو معاف کرائین چنانچہ حضرت موسیٰ ستر آدمیونکو ساتہہ لیکر کوہ طور پر گئے جب وہان پہونچے ان ساتہیون نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ ہم تمپر ایمان نہ لاوینگے جبتک اللہ کو علانیہ اپنی آنکہون سے

زندہ نہین رہ سکتے تھے خصوصاً جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ وہ سب جنت مین داخل ہوئے تو اس قصہ کو دیکھکر
ہر شخص کے دل مین یہ حسرت پیدا ہوتی ہے کہ کاش ہم بھی اسی گروہ مین ہوتے - کیا اچھی موت تھی کہ اونکے
گناہ بخشوانے کیلیے صابر لوگ تھے جو اللہ کے واسطے جان دیتے تھے اور قتل ہونیکے واسطے سر جھکائے
بیٹھے تھے تلوارون کے زخم کھاتے تھے اور ہاتھ پانو نہ ہلاتے تھے اور اونکی اس جان نثاری کا صلہ کیا پورا
پورا ملا کہ اللہ کے عذاب سے نجات پائی اور ہمیشہ کے لئے جنت مین داخل ہوئے: ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

ف سید احمد خان نے لکھا ہے کہ اس آیت سے فی الواقع قتل کا حکم ثابت نہین ہوتا بلکہ بطور ملامت کے
کہا تھا کہ اپنی جانونکو ہلاک کردو جیسے کسی سے کہین کہ ڈوب مرو مگر یہ قول کئی وجہ سے غلط ہے **اول**
یہ کہ فاقتلوا نفسکم کے حقیقی معنے قتل کے ہین اور بلا وجہ حقیقی معنی نہین چھوڑے جاتے اور یہان کوئی قرینہ
حقیقی معنی کے چھوڑنیکا موجود نہین **دوسرے** یہ کہ یہ محاورہ کلام عرب مین معنی ملامت مستعمل نہین -
تیسرے یہ کہ ملامت کا موقع توبہ کے حکم سے پہلے ہوتا ہے نہ اوسکے بعد اور ملامت کا مضمون ظلمتم
مین ادا ہوگیا اوسکے بعد توبہ کا حکم ہوا پھر اب ملامت کا کیا موقع رہا **چوتھے** یہ کہ توبہ کے حکم کے بعد
جو فاقتلو پر حرف فا مذکور ہوا وہ قرینہ اس امر کا ہے کہ یہ فعل اسی توبہ کا بیان ہے **پانچوین** یہ کہ اوسکے بعد
جو فرمایا کہ یہی بہتر ہے تمہارے لئے اللہ کے نزدیک اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ملامت مقصود نہین
بلکہ اس جملہ سے وہ مطلب بیان کرنا مقصود تھا جو اون کے حق مین اللہ کے نزدیک بہتر تھا **چھٹے**
یہ کہ اس تفسیر مین سلف سے منقول یہی ہے کہ قتل کا حکم تھا **وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ**
لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ
اور جسوقت کہا تمنے اے موسیٰ نہین تصدیق کرینگے ہم تیرے لئے جبتک کہ نہ دیکھ لین ہم کے اللہ کو ظاہر
تو پکڑ لیا تمکو بجلی نے اور تم دیکھ رہے تھے **ف** اس آیت کی تفسیر مین جو سلف کے اقوال کی طرف
رجوع کیا جاتا ہے تو دو قول ملتے ہین **ایک** قول محمد بن اسحاق کا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب حضرت کلیم

نی کو بیوجہ کیون چھوڑا جاے **ف** شیعہ اور معتزلہ اس آیت سے یہ ثابت کرتے ہین کہ بنی اسرائیل
ے دیکھنے کا سوال کیا تھا سو جسے اوپر عذاب نازل ہوا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی خدا کو
سکتا۔ سید احمد خان نے بھی یہی لکھا ہے کہ نہ خدا اپنے تئین کسیکو دیکھا سکتا ہے اور نہ کوئی
سکتا ہے **اہل سنت** کا عقیدہ ہو کہ بعض انبیا نے دنیا مین ہی خدا کا دیدار دیکھا ہی اور
کے دن سب مومنین دیکھین گے اس آیت مین جو بنی اسرائیل پر عذاب کا ذکر ہو وہ اسوجہ سے
دنھون نے کہا تھا کہ ہم بغیر خدا کے دیکھے تمہاری بات کو نہ مانین گے اور ایمان نہ لاوین گے جو بڑی
بے ادبی اور گستاخی تھی۔ اور صرف خدا کے دیکھنے کا سوال تو خود حضرت موسیٰ نے بھی کیا ہے
مون سورہ اعراف مین مذکور ہے اور ظاہر ہے کہ اگر غیر ممکن بات ہوتی تو حضرت موسیٰ کبھی اوسکا
تے سید احمد خان نے لکھا ہے کہ غلبہ شوق مین انکو یہ خیال نہ رہا مگر یہ تاویل نہایت بعید ہی
یغمبر ضروریات دین کو کسی حالت مین بھی بھولنے علاوہ اسکے صریح الفاظ قرآن اور احادیث
ابت ہے کہ قیامت کے دن خدا کو دیکھین گے **وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا**
مُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا
نْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ اور چھایا ہم نے تمپر بادل اور اتارا ہمنے تمپر
وی کھاؤ ستھری چیزون سے جو رزق دیا ہمنے تمکو اور نہین ظلم کیا اونھون نے ہمپر اور لیکن
ی جانون پر ظلم کرتے تھے **ف** بنی اسرائیل میدان تیہ مین دھوپ کی شدت سے بیتاب تھی
نے اوپر سایہ کرنے کے لئے بادل بھیجدیا اون کے کھانے کا وہان کچھ سامان نہ تھا تو اون کی
سلوی اوتارا **ف** بغوی نے لکھا ہے کہ وہ بادل معمولی بادل سے زیادہ رقیق اور
ب تھا اور وہی اندھیری رات مین روشنی دیتا تھا **ف** بغوی نے لکھا ہے کہ اکثر مفسرین کا
ہے کہ منّ سے مراد ترنجبین ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ وہ ایک چیز موم کی قسم ہی جو درختون پر

وہان کی تفسیر

وہان کی تفسیر

نہ دیکھ لیں اس گستاخی کی سزا میں اونپر بجلی ٹوٹی اور سب ہلاک ہو گئے پھر حضرت موسیٰ کی دعا اور تضرع سے اللہ نے اونکو دوبارہ زندہ کر دیا ان دونوں قولوں میں سدی کا قول زیادہ اعتبار کے لائق ہے اسلئے کہ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صحبت والوں میں ہیں اور حضرت انس وغیرہ صحابہ سے بھی اونکی ملاقات ہوئی ہے اور تفسیر میں جو اون سے اقوال ہوتے ہیں وہ اکثر عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ماخوذ ہوتے ہیں اسی وجہ سے بغوی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور پہلے قول کا جو محمد ابن اسحاق سے منقول ہے ذکر بھی نہیں کیا یہ قصہ مفصل سورۂ اعراف میں منقول ہے اور بعض مفسرین کا قول یہ بھی ہے کہ یہ قصہ گوسالہ پرستی سے بھی پہلے واقع ہوا تھا اونکی دلیل یہ ہے کہ سورۂ نساء میں اس قصہ کے بعد گوسالہ بنانیکا ذکر ہے اور وہاں ثُمَّ کا لفظ مذکور ہے جسکے اصلی معنی ترتیب کے ہیں مگر جمہور نے اس قول کو ضعیف کہا ہے اور سورۂ نساء کی آیت میں ثم سے ترتیب زمانی مراد نہیں لی فَ صاعقہ کا ترجمہ ہم نے بجلی کیا ہے اور اکثر مفسرین کا قول یہی ہے کہ آسمان سے بجلی گری اوس کے صدمے سے وہ ہلاک ہو گئے اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں صاعقہ سے مراد موت ہے چنانچہ حسن بصری اور قتادہ کا یہی ہے اور مآل دونوں کا ایک ہے اسلئے کہ نتیجہ یہی ہے کہ وہ ہلاک ہو گئے اون کا مر جانے اور پھر زندہ ہو جانے کو آئندہ اللہ نے بالتصریح بیان فرمایا ہے ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ پھر اوٹھایا ہم نے تمکو بعد مرنے تمہارے کے کہ شاید شکر کرو تم

فَ یہ بیان اوسحالت کا ہے جب وہ حضرت موسیٰ کی دعا سے مرنے کے بعد پھر زندہ ہو گئے فَ

سید احمد خان نے لکھا ہے کہ یہاں موت سے مر جانا مراد نہیں بلکہ بیہوش ہو جانا یا اسی حالت ہو جانا مراد ہے یہ انکا رد انہوں نے اسوجہ سے کیا ہے کہ وہ کسی کا مر کر پھر اوٹھنا غیر ممکن سمجھتے ہیں مگر جب موت کا لفظ صریح قرآن میں موجود ہے جسکے اصلی معنی مر جانے کے ہیں اور اسکی تفسیر سلف سے منقول ہے وہ یہی ہے کہ وہ فی الواقع مر گئے تھے اور اللہ بیشک ہر قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کر دے

اور جب کہا تمنے داخل ہوجاؤ اس بستی مین کھاؤ اوس مین سے جہان سے چاہو فراغت کے ساتھہ اور داخل
ہو دروازے مین سجدہ کرتے ہوئے اور کہو معافی چاہتے ہین ہم بخشدین گے ہم تمہاری خطائین اور زیادتی
کرینگے نیکی کرنیوالون کے لئے **ف** صرف اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو کسی بستی مین داخل ہونیکا
حکم ہوا تہا اور یہ اجازت ملی تہی کہ وہان ہر چیز فراغت سے کہاؤ اور یہ بھی حکم ہوا تہا کہ اوسکے دروازہ مین سجدہ
کرتے ہوئے داخل ہو اور گناہونکی معافی چاہو **ف** اس آیت کا مطلب سمجہنے کے لئے اول بنی اسرائیل کا قصہ
معلوم کرلینا چاہئے کہ جب گوسالہ پرستی کا معاملہ طے ہوچکا اور جو لوگ قتل سے بچ رہے تہے اونکی خطا
معاف ہوگئی تو اونکے واسطے یہ حکم ہوا کہ سرکشون کی ایک بستی پر جہاد کرین اس باب مین مفسرین کا اختلاف ہے
کہ وہ کونسی بستی تہی ابن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ اوسکا نام اریحا تہا اوسکے رہنے والے ظالم قوم عاد کے بقیہ تہے
اونکو عمالقہ کہتے ہے اونکا سردار عوج بن عنق تہا۔ مجاہد کا قول ہے کہ وہ بیت المقدس تہا بعض مفسرین نے
اور نام لکہے ہین۔ مگر حضرت موسیٰ کے زمانے مین بیت المقدس کا وجود ہی نہتہا۔ تفسیر کبیر مین لکہا ہے
کہ اریحا بستی بیت المقدس کے قریب تہی۔ علی ہذا القیاس مفسرین نے جو اور نام لئے ہین وہ بستیان ہی
اوس زمانہ مین اوس موقع کے قریب واقع نہین جہان اب بیت المقدس ہے ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ اونہین بستیون کے آبادیون سے بیت المقدس آباد ہوا پس مراد مفسرین کی وہی ملک ہے کسی نے اوسکو بیت المقدس
کہا کسی نے اریحا کسی نے اور کسی بستی کا نام لے دیا۔ شاید اریحا اون سب مین بڑی بستی ہوگی اوسمین داخل ہونیکا
حکم ہوا تہا۔ سورۂ مائدہ مین اللہ نے یون فرمایا ہے کہ موسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اللہ کا یہ حکم ہے کہ تم
زمین مقدس مین داخل ہو اور وہان کے لوگون کے خوف سے پیٹہ نہ پہیرو اسکے جواب مین بنی اسرائیل نے
کہا کہ اس بستی مین سرکش لوگ رہتے ہین جب تک وہان سے نہ نکل جائینگے ہم نہ داخل ہونگے اصحاب سے بعض مین
دو شخص (کالب اور یوشع) جنکے دل مین اللہ کا خوف تہا وہ اس قول مین حضرت موسیٰ کے ساتھہ شریک ہوئے اور
اونہون نے بہی قوم کو بہت فہمایش کی مگر اونہون نے یہی جواب دیا کہ اے موسے ہم اوس بستی مین ہرگز نہ داخل ہونگے

جم جایا کرتی تھی اور اسکا مزہ مثل شہد کے ہوتا تھا۔ یہ من رات بھر برف کی طرح گرتا تھا صبح کو اسقدر جمع ہو جاتا کہ روزمرہ ہر شخص کے حصہ مین ایک صاع یعنی تین سیر آتا تھا **ف** سلوی سے مراد پرندہ جانور ہین جو چڑیون کی قسم سے ہوتے تھے۔ مولوی شاہ عبدالعزیز نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے کہ شام کے وقت جنوبی ہوا ایسی چلتی تھی کہ اوسکے صدمے سے وہ جانور غول کے غول سمندر کی کھاڑی سے اوڑکر بنی اسرائیل کے لشکر مین آجاتے تھے اور وہ نہایت آسانی سے اونکو پکڑ لیتے تھے **ف** بغوی وغیرہ مین لکھا ہے کہ یہ دو نو چیزین شنبہ کے دن کے سوا ہر روز بنی اسرائیل کو میسر آتی تھین اور جمعہ کے دن اوردنون سے دونی نازل ہوتی تھین حضرت موسیٰ کا حکم تھا کہ شنبہ کے دن ہر شخص اپنا دو دن کا سامان جمع کرلے شنبہ کے صرف کو بھی کافی ہو اسکے علاوہ اور کسی دن حاجت سے زیادہ نہ لے مگر بنی اسرائیل اللہ کے اس وعدے پر پورا بھروسا نہین کرتے تھے اور اس حکم کے خلاف ہر روز بہت سا ذخیرہ جمع کر لیتے تھے یہ اونکی نافرمانی اللہ کو پسند نہین اسی وجہ سے فرمایا کہ وہ ہم پر ظلم نہین کرتے تھے بلکہ اپنی جانون پر ظلم کرتے تھے قتادہ کا قول ہے کہ بنی اسرائیل باوجود ممانعت کے اون جانوردن کے گوشت کا ذخیرہ کرتے تھے اوسیوقت سے گوشت کا سڑنا شروع ہوا اس مضمون کی تصدیق حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے چنانچہ صحیحین مین ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت نہ سڑا کرتا اور اگر حوا نہ ہوتی تو کوئی عورت اپنے شوہر کی خیانت نہ کرتی تفسیر جلالین مین لکھا ہے کہ جب اونہون نے خلاف حکم حاجت سے زائد جمع کرنا شروع کیا تو من وسلوی کا نزول موقوف ہو گیا **ف** مفسرین کا قول یہ ہے کہ ظلم سے مراد صرف حاجت سے زائد ذخیرہ کرنا ہی نہین بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ان نعمتون کا شکر ادا نہین کرتے تھے اور ہر قسم کی نافرمانی کرتے تھے **وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ**

اپنی تفسیر مین لکھا ہے کہ کسی مؤرخ اور مفسر نے یہ تصریح نہین کی کہ حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل مصر سے نکلنے
کے بعد پھر وہان آئے ہون بلکہ پھر وہ شام مین ہی رہے اور کوہ طور بھی ملک شام مین ہی واقع ہے
ابن جریر نے یہ لکھا ہے کہ اللہ نے مصر کی زمین کا اونکو وارث کیا مگر وہان آنا اونکو نصیب نہوا اور مسکن اونکا
اللہ نے ملک شام ہی مقرر کیا مگر صاحب کشاف اور بیضاوی نے لکھا ہے کہ ہلاک فرعون کے بعد بنی اسرائیل
پھر مصر مین داخل ہوئے تھے محققین اس قول کو صحیح نہین سمجھتے واللہ اعلم بالصواب **فَبَدَّلَ الَّذِينَ**
ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ پس بدلدیا ان ہون نے جنہون نے ظلم کیا
قول غیر اوسکا جو کہا گیا تھا اونسے **ف** مراد یہ ہے کہ اونہون نے نافرمانی کی اور توبہ اور استغفار
کی عوض اپنی نفسانی خواہشون اور دنیاوی غرضین پیش کین - ظاہر اس طرز بیان سے معلوم ہوتا ہے
کہ وہ لوگ اوس بستی مین داخل ہوئے مگر توبہ اور استغفار کا جو اونکو حکم ہوا تھا وہ ادا نکیا بلکہ ایسی باتین کین جو اللہ کو
ناپسند ہوئین پس اگر وہ بستی اریحا سے تو حضرت یوشع کے زمانہ کا بیان ہوگا اور سجدہ فتح بنی اسرائیل اریحا مین داخل
ہوتے تھے اور اگر کوئی اور بستی مراد ہوگی تو شاید حضرت موسیٰ کے زمانے کا واقعہ ہو واللہ اعلم بالصواب
ف یہ جو اللہ نے فرمایا کہ جنہون نے ظلم کیا اونہون نے قول بدلا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام جماعت
بنی اسرائیل نے یہ نافرمانی نہین کی تھی بلکہ بعض نے کی تھی - صحیحین مین ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ وہ
سرین کے بل گھسٹتے ہوئے چلتے تھے اور حبۃ فی شعرۃ کہتے تھے جسکا لفظی ترجمہ جو مین گیہون ہین -
یہ حرکتین اونکی مقتضای سفاہت بطور استہزا اور تمسخر کی تھین **فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا**
رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۵ پس اوتارا ہمنے اوپر جنہون نے
ظلم کیا تھا عذاب آسمان سے بسبب اوسکے کہ وہ اطاعت سے باہر ہوئے تھے **ف** یہ عذاب صرف
اونہین لوگون پر نازل ہوا تھا جنہون نے نافرمانی کی تھی - بغوی مین لکھا ہے کہ اللہ نے ایسی وبا بھیجی کہ ایک ساعت
مین ستر ہزار مر گئے **وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب**

ہونگے جب تک سرکش لوگ وہان سے نکل نہ جائین گے ہم تو تمہارا خدا دونو وہان جاکر لڑو ہم تو یہین بیٹھے ہین اور حضرت موسیٰ نے اللہ سے عرض کیا کہ میری حکومت صرف اپنی جان پر اور اپنے بھائی پر ہے تو ہمکو اس نافرمان قوم سے جدا کردے اوسوقت اللہ نے یہ خبر دی کہ یہ اوس زمین مین اب چالیس برس تک داخل نہو سکینگے اور زمین مین بھٹکے پھرین گے - یہ ترجمہ بعینہ سورہ مائدہ کی آیت کا ہے - ان دونو آیتونمین اوسی بستی مین جانیکا حکم ہے جسکو مفسرین ارجا بیت المقدس وغیرہ لکھتے ہین حضرت موسیٰ کے زمانی مین بنی اسرائیل نے اس ارشاد کی تعمیل نہ کی اور اسکی سزا مین چالیس برس تیہ کے جنگل مین بھٹکے پھرے اور وہین ابر کا سایہ مقرر ہوا اور من وسلویٰ نازل ہوا اور وہین حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کا انتقال ہوا حضرت ہارون کے انتقال کے بعد حضرت یوشع نے بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر اوس ملک کو فتح کیا - جو مضمون یہان مذکور ہے یہی مضمون بعینہ سورہ اعراف مین بھی ہے (سجدا) کی تفسیر مین وہب بن منبہ کا قول یہ ہے کہ جب تم اوس بستی مین داخل ہو تو شکر کا سجدہ بجالاؤ - مطلب یہ ہے کہ اللہ کا شکر کرتے ہوئے داخل ہو (حطۃ) کے معنے لغت مین دور کرنیکے ہین مفسرین نے یہان یہ مراد لی ہے کہ یون کہو کہ اے اللہ ہمارے گناہ دور کر یعنی معاف کر مراد یہ ہے کہ توبہ کرو اور مغفرت طلب کرو - اس حکم کے ماننے والونسے اللہ نے یہ وعدہ فرمایا کہ ہم گناہ معاف کرینگے اور اچھے کام کرنے والونکے لئے اور زیادتی کرینگے - تفسیر کبیر مین ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ اس آیت مین قریہ سے مراد وہی مصر ہے جہان سے بنی اسرائیل نکلے تھے یعنی اب پھر اونکو یہ حکم ہوا کہ مصر کو واپس ہو اور فراغت سے وہان کہاؤ پیو اور اللہ کا شکر بجالاؤ اور گنا ہون سے توبہ کرو **ف** اس باب مین مفسرین کا اختلاف ہے کہ بنی اسرائیل پھر مصر کو واپس آئے یا نہین - تاریخ کی کتابون مین لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ پھر واپس نہین گئے مگر اونہون نے حضرت یوشع کو چالیس ہزار آدمیون کے ساتھ مصر مین بھیجا تھا اونہون نے تمام خزانہ اور جمال لیجانے کے لائق تھا وہ حضرت موسے کے پاس بھیجدیا اور قبطیون مین سے ایک شخص کو بانقباندون پر حاکم بناکر پھر واپس آگئے - اگر یہ واقعہ آمد و رفت ہوئی تھی تو کشتی کے ذریعے سے ہوئی ہوگی - ابن عقیل نے

جو حضرت موسیٰ کے کپڑے لیکر بھاگا تھا۔ عطا کا قول یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ کی ہر ضرب پر اوسمین سے
ایک چشمہ جاری ہوجاتا تھا بارہ ضربون مین بارہ چشمے جاری ہوجاتے تھے۔ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب
نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے کہ بنی اسرائیل نے اون چشمونکا پانی جمع ہونے کے واسطے بارہ حوض کھود لیے
تھے ہر حوض مین ایک چشمے کا پانی جمع ہوتا تھا اور ایک قبیلے سے مختص تھا۔ یہ مقام آجتک عیون موسیٰ کے نام سے
مشہور ہے اور وہان اب کنوے بنے ہوئے ہین اور زیارتگاہ عوام ہے۔ ایک چھوٹے پتھر مین عصا مارتے ہی بارہ چشمے
پانی کے جاری ہوجاتا اور بنی اسرائیل کے بارہ قبیلونکا اوس سے سیراب ہوجانا اللہ کی قدرت کی ایک بہت
بڑی نشانی اور حضرت موسیٰ کا ایک بہت بڑا معجزہ تھا۔ پانی جاری ہوجانیکا معجزہ ہمارے نبی محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بھی جاری ہوا ہے چنانچہ صحیحین مین حضرت انس اور جابر اور ابن مسعود سے
روایت ہے کہ ایک مرتبہ عصر کی نماز کا وقت تھا اور پانی نہین ملتا تھا صرف ایک شخص کے وضو کے لائق پانی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کیا گیا آپنے برتن مین ہاتھ رکھدیا اور صحابہ کو حکم کیا کہ اوس برتن سے
وضو شروع کرین انس کہتے ہین کہ مین نے دیکھا کہ حضرت کی انگلیون مین سے پانی جاری ہوگیا اور اول سے
آخر تک کل آدمیون نے وضو کرلیا راوی سے پوچھا کہ سب کتنے آدمی تھے تو انس نے کہا کہ تین سو آدمی تھے
اور ابن شاہین نے انس سے روایت کی ہے کہ مین غزوہ تبوک مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
تھا ایک مقام پر تمام صحابہ نے حضرت سے عرض کیا کہ ہمارے تمام جانور پیاس کے مارے مرے جاتے
ہین حضرت نے فرمایا کہ اگر کچھ پانی بچا ہوا ہو تو لاؤ ایک شخص مشک مین ذرا سا پانی لایا حضرت نے اوسکو
ایک کاسے مین لوٹ لیا حضرت نے اپنا ہاتھ اوسمین رکھا تو اوسمین سے پانی کے چشمے جاری ہوگئے آدمیون نے
اور جانورون نے پانی پی لیا اور آیندہ کے واسطے جمع کرلیا جب سب کی حاجتین پوری ہوگئین تو حضرت نے
اپنا ہاتھ اوٹھا لیا اوسیوقت سے وہ پانی بند ہوگیا اور اسی قسم کا معجزہ غزوہ حدیبیہ مین واقع ہوا انہا ان
سب کے علاوہ اور بھی بہت مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے پانی جاری ہوگیا ہے۔ نکتہ یہ ہے

ف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی انگلیون سے پانی جاری ہوا۔

بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ اور جبکہ پانی مانگا موسے نے اپنی قوم کے لئے تو ہم نے کہا کہ مار اپنا عصا پتھر پر تو پھوٹ نکلے اوس مین سے بارہ چشمے بیشک جان لیا سب آدمیون نے گھاٹ اپنا کھاؤ اور پیو اللہ کے رزق مین سے اور نہ سرکشی کرو زمین مین فساد مچاتے ہوئے **ف** یہ اوسوقت کا قصہ ہے جب بیابان تیہ مین بنی اسرائیل کو پانی میسر نہ آیا اوسوقت حضرت موسے نے اللہ سے پانی ملنے کی دعا مانگی تو اللہ کا حکم ہوا کہ اپنا عصا پتھر مین مارو عصا مارتے ہی فوراً بارہ سوت پانی کے پتھر مین سے پھوٹ نکلے اور چونکہ بنی اسرائیل کے کل بارہ قبیلے تھے ہر ایک کے پانی پینے کے واسطے جدا جدا ایک گھاٹ مقرر ہوگیا تب اللہ نے فرمایا کہ جو رزق خدا کیطرف سے ملا ہے اوسکو کھاؤ اور پیو اور فساد نہ مچاؤ یعنی من وسلویٰ کھانے کے لئے ہے اور اون بارہ چشمون کا پانی پینے کے لئے یہ دونو رزق خدا داد ہین اِن کو کھا پی کر اللہ کا شکر ادا کرو۔

ف عصا کا موسیٰ کا پاس ہونا

ف بغوی وغیرہ تمام مفسرین لکھتے ہین کہ یہ عصا حضرت آدم جنت سے اپنے ساتھ لائے تھے اور اوسوقت سے انبیا مین بطور میراث کے چلا آتا تھا اسیطرح حضرت شعیب علیہ السلام تک پہونچا اونہون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا اوسمین دو شاخین تھین جو تاریکی مین روشن ہوجاتی تھین طول اوسکا دس ہاتھ تھا اور اسی قدر طول حضرت موسے کے قد کا تھا اور اوسکا نام علیق تھا۔ جس پتھر سے چشمے جاری ہوئے تھے اوسمین اختلاف ہے وہب بن منبہ کا قول یہ ہے کہ وہ کوئی خاص پتھر معین نہ تھا بلکہ حضرت موسے جس پتھر مین عصا مارتے تھے اوس مین سے پانی جاری ہوجاتا تھا اور ابن عباس کا قول یہ ہے کہ وہ ایک مربع پتھر آدمی کے سر کے برابر تھا حضرت موسے اوسکو اپنے توبڑے مین رکھتے تھے اور حاجت کے وقت اوسمین عصا مارتے تھے تو پانی جاری ہوجاتا تھا۔ عطا کا قول یہ ہے کہ اوس پتھر کے چار رخ تھے ہر رخ سے تین چشمے جاری ہوجاتے تھے۔ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ وہی پتھر تھا

ف اوس پتھر کا بیان جسمین سے بارہ چشمے جاری ہوئے تھے

ان چیزون کی خواہش ظاہر کی اس کے جواب مین حضرت موسیٰ نے کہا کہ من وسلوی جو عمدہ چیز ہے
ان ادنیٰ چیزون سے کیون بدلتے ہو اگرچہ بنی اسرائیل کا یہ سوال بی گناہ شرعی نتہا مگر حضرت موسے
نے تنبیہ اسواسطے کی کہ اعلیٰ چیز کو ادنے سے بدلنا کم ہمتی کی نشانی ہے اِهْبِطُوا مِصْرًا
فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ط اترو کسی شہر مین وہان تم کو ملے گا جو مانگتے ہو تم ف
یہان مصر سے مصر فرعون مراد نہین جہان سے بنی اسرائیل نکلے تہے بلکہ مراد یہ ہے کہ کسی بستی مین اترپڑو
حاصل حضرت موسی کے جواب کا یہ ہے کہ یہ چیزین جنگل مین نہین ملتین جب کسی بستی مین پہونچوگے تو وہان
ملین گی ۔ بنی اسرائیل کی غرض یہ تہی کہ جسطرح من وسلوی بغیر مشقت کے ملجاتا ہے اسیطرح اس
بستی مین یہ چیزین بھی بغیر کسی مشقت کے مل جایا کرین مگر حضرت موسیٰ نے اس سوال کو ادنکی کم ہمتی کی
نشانی سمجھکر اوسکی دعا نہ مانگی مگر ان چیزون کے حاصل کرنیکی اونکو یہ تدبیر بتادی کہ کسی شہر مین اترپڑو
من وسلوی کو اشرف اسواسطے کہا کہ وہ دنیا مین بغیر مشقت ملتا تھا اور آخرت مین اوسکا حساب نہا
اور جو چیزین بنی اسرائیل نے طلب کین وہ دنیا مین مشقت سے حاصل ہوتی ہین اور آخرت مین اونکا
حساب ہوتا ہے کہ بطور جائز حاصل کین یا بطریق ناجائز وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ
وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط اور ڈالی گئی اونپر ذلت اور
مسکینی اور سزاوار ہوئے وہ غضب الہی کے یہ اسلئے کہ وہ انکار کرتے تہے اللہ کی آیتون کا اور قتل کرتے
تہے انبیا کو ناحق وہ آیتون سے مراد یا تو اللہ کی قدرت کی نشانیان ہین جو بطور معجزات کے
انبیا کے ہاتہون پر ظاہر ہوتی تہین یا توریت وانجیل کی آیتین مراد ہین ف یہودیون نے بہت سے
انبیا کو قتل کیا ہے منجملہ اونکے حضرت زکریا اور یحیی بھی ہین حضرت عیسے کو بھی اونہون نے اپنے گمان مین
قتل کیا تہا مگر درحقیقت اللہ نے اونکو آسمان کیطرف اوٹہالیا ۔ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا

حضرت موسے کے واسطے پانی جاری ہوجاتا نہین عصا کو کوئی دخل تہا عصا مارنیکا حکم صرف اسواسطے ہوا کہ کسیکو یہ گمان نہو کہ حضرت موسیٰ کچھ اختیار مستقل پانی جاری کردینیکا رکہتے ہین اسلئے اللہ نے یہ حکم کیا کہ جب پانی مطلوب ہو تو عصا پتہر مین مارو اوس کے بعد اللہ اپنی قدرت سے پانی جاری کردیگا۔

سید احمد خان چونکہ معجزات اور امور خارق عادت کے وقوع کے منکر ہین اسلئے وہ اس آیت کے معنی یون کہتے ہین کہ (چل اس لاٹھی کے سہارے سے اوس چٹان پر اوس سے پہوٹ نکلے ہین بارہ چشمے) جو شخص اس آیت کے لفظون پر غور کریگا وہ سمجہ لیگا کہ یہ معنی اس آیت کے سیاق سے نہین ٹپکتے اونکا یہ مطلب ہے کہ عصا ٹیکتے ہوئے پہاڑ پر چلو وہان بارہ چشمے جاری ہین۔ لیکن اگر صرف پہاڑ پر چڑہنے کا حکم تہا اور چشمے پہلے سے وہان جاری تہے تو عصا ٹیکنے کا حکم کیون ہوا اسلئے کہ مقصود تو یہ تہا کہ کسیطرح پہاڑ پر پہونچ جائین خواہ عصا ٹیکتے ہوئے جائین خواہ بغیر عصا کے جائین پس عصا کا لفظ اس آیت مین محض بیکار اور بیفائدہ ہوا اور ایسے بیفائدہ لفظ کا کلام مین ذکر کرنا فصاحت قرآن کے خلاف ہے علاوہ اسکے فَانْفَجَرَتْ کی ف اور ماضی کا صیغہ اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی تو بارہ چشمے جاری ہوگئے یہ معنی نہین کہ پہلے سے بارہ چشمے جاری تہے۔ واللہ اعلم بالصواب

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ

اور جب کہا تمنے کہ اے موسے نہین صبر کرتے ہم ایک کہانے پر تو مانگ ہمارے لئے اپنے رب سے کہ نکالے ہمارے لئے وہ چیز جو زمین اوگاتی ہے اوسکے ساگ اور اوسکی ککڑی اور اوسکے گیہون اور اوسکی مسور اور اوسکی پیاز تو موسیٰ نے کہا کہ کیا بدلنا چاہتے ہو تخم وہ چیز جو ادنے ہے اوس چیز کے ساتھہ جو اعلیٰ ہے **ف** جب بنی اسرائیل نے من وسلویٰ کہانے کہاتے سیر ہوگئے تو اونہون نے

بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ط اور جبکہ لیا ہم نے
عہد تمہارا اور اوٹھا لیا ہم نے اوپر تمہارے کوہ طور کو پکڑ لو اوسکو جو ہم نے دیا ہے مضبوط اور
یاد کر لو اوس کو جو اوسمین ہے تاکہ تم بچ جاؤ ف ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے روایت کی ہے کہ جب اللہ نے حضرت موسیٰ پر تورت نازل کی تو اوسکے احکام شاقہ
کی وجہ سے بنی اسرائیل نے اوسکے قبول کرنے سے انکار کیا تب اللہ کے حکم سے جبرائیل
نے کوہ طور کو اوٹھا کر اونکے لشکر پر سائبان بنا دیا جو اونکے سر دن سے فدا آدم بلند تھا پھر اونسے
کہا گیا کہ تم تورت کو قبول کرو ورنہ پہاڑ تمپر گرتا ہے - پہاڑ کا اوکھڑ کر ہوا مین بنی اسرائیل کے
سر پر معلق ٹھہر جانا حضرت موسیٰ کا ایک بہت بڑا معجزہ تھا - یہ مضمون سورہ اعراف مین بھی مذکور ہے
وہان صریح یہ مذکور ہے کہ اللہ نے پہاڑ کو اوکھاڑ کر اونکے سر پر سائبان بنا دیا اور اونکو یہ خوف تھا کہ اب وہ
اونپر گرا پڑتا ہی - سید احمد خان اس معجزہ کے منکر ہین لیکن پہاڑ کو اوکھاڑ کر ہوا مین معلق ٹھہرا دینا ایک ایسا
امر ہے جو اللہ کی قدرت مین داخل ہے اور جب قرآن سے ثابت ہو گیا تو اوسکا ماننا واجب اور اوس کا
انکار قرآن کا انکار ہے ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ پھر تم پھر گئے اسکے
بعد تو اگر نہوتا اللہ کا فضل تمپر اور اوسکی رحمت البتہ ہو جاتے تم خسارہ پانیوالونمین سے ف
یعنی اللہ نے تمکو مہلت دی اور فوراً عذاب نازل نہین کیا ورنہ تم اوسیوقت ہلاک ہو جاتے وَلَقَدْ
عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً
خٰسِئِيْنَ ۝ اور بیشک جان لیا تمنے اونکو جنہون نے ہفتہ کے دن زیادتی کی تو کہدیا ہم نے اونکو کہ ہو جاؤ
بندر ذلیل ف یہودیونکو ہفتہ کے دن شکار منع تھا ایلہ ایک بستی سمندر کے کنارے پر تھی وہان کے یہودیون نے حضرت
داؤد کے زمانہ مین اس حکم کو نہ مانا اور ہفتہ کے دن بھی شکار کھیلنے لگے - بغوی مین لکھا ہی کہ اور دن مچھلیان بیشمار آتی تھین

يَعْتَدُونَ ۝ یہ اس سبب سے ہوا کہ اونہون نے نافرمانی کی اور رہتی وہ کہ حد سے بڑہ گئی تھی۔
ف یعنی بنی اسرائیل کے کفر کی نوبت جو اس حد کو پہونچی کہ وہ آیات الہی کے منکر اور قتل انبیا کے مرتکب ہوئے وجہ اسکی یہ تھی کہ اونہون نے رسول کے حکم سے نافرمانی اختیار کی اور حد اعتدال سے تجاوز کیا **ف** اس مضمون پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نافرمانی کی عادت بڑہتے بڑہتے اشد انکار اور کفر کی حد تک پہونچا دیتی ہے **إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا** بیشک جو لوگ ایمان لائے **ف** یعنی ایمان کا اقرار کیا خواہ انمین مسلمان ہوئے یا نہوئے جیسے منافق اور بعض کے نزدیک مراد یہ ہے کہ انبیاء سابقین پر ایمان لائے **وَالَّذِينَ هَادُوا** اور جو لوگ یہودی ہوگئے **وَالنَّصَارَىٰ** اور جو عیسائی ہین **وَالصَّابِئِينَ** اور جو بیدین ہین **ف** یعنی کسی شریعت کے تابع نہین **ف** صابئین کے معنے لغت مین دین بدلنے والونکے ہین یہان مراد بیدین لوگ جو کسی دین کو نہ مانتے ہون اور بعض کے نزدیک وہ ایسی قوم ہے جو اللہ کو مانتی ہے اور کوئی شریعت نہین رکھتی بعض کا قول ہے کہ وہ انبیاء کے منکر ہوتے ہین بعض کہتے ہین کہ وہ یہود و نصاریٰ کے درمیان ہین ایک فرقہ ہے بعض کہتے ہین کہ وہ اہل کتاب مین سے ہین اور زبور کو مانتے ہین بعض کا قول ہے کہ وہ ملائکہ کی پرستش کرتے ہین **مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ** جو ایمان لائے اونمین سے اللہ پر اور روز آخرت پر اور اعمال صالح کئے اون کے لئے اونکا اجر ہے اونکے رب کے پاس اور نہین کچھ خوف اور نہ وہ غمگین ہونگے **ف** مراد یہ ہے کہ مسلمان ہونے سے پہلے خواہ کوئی مذہب رکھتا ہو جب مسلمان ہوکر اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لائیگا اور عمل صالح کریگا تو اوسکو اجر ملے گا اور عذاب سے بچیگا اللہ پر ایمان لانا معتبر اوسی صورت مین ہوگا جب اون امور پر بھی ایمان لاوے جو اللہ نے واجب کر دئے ہین پس ایمان باللہ ایمان بالرسول کو شامل ہے **وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُم**

فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ۝ پس بجالاؤ اوسکو جو حکم کیے جاتے ہو تم قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ
يُبَيِّنْ لَنَا مَا لَوْنُهَا ط کہا اونہون نے کہ پکار ہمارے لیے اپنے رب کو کہ سمجھا دے ہمین
کہ کیا ہے رنگ اوسکا قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَوْنُهَا
تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ۝ موسیٰ نے کہا کہ اللہ کہتا ہے کہ وہ بچھڑا ہے زرد گہرا ہے رنگ اوسکا
پسند آتا ہے دیکھنے والونکو قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ
تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ط کہا بنی اسرائیل نے کہ پکار ہمارے لیے
اپنے رب کو کہ سمجھا دے ہمکو کیسا ہے وہ بیشک بیل مشتبہ ہوگیا ہے ہمپر اور ہم اگر اللہ کو منظور ہے تو ہدایت پانیوالے ہین
ف یعنی جو بیل مراد ہے وہ معلوم کرلین گے اور حکم بجالاوین گے قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ
لَا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَا شِيَةَ
فِيهَا ط کہا موسیٰ نے کہ اللہ کہتا ہے کہ وہ بیل ہے نہ کام کرنیوالا جو کھودتا ہو زمین کو اور نہ پانی دیتا ہے
کھیتی کو صاف ہی ہین ہر نہ کوئی داغ اوسمین قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ط بولے وہ اب آیا
تو ٹھیک پتہ پر فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ط پس ذبح کیا اوسکو اور نہین چاہتے تھے
کرنا ف اس حکم کا سبب مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک شخص جسکا نام عامیل تھا
بہت مالدار تھا اوسکو مال کے لالچ مین اوسکے بھتیجے نے اوسکو مار ڈالا اور ایک دوسرے گاؤن مین اوسکی
لاش ڈالدی اور وہانکے لوگونپر خون کا دعوی کیا اور خون بہا مانگنے لگا جب یہ مقدمہ حضرت موسے
علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا تو اونکو اس معاملہ مین تردد ہوا اور اللہ سے دعا مانگی کہ اسکی حقیقت
کھلجاوے تب بیل کے ذبح کا حکم نازل ہوا یہ قتل کا قصہ اگلی آیت مین مذکور ہوگا اسی قربانی کی بیچ مین اوس عقدہ کی
اصلیت کھل گئی آیندہ اسکی تفصیل مذکور ہوگی۔ ابتدا مین بنی اسرائیل کو صرف ایک بیل ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا
کوئی قید نہین لگائی گئی تھی اور اس حکم کی تعمیل کے لیے وہ کوئی بیل کسی قسم کا ذبح کردیتے حکم ادا ہوجاتا

سونہنہ نکالے ہوئے تیرتی پھرتی تھین یہ دیکھکر اونکو صبر نہو سکا یہ اللہ کی طرف سے اونکا امتحان تھا
ابن جریر وغیرہ مفسرین نے روایت کی ہے کہ اس نافرمانی کی وجہ سے اللہ کی طرف سے یہ عذاب نازل ہوا
کہ اونکی صورت مسخ ہوکر بندرون کی سی ہوگئی - مجاہد کا قول یہ ہے کہ مسخ حقیقی نہین ہوا تھا بلکہ دل اونکے مسخ
ہوگئے ہے اسلئے اونکی حالت بندرون کی سے ہوگئی یہ قول مجاہد کا تمام مفسرین نے رد کیا ہے ابن جریر
وغیرہ نے لکھا ہے کہ مفسرین کے نزدیک صحیح اور مشہور یہی ہے کہ مسخ حقیقی ہوا اور مجاہد کا قول سواے صحیحہ اور
اور مشہور کے خلاف ہے اور ظاہر الفاظ قرآن سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ
يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ پس بنایا ہمنے اوسکو عبرت اوسکے جو سامنے تھا اوسکے اور اوسکے
کو جو پیچھے ہے اور نصیحت متقیون کیلیے - ف یعنی جو لوگ اوسوقت موجود تھے اور جو بعد کو پیدا ہوے یہ قصہ سب کے لیے
عبرت کا باعث ہوا وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا
بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ اور جبکہ کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے کہ بیشک اللہ حکم
کرتا ہے تمکو یہ کہ ذبح کرو ایک بیل تو بولے وہ کیا بناتا ہے ہمکو مسخرہ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ
اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ؕ موسیٰ نے کہا کہ پناہ مانگتا ہون میں اللہ کی کہ ہوجاون میں
جاہلون میں سے ف بنی اسرائیل نے جو اپنی سفاہت کی وجہ سے اللہ کے حکم کو مذاق اور مسخر سمجھا تھا
اور حضرت موسیٰ کی نسبت یہ گمان کیا تھا کہ وہ ٹھٹھا کرتے ہین اسکے جواب مین حضرت موسیٰ نے ٹھٹھا
کرنے سے سخت نفرت ظاہر کی اور اوسکو جاہلونکا فعل بتایا اور خود ایسی حرکت سے اللہ کی پناہ مانگی
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ کہا اونہون نے پکار ہمارے لیے اپنے
رب کو تا کہ بیان کردے ہمکو کہ کیا ہے وہ ف یعنی یہ بات ہمکو معلوم ہونا چاہیے کہ کس قسم کا بیل ذبح کرین -
قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ کہا موسیٰ نے کہ اللہ کہتا ہے
کہ وہ بیل نہ بوڑھا ہو اور نہ بچا عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ اوسکے درمیان ہے درمیان اسکے -

بلکہ گردن بہام لینیکا حکم دیا ہے تب اوس بیل نے کہا کہ قسم ہے الہ بنی اسرائیل کی اگر تو مجھپر سوار ہو جاتا تو کبھی مجھپر قابو نہ پاتا اب تو چل تو اگر پہاڑ کو بھی حکم کرے تو وہ زمین سے اوکھڑ کر تیرے ساتھ ہولے وہ جوان اوس بیل کو لیکر کے پاس گیا اوسکی ماں نے کہا کہ تو فقیر ہے اونکو تیرا لکڑیان لانا اور رات کو قیام کرنا بہت بڑی مشقت ہے تو اس بیل کو بازار مین لیجاکر بیچڈال تب اوس جوان نے یہ اجازت مانگی کہ مین اس بیل کو کس قیمت کو بیچون ماں نے کہا کہ تین اشرفی کو بیچو مگر بغیر میرے مشورہ کے نہ بیچو اور اوسوقت معمولی قیمت بیل کی یہی تھی۔ جوان اوسکو بازار مین لیگیا تب اللہ نے اپنی قدرت ظاہر کرنے کے لیئے ایک فرشتہ کو بھیجا تاکہ اوسکا امتحان کرے کہ وہ اپنی ماکا کیسا مطیع ہی۔ اوس فرشتہ نے آدمی کی صورت مین ظاہر ہوکر اوس جوان سے بیل کی قیمت پوچھی اوسنے کہا کہ تین اشرفیان قیمت ہی مگر یہ بھی شرط ہے کہ مین اپنی ماسے پہر اجازت لونگا فرشتہ نے کہا کہ مین چھ اشرفیان دیتا ہون مگر ماکی اجازت پر موقوف نرکھ۔ جوان نے کہا کہ اگر تو اوسکے ہم وزن سونا دیگا تو بھی بغیر اپنی ماکی اجازت کے قبول نکرونگا۔ چنانچہ اوسنے اپنی ماکو اس مضمون کی اطلاع کی اوس نے کہا کہ اب تو اوسکو چھ دینار کو بیچو مگر مجھسے اجازت لے لیجیو پہر وہ جوان اس بیل کو لیکر بازار مین آیا پہر وہی فرشتہ سامنے آیا اور اوس سے پوچھا کہ تو اپنی ماسے اجازت لے آیا جوان نے کہا کہ اوس نے یہ حکم دیا ہے کہ مین اوسکو چھ دینار سے کم نہ بیچون اور بیچتے وقت اجازت پہر لیلون فرشتے نے کہا کہ مین تجھکو بارہ دینار اس شرط پر دیتا ہون کہ اب ماسے اجازت لینے نہ جانا۔ اس جوان نے اس امر کو منظور نہ کیا اور اپنی ماکے پاس جاکر اس مضمون کی خبر کی تب اوسکی ماں نے کہا کہ وہ شخص جو تجھسے یہ گفتگو کرتا ہے فرشتہ ہے تیرا امتحان کرنے کے لیئے آدمی بنکر آیا ہے۔ اب وہ آوے تو اوس سے یہ پوچھیو کہ ہم اس بیل کو بیچین یا نہ بیچین چنانچہ اوس جوان نے فرشتہ سے اسطرح پوچھا فرشتہ نے کہا کہ تو اپنی ماسے کہہ کہ اس بیل کو ابھی نہ بیچو حضرت موسیٰ بہت جلد اسکو مول لینگے اور اوسکی کھال بھر کر اشرفیان دینگے۔ ماحصل یہ ہی کہ ماکی اطاعت کے صلہ اوس جوان کو یہ دیا کہ بنی اسرائیل نے جو قربانی کے بیل کی صفتین پوچھین تو اللہ نے وہی صفتین بیان کی

مگر بار بار سوال کرکے اپنی طرف سے قید مین بڑہوا لیا اور مشقت مین پڑگئے چنانچہ سعید ابن منصور نے اور ابن
جریر نے بسند صحیح ابن عباس سے روایت کی ہے کہ بنی اسرائیل کوئی سا بیل ذبح کر دینے کا حکم ادا ہو جاتا
اگر اوسہوں نے اپنی جانوں پر خود ہی سختی بڑہائی تو اللہ نے بہی اوپر سختی ڈالدی مگر یہ امر تقدیری ضرور واقع ہونیوالا
تہا اسکی حکمت جو روایات مین منقول ہی جسکو سیوطی نے تفسیر درمنثور مین بہی نقل کیا ہی اور تمام مفسرین اس
موقع پر ذکر کرتے ہین ہم بہی اوسکو قاضی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر سے نقل کرتے ہین وہ یہ ہی کہ بنی اسرائیل مین
ایک بزرگ آدمی تہا بیٹا اوسکا کم سن تہا اوس بزرگ کے پاس ایک بیل کے سوا کچھ نہ تہا اوس بیل کو وہ جنگل
مین لے گیا اور یون کہا کہ اے اللہ جب تک میرا بیٹا جوان ہو یہ بیل تیرے سپرد ہے پہر وہ بزرگ مر گیا اور وہ بیل
جنگل مین موجود رہا اگر کوئی آدمی وہان جاتا تہا تو وہ بہاگ جاتا جب وہ لڑکا پرورش پاکر جوان ہوا تو اپنی ماں کی
بہت خدمت کرتا تہا اور رات کے تین حصے کرتا تہا ایک ثلث مین سوتا تہا ایک ثلث مین عبادت کرتا تہا ایک ثلث
مین اپنی ماں کے سرہانے بیٹہا رہتا تہا صبح کو جنگل سے لکڑیان کاٹ کر لاتا اور بازار مین اونکو بیچکر ایک ثلث
قیمت خیرات دیتا اور ایک ثلث مین اپنا خرچ کرتا اور ایک ثلث اپنی ماں کو دیتا ایک روز اوسکی ماں نے اوس سے
کہا کہ تیرے باپ نے ایک بیل تیرے لیے میراث مین چہوڑا ہے اور اوسکو فلانے جنگل مین اللہ کی سپرد
کر دیا ہے تو آ کہ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق سے دعا مانگ کہ وہ تیرا بیل تجہکو عطا کر دے اوسکی علامت یہ ہے
کہ جب تو اوسکو دیکہیگا تو اوسکے رنگ مین ایسی سبزی پاویگا کہ گویا آفتاب کی چمک اوسکے بدن سے
نکلتی ہے۔ وہ بیل سنہری رنگ کا تہا نہایت خوبصورت تہا یہ سنکر وہ جوان اوس جنگل مین آیا اور اوس
بیل کو چرتا ہوا دیکہا تب اوسنے کہا کہ مین الٰہ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب کی تجہکو قسم دیتا ہون
یہ سنتے ہی وہ بیل دوڑتا ہوا اوسکے سامنے آکر کہڑا ہو گیا جوان اوسکی گردن مین رسی باندہکر کہینچتا ہوا لیچلا اسوقت
اللہ کے حکم سے وہ بیل باتین کرنے لگا اور اوس نے کہا کہ اے جوان اپنی ماں کی خدمت کرنے والے
مجہپر سوار ہو جا تو تجہپر آسانی ہو جاویگی اوسنے جواب دیا کہ میری ماں نے سوار ہونے کا حکم نہین دیا

کہا کہ اسی طرح ہم مردون کو زندہ کرینگے - اس سے صاف سمجھگیا کہ جسطرح اُسکو زندہ کیا اوسطرح اور مردون کو بھی زندہ کرینگے - پھر وہ کہتے ہین کہ قیامت کے دن مردہ زندہ کرنے کا ذکر یہان بیمحل ہے مگر ہم کہتے ہین کہ منکرین قیامت کو سمجھا دینے کے واسطے اس نکتہ کا بیان موقع ہے کہ جیسے ہنسنے اوسکو زندہ کیا اسی طرح قیامت کے دن مردے زندہ کرینگے اور ایسا تو قرآن مین بیسیون مقام پر ہی جہان بارش سے زمین کے زندہ ہو جانیکا ذکر ہے وہان بھی جابجا خدا نے یہ فرمایا ہے کہ جسطرح زمین زندہ ہوگئی اسیطرح خدا مردون کو زندہ کریگا پس یہان تو مردہ آدمی کے زندہ کرنے کا ذکر ہے اوس سے قیامت کے دن بعث و نشر کی ثابت کرنے کا نہایت مناسب محل اور موقع ہے اور یہ جو فرمایا کہ اللہ تمکو سمجھانے کے لئے اپنی قدرت کی نشانیان دکھاتا ہے - یہ بھی اوسی صورت مین ٹھیک ہوتا ہے جب یہ مانا جاے کہ لوگون نے مردہ کو زندہ ہوتے ہوئے اپنی آنکھون سے دیکھا اسلئے کہ مردہ کا زندہ ہوجانا اللہ کی قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے وہ کہتے ہین کہ فاضربوہ ببعضہا کے معنی یہ ہین کہ اوس مقتول کی لاش مین اوسکا کوئی عضو مارو اور اوسکو نہ فاضربوہ اور ببعضہا دونو ضمیرون کا مرجع نفس کو مانا ہے مگر ایک ہی شے کیطرف ایک ضمیر مونث کی اور اوس کے متصل دوسری ضمیر مونث کی راجع ہونا فصاحت کے بالکل خلاف ہے یا دونو ضمیرین مذکر کی ہوتین یا دونو مونث کی وہ کہتے ہین بیشک واقع کوئی مردہ زندہ نہین ہوا تھا بلکہ قاتل کے معلوم کرنے کی اللہ نے یہ تدبیر بتائی تھی کہ مقتول کے عضو کو اوسکی لاش مین ہر شخص مارے جو فی الواقع قاتل ہوگا وہ اپنے دل مین ڈر جاویگا اور اس امر کو اختیار نہ کریگا اس قرینہ سے معلوم ہو جاویگا کہ یہ قاتل ہے - اکثر یہ دستور ہے کہ جب کسی کی چوری ہو جاتی ہے تو وہ نادانون اور بچون کو اس قسم کی تدبیرون سے ڈرایا کرتے ہین - اسی تدبیر کو سید احمد خان کہتے ہین کہ خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھی اور اسی کو اللہ نے اپنی قدرت کی بڑی نشانی فرمایا ہے - یہ ایک ایسی عجیب بات ہے جسکو کوئی نادان بھی تسلیم نہ کریگا - پھر وہ کذلک یحی اللہ الموتی کے معنی یہ کہتے ہین کہ اسیطرح اللہ جیسی چیز کو ظاہر کرتا ہے - یہ تاویل نہایت رکیک اور لفظون سے بالکل دور ہے - واللہ اعلم بالصواب

جو اوس بیل مین نہین تب چارنا چار بنی اسرائیل کو وہی بیل خریدنا پڑا اور اوسکی قیمت مین اوسکی کھال بھر کر سونا دینا
پڑا اسیوجہہ سے بنی اسرائیل کو اوسکا ذبح کرنا ناگوار تہا **وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا**
وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ط اور جبکہ قتل کیا تم نے ایک شخص کو پہر جھگڑا کیا تم نے
یعنی اور اللہ نکالنے والا ہے اوس چیز کو کہ چھپاتے تہے تم **ف** یہ اشارہ اوس قصہ کیطرف ہے کہ
بنی اسرائیل مین سے ایک شخص نے اپنے چچا عامیل نامی کو اوسکا مال لینے کے واسطے قتل کیا اور قتل کا
جھوٹا الزام بھگتنا سونپر لگایا تہا اور جب حضرت موسیٰ اوسکی حقیقت معلوم کرنے مین حیران ہوئے تو اللہ نے بیل کی
قربانی کا حکم کیا **فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا** ط تو کہا ہم نے کہ مارو مقتول کو بیل کے ٹکڑے سے
ف یعنی اوس بیل کے گوشت کا ٹکڑا اوس مقتول کے جسم پر لگاؤ۔ **ف** چنانچہ جب ایسا کیا تو اللہ کی قدرت
سے وہ مردہ زندہ ہوگیا اور اوسکی رگون سے اوسوقت خون جاری تہا اور اوس نے بیان کیا کہ فلانے شخص نے
میرے مال کی طمع مین مجھکو قتل کیا ہے چنانچہ حضرت موسیٰ نے اوس قاتل کو اوسکی میراث سے محروم کیا۔
كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ اسیطرح زندہ
کریگا اللہ مردون کو اور دکہاتا ہے تمکو نشانیان اپنی تاکہ سمجہو تم **ف** یعنی جسطرح اوس مقتول کو زندہ کیا اسیطرح
اللہ قیامت کے دن سب مردون کو زندہ کریگا۔ اور یہ اپنی قدرت کی نشانیان تمکو اسلیے دکہاتا ہے تاکہ تم
سمجہو اور قیامت کے دن مردون کے زندہ ہوجانیکا انکار نہ کرو۔ **ف** سید احمد خان کہتے ہین کہ یہ دونو قصے
جدا جدا ہین ایک کو دوسرے کی کوئی تعلق نہین مگر روایات منقولہ اور نیز قرائن عبارت قرآن سے ثابت ہے
کہ یہ دونو ایک قصہ ہین۔ سید احمد خان کہتے ہین کہ اس صورت مین ذبح کا قصہ جو بعد قتل کے واقع ہوا ہے اوس
پہلے ذکور ہونا چاہیئے مگر ہم کہتے ہین کہ اسمین کیا حرج ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی مصلحت سے بعد کے قصے کو ذکر مین
مقدم کردیا کرتے ہین قرآن مین اور جگہ بھی ایسا ہوا ہے وہ کہتے ہین کہ اتنا جملہ یہان سے محذوف ماننا پڑیگا
کہ اللہ نے اوسکو زندہ کیا مگر ہم کہتے ہین کہ یہ مضمون قرائن عبارت سے خود بخود ظاہر ہوتا ہے اور یہ جو اللہ نے

لَيَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ط اور بیشک پتھروں میں سے ایسے بھی ہیں کہ جاری ہو جاتے ہیں
اوس سے نہریں اور بیشک اونمیں سے وہ بھی ہیں جو شق ہو جاتے ہیں اور نکلتا ہے اوس سے پانی
ف یہ بیان ہے اس امر کا کہ تمہارے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں اسلئے کہ بعضے پتھر تو اثر
قبول کرتے ہیں مگر یہ حق کو قبول نہیں کرتے وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ
اور بعض اونمیں سے ایسے ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ کے خوف سے ف یہاں شبہہ وارد ہوتا ہے
کہ پتھر کو کچھ سمجھ نہیں ہوتی پھر خوف کیسے ہوتا ہے اسکا جواب مفسرین نے یہ دیا ہے کہ اللہ نے جمادات
میں بھی ایک قسم کی روح پیدا کی ہے اور اون کی صلوٰۃ و تسبیح جو کتاب و سنت سے ثابت ہے اور روایات
صحیحہ میں جو وارد ہے کہ انبیاء سے بعضے پتھروں نے کلام کیا ہے اور اونکے احکام کی تعمیل کی ہے
یہ سب اوسی روح کے آثار ہیں دنیا میں اس روح کا اثر کبھی کبھی ظاہر ہوتا ہے اور آخرت میں ہر وقت
رہیگا اسی سبب سے وہاں گواہی دینگے اور گویا ہو جاوینگے پس اسی روح کا تعلق اونکے دل میں اللہ کا خوف
پیدا ہونیکا باعث ہوتا ہے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ط اور نہیں ہے اللہ بیخبر
اون کاموں سے جو تم کرتے ہو اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ
فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ
وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ کیا امید رکھتے ہو تم کہ وہ تصدیق کرینگے تمہاری اور بیشک تھا ایک
فریق اونمیں کہ سنتے تھے اللہ کا کلام پھر بدلڈالتے تھے اوسکو سمجھ لینے کے بعد اور جانتے تھے کہ
وہ جھوٹے ہیں ف اس آیت میں اللہ پیغمبر سے اور مومنین سے خطاب کرکے فرماتا ہے کہ کیا تم
ان یہود یوں سے یہ امید رکھتے ہو کہ یہ تمہاری کوئی بات مان لینگے یہ تو وہ لوگ ہیں کہ ان میں سے
ایک فریق ایسا تھا کہ وہ اللہ کا کلام سنتا تھا یعنی توریت وغیرہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف لکھی
ہوئی دیکھتے تھے اور اوسکو خوب سمجھ لینے کے بعد بدلڈالتے تھے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ اس امر میں وہ

ف اللہ کو یہ بھی قدرت تہی کہ یہ جو کچھ قصہ قربانی کا واقع ہوا بغیر اسکے بہی اوس مقتول کو زندہ کر دیتا مگر قربانی کا حکم دینے اور ان تمام واقعات سے بہت سے فائدے مرتب ہوے جن کا پورا علم اللہ کو ہے اہل علم کو جو معلوم ہوے ہین وہ یہ ہین - اول کہ بنی اسرائیل سے قربانی کی عبادت بہی ادا ہوگئی - دوسرے یہ کہ اوس جوان صالح کو جو اپنی ماں کی بہت خدمت کرتا تہا بہت سا فائدہ حاصل ہوگیا - تیسرے یہ کہ اوس کے باپ نے توکل کیا تہا اور اوس بیل کو اللہ کی تفویض کر دیا تہا اور اوسکا نتیجہ بہت عمدہ ظاہر ہوا اس سے سب لوگونکو توکل کا فائدہ معلوم ہوگیا چوتہے اوسنے اپنے بیٹے کو فائدہ پہونچانے کی نیت کی اوس سے ثابت ہوگیا کہ اولاد پر شفقت کرنا سنت صالحین ہے - پانچوین یہ کہ بنی اسرائیل اس امر کے طالب تہے کہ قاتل کا حال اونکو معلوم ہو جائے اور اونکو اللہ نے قربانی کا حکم کیا اس سے ثابت ہوگیا کہ طالب کو لازم ہے کہ حاجت پورے ہونے کے واسطے اول کسی عبادت سے اللہ کو راضی کرے چہٹے یہ کہ حضرت موسیٰ نے بیل کی کہال بہر کر سونا قربانی کی قیمت مین دیا اس سے ثابت ہوا کہ قربانی عمدہ اور بیش قیمت جانور کی زیادہ ثواب کا باعث ہے ابو داؤد مین روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک اونٹ تین سو دینار کو خرید کر کے قربان کیا تہا - ساتوین یہ کہ قربانی کا گوشت لگانے کو مردہ زندہ ہونے مین کوئی دخل نہین تہا اس سے ظاہر ہوگیا کہ تاثیر اور تصرف اللہ سے مختص ہے اور اسباب فقط ظاہری حیلہ ہین - درحقیقت اون مین کچہہ بہی اثر نہین -

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ط پہر سخت ہوگئی تمہارے دل اوسکے بعد تو وہ پتہر کی مانند ہین بلکہ سخت ہین - ف اون کے دل ہین جو قبول حق کا مادہ کم تہا اوسکو اللہ نے پتہر کی سختی سے تشبیہ دی پہر اوس سے بہی زیادہ سخت بتایا اور اسمین کچہہ شک نہین کہ جو واقعات اونہون نے اپنی آنکہون سے دیکہے وہ ایسے تہے کہ انسان کے دل مین اونکے اثر سے بہت ہی رقت پیدا ہو - مگر پہر بہی اونکو عبرت حاصل نہین ہوئی - اس سے معلوم ہوا کہ وہ نہایت ہی کامل (باقی صفحہ ۴۱ پر)

وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا

أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝ کیا وہ نہین
جانتے کہ بیشک اللہ جانتا ہے اون امور کو جنہین وہ چھپاتے ہین اور اون امور کو جنہین وہ ظاہر کرتے
ہین **ف** حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف جو توریت وغیرہ مین مذکور ہے
اوسکو اگر وہ مسلمانون سے چھپاتے تو اوسسے انکا مرام موقوف نہو جائیگا اسلئے کہ اللہ کو تو معلوم ہے
وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ اور بعض انمین سے
ان پڑھ ہین نہین جانتے کتاب کو مگر اپنی خواہشین **ف** یہ حالات جو پہلے بیان ہوے وہ علماے یہود کے بیتے
ہوے یہان سے جہان یہود کی حال اللہ بیان فرماتا ہے کہ بعضے اون مین سے ایسے ہین کہ کتاب کو
جانتے ہی نہین مگر اونہون نے تمام آسمانی کتابون کا حاصل اپنی چند خواہشون کو سمجھ لیا ہے جو اونکے
علمانے افترا کرلین وہ مقصود تمام کتب الہی کا اونہین مطالب کو سمجھتے ہین - منجملہ اون خیالات کے
ایک یہ تہا کہ یہودی اپنے آپ کو خدا کا پیارا اور محبوب سمجھتے تہے اور یہ جانتے تہے کہ خدا کو ہمسے ایسی
محبت ہے کہ ہم جو گناہ کرینگے خدا معاف کردیگا - دوسرے یہ کہ بالفرض اگر خدا مواخذہ بہی کرنا چاہیگا
تو ہمارے باپ دادے جو بہت سے پیغمبر گذرے ہین وہ ہمکو چہڑالینگے اور اون کی وجہ
سے خدا اپنے ارادہ کو بدلدے گا - تیسرے یہ کہ یہودی سمجھتے ہے کہ ہم کیسا ہی کفر کرین
مگر سات روز یا چالیس روز سے زیادہ ہمپر عذاب نہوگا - چوتہے یہ کہ سمجھتے تہے کہ یہودیون کی
شریعت قیامت تک منسوخ نہوگی - پانچوین یہ کہ وہ سمجھتے تہے کہ خاندان بنی اسرائیل کے سوا اور
کسی مین نبوت کی لیاقت ہی نہین - اسی قسم کے اور بہت سے خیالات اونہون نے اپنی مرضی کے
موافق اپنے ذہن نشین کرلیے تہے اور اوسکو محصل کلام الہی سمجھتے تہے **وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ**
نہین ہین وہ مگر اٹکلین لگاتے ہین - **ف** یعنی بے اصل اپنی طرف سے کچہہ خیالات باندہ لیتے
ہین اور اس امر کی تحقیق کیطرف توجہ نہین کرتے کہ یہ امور فی الواقع کتاب اللہ مین موجود ہین یا نہین

جھونٹ بولتے ہین اور کچھ کا کچھ کہدیتے ہین یہ تفسیر مطابق قول مجاہد اور عکرمہ اور سدی اور ایک جماعت مفسرین کے ہے لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسکی تفسیر یون منقول ہے کہ یہ آیت اون ستر آدمیون کے حقمین اُتری ہے جو حضرت موسیٰ کے ساتھہ کوہ طور پر گئے تھے اور وہان اونہون نے اللہ کا کلام سنا اور وہ جب لوٹ کر اپنی قوم مین آئے تو جیسے لوگ تھے اونہون نے جسطرح سنا تھا اوسیطرح بیان کیا اور ایک فریق ایسا تھا کہ اونسے اللہ کے احکام جو سنے تھے وہ بیان کرکے آخر مین اپنی طرف سے ایک جملہ یہ بھی ملا دیا کہ یہ کام اگر تمسے ہوسکین تو کرو اور تمہارا جی نچاہے نہ کرو یہ مضمون اونھون نے اپنی طرف سے بڑہا دیا اور اوسکو بھی خدا کی طرف سے کہہ یا یہی اونکی تحریف تھی اور وہ یہ جانتے تھے کہ جان بوجھہ کر جھونٹ بولتے ہین وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ اور جب وہ ملتے ہین مسلمانون سے تو کہتے ہین ہم ایمان لاتے اور جب تخلیہ مین ہوتے ہین بعض ان کی طرف بعض کے تو کہتے ہین کیا تم کہدیتے ہو اونسی جو کھولا ہے اللہ نے تمپر لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ تاکہ حجت پکڑین تمپر تمہارے رب کے پاس ف یہود یون مین سے بعضے ایسے لوگ تھے کہ جب وہ مسلمانون مین بیٹھتے تو اون سے کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہی نبی ہین جنکی خبر توریت مین مذکور ہے۔ ہم اسپر یقین رکھتے ہین۔ اور جب وہ تخلیہ مین باہم بیٹھتے اور مسلمان اونکی مجلس مین نہوتے تو اور یہودی اونپر طعن کرتے کہ تم نے توریت سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر کیون بیان کردی یہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے یون حجت پکڑینگے کہ ان یہودیون کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا حال معلوم تھا اور پھر بھی مسلمان ہوئے اور درحقیقت یہ اونکی حماقت اور سفاہت تھی ورنہ اگر وہ چھپاتے تو بھی یہ حجت اونپر قایم تھی اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم سمجھتے نہین ف یہ قول یا تو یہود یون کے قول کا نتیجہ ہے یا مسلمانون سے اللہ کا خطاب ہے

عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ تو کہا لیا ہو تنے اللہ کو یا
عہد تو نہ خلاف کریگا اللہ اپنے عہد سے اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ
کیا لگائے ہو تم اللہ پر وہ امور جو نہین جانتے ہو تم ف حاصل یہ ہو کہ یہ جو تمہارا خیال ہو کہ صرف
چند روز تمپر عذاب ہوگا ۔ رہیگا اس امر کا اللہ نے تمسے کوئی عہد کرلیا ہے یا تم اللہ پر ایسی باتین لگاتے ہو
جسکی کوئی اصل نہین بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ بیشک جسنے کمائی برائی اور گھیر لیا اوسکو اوسکی خطا نے وہ لوگ صاحب دوزخ
کے ہین هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وہ اوسمین ہمیشہ رہنے والے ہین وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ
اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے وہ صاحب جنت کے ہین وہ اوسمین ہمیشہ رہنے والے ہین ۔

ف حاصل یہ ہو کہ یہود یونکا یہ خیال غلط ہے بلکہ منکرین نافرمان ہمیشہ دوزخ مین رہینگے اور مومنین
صالحین ہمیشہ جنت مین رہینگے وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ
اِلَّا اللّٰهَ ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ
وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ
اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ اور جبکہ لیا تھا ہمنے بنی اسرائیل سے یہ عہد کہ پرستش نہ کرو مگر اللہ کی اور
ماں باپ کے ساتھہ اور قرابت والون اور یتیمون اور مسکینون کے ساتھہ احسان کرو اور کہو آدمیون سے
اچھی بات اور نماز قایم کرو اور زکوۃ دو پھر تم پھر گئے لیکن چند آدمی تم مین سے ف یہ جو فرمایا کہ اللہ کے
سوا دوسرے کی پرستش نہ کرو یہ درحقیقت دو حکم ہین ایک یہ کہ خدا کی پرستش کرو اور دوسرے یہ کہ دوسرے
کو اوسکے ساتھہ عبادت مین شریک نہ کرو پہلا حکم اوس صورت مین ادا ہوگا جب اللہ کو معہ اوسکی صفات
کے جان لے اور عبادت کے طریقہ پیغمبرون سے سیکھ لے اور دوسرا حکم اوسوقت ادا ہوگا جب ریا

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا
مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ط تو خرابی ہے اون کے لیے
جو لکھ لیتے ہین کتاب اپنے ہاتھون سے پھر کہدیتے ہین کہ یہ اللہ کیطرف سے ہے اسلئے کہ لیلین
اوسکے بدلے تھوڑی سی قیمت ف ویل کے معنے تباہی اور ہلاکی کے ہین اور ترمذی نے
روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ویل ایک جنگل ہے جہنم مین جالیس برس تک
کافر نیچے کو گرتا رہے گا تب بھی اوسکی گہرائی تک نہ پہونچے گا - یہ بیان اون یہودیون کا ہے کہ تھوڑی سی
فائدے کے لیے اپنی طرف سے عبارتین بناکر اوسکو توریت کی عبارت کہدیتے تھے اسیوجہ سے
شریعت محمدی مین قرآن کی ایسی حفاظت کی گئی ہے کہ فقہانے یہ فتوی دیا ہے کہ ترجمہ اور تفسیر اور
عدد آیات اور ربع اور نصف اور اوقاف وغیرہ کی علامتین قرآن مین اسطرح لکھی جائین کہ قرآن کی
عبارت سے اونکو امتیاز ہو اور بغیر امتیاز کے لکھنا حرام ہے فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ
اَيْدِيْهِمْ تو خرابی ہے اون کے لیے بسبب اوس کے جو لکھا ہے اون کے دونون
ہاتھون نے وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ط اور خرابی ہے اونکے لیے بسبب
اوسکے جو حاصل کرتے ہین وہ ف یعنی توریت کی آیتین چھوٹی اپنی طرف سے بناکر لکھنا اور اوسپر
اجرت حاصل کرنا - یہ دونون امر اونکے لیے عذاب کا باعث ہونگے وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا
النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً اور کہا یہودیون نے نہین چھوئے گی ہمکو آگ مگر
چند روز ف ان ایام کے تعین مین مفسرین کا اختلاف ہے - ابن عباس کا قول یہ ہے کہ یہودی یہ
کہتے تھے کہ دنیا کی مقدار سات ہزار برس ہے اور ہر ہزار برس کے مقابلہ مین ایک دن ہمپر عذاب ہوگا
اور اسطور پر کل سات دن عذاب ہوگا اور قتادہ اور عطا کا یہ قول ہے کہ بنی اسرائیل نے جو چالیس دن
گوسالہ پرستی کی تھی اس لیے یہودیون کا یہ قول تھا کہ ہمپر چالیس دن عذاب ہوگا قُلْ اَتَّخَذْتُمْ

کہ قطع رحم یعنی قرابت والون کے ساتھہ سلوک چھوڑ دینا گناہ کبیرہ ہے اور ادنیٰ مرتبہ صلہ رحم کا یہ ہے کہ قرابت والون کو بالکل چھوڑ نہ دے اور زیادہ نہو سکے تو سلام اور کلام سے ہی اوس حق کو ادا کرے اور اس حق کا حکم ہر شخص کے حق مین دوسرے کی حاجت اور اپنی قدرت کی موافق مختلف ہوتا ہے۔ بخاری مین ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اوسکے رزق اور عمر مین فراغت ہو اوسکو چاہئے کہ اپنے قرابت والون کے ساتھہ احسان کرے۔ اسکے بعد اللہ نے یتیم کے ساتھہ احسان کا حکم کیا۔ یتیم اصطلاح شریعت مین اوس نابالغ بچے کو کہتے ہین جسکا باپ مر گیا ہو بامفقود الخبر ہو خواہ اوسکی ماں زندہ ہو یا ہو گئی ہو یا مر گئی ہو وہ زیادہ مستحق احسان کا ہے یتیم کے حقوق دو قسم ہین ایک وہ جو اوسکے وارثون پر واجب ہین۔ وہ یہ ہین کہ اوسکے مال کی حفاظت کرنا اور ضروریات کے کفیل ہونا اور ہر اک قسم کی تربیت کرنا اور عقل اور ادب سکھانا اور دوسرے وہ جو سب آدمیون پر واجب ہین۔ وہ یہ ہین کہ اوسکو ایذا نہ دینا اور ہر طرح کی تربیت کے ساتھہ اوسکو اپنے پاس بٹھانا اور اوسکے سر پر ہاتھہ پھیرنا اور اپنی اولاد کی طرح اوس کے ساتھہ احسان کرنا۔ پھر اللہ نے مسکین کے ساتھہ احسان کرنے کا حکم کیا ہے مسکین سے اوسکو کہتے ہین کہ اوسکی آمدنی اوس کے ضروری خرچ کو پوری نہو اور اگرچہ اوس کے پاس کچھہ مال ہی ہو اور کچھہ پیشہ بھی وہ کرتا ہو مگر اوسکی آمدنی ضروریات کے لئے کافی نہو۔ مسکین کے ساتھہ احسان کرنیکا اجر کتاب وسنت مین بہت بیان کیا ہے۔ پھر اللہ نے سب آدمیون کے ساتھہ نرمی اور ملاطفت کی بات چیت کرنیکا حکم فرمایا۔ شاہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ احسان قولی کی شریعت مین کئی مرتبہ ہین۔ اول یہ کہ ملاقات کے وقت سلام علیک کہے اور جواب دے تو ایک لفظ اور بڑہا دے۔ دوسرے یہ کہ نہایت نرمی اور لطف کے ساتھہ امور خیر کی ہدایت اور بری باتون سے منع کرتا رہے۔ لڑائی جھگڑے کے ساتھہ نصیحت نہ کرے۔ کسی بزرگ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وضو کے سنن اور مستحبات کو

یتیم کے ساتھہ احسان

مسکین کے ساتھہ احسان

ماں باپ کے حقوق۔

اور شرک اور غیر اللہ کی محبت کے غلبہ کو دل سے دور کرے ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کے بیان میں مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وہ تین قسم ہے۔ ایک یہ کہ اپنے قول فعل سے اونکو ایذا نہ دے یہ تو ہر حالت میں واجب ہے۔ دوسرے یہ کہ مال سے اور بدن سے اونکی خدمت کرے یہ امر اگر ماں باپ محتاج ہوں اور اولاد مقدور رکھتی ہو تو واجب ہے ورنہ واجب نہیں۔ تیسرے یہ کہ جسوقت وہ حکم کریں اوسوقت وہ حاضر ہو جاوے یہ واجب ہے بشرطیکہ وہ حاضری کسی گناہ کا سبب نہ ہو جاوے اگر والدین کسیکو نوافل پڑھنے سے منع کریں تو نوافل سے اونکا حکم مقدم ہے اور اگر واجب یا فرض سے منع کریں تو اونکا حکم قبول نکرے اور سنت موکدہ مثل جماعت وغیرہ سے منع کریں تو اصح قول یہ ہے کہ ایکدو بار تو اونکا حکم مان لے اور اگر ہمیشہ وہ یہی معمول کرلیں تو نہ مانے۔ اور نیز مولانا نے لکھا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنے کا طریقہ احادیث صحیحہ میں یہ وارد ہے کہ صدق دل سے اون کے ساتھ محبت رکھے اور کلام اور رفتار اور نشست برخاست میں اونکے ساتھ ادب کا لحاظ رکھے مثلاً راستہ میں اون سے آگے نہ بڑھے اونکا نام لیکر اونکو نہ پکارے اور جہانتک ہو سکے اونکی خدمت کرے اور اونکی رضامندی مقصود رکھے اور اپنا وقت اور مال اونکے واسطے صرف کرے اور اونکے مرنے کے بعد جو اون کی وصیت ہو اوسکو پورا کرے اور اونکی مغفرت کی دعا مانگا کرے اور اونکی وساطت سے صدقہ خیرات وغیرہ کرے اور ہر جمعہ کو اونکی قبر کی زیارت کیا کرے۔ اور قرآن پڑھکر اونکی ثواب پہنچایا کرے جو اونکی دوست اور قرابت والے ہوں اونکے ساتھ بھی محبت سے پیش آوے اور اونکے ساتھ جو ماں باپ سلوک کیا کرتے تھے اوس طریقہ کو جاری رکھے۔ اور ذوی القربیٰ کے ساتھ جو احسان کا حکم ہے اوسکی شرح میں مولانا نے یہ لکھا ہے کہ قرابت والے دو قسم ہیں ایک تو وہ جو محرم بھی ہیں جیسے چچا اور ماموں اور پھوپھی اور خالہ اور بھائی اور بہن اور بھائی بہن کی اولاد اونکے ساتھ احسان کرنا فرض ہے اور اوسکا تارک گنہگار دوسرے وہ جو محرمیت کی قرابت نہیں رکھتے اونکے ساتھ احسان سنت موکدہ ہے۔ فقہا نے لکھا ہے

ذوی القربیٰ کے حقوق۔

اور اوسکی بات کو رد نکرنا یہ مداہنت اور خوشامد ہے - امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قولوا للناس حسنا کے معنے یہ ہین کہ لوگونکے ساتھہ ایسی باتین کہنی چاہئین جن باتونکو انسان اپنے واسطے پسند کرتا ہو یعنی اگر اوس سے وہ باتین کیجائین تو خوش ہو - اور نیہ جو فرمایا کہ بجز چند آدمیون کے تم سب پھر گئے اس سے مراد باتو یہ ہے کہ تمہارے باپ دادون نے ایسا کیا باصرف دس بین لوگونکی حالت کا بیان ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین موجود تھے اور اونمین سے بہت تھوڑے مسلمان ہوگئے تھے جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ

وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور تم پھر جانیوالے ہو - یعنی تم ایسی قوم ہو کہ تمہاری عادت ہی ہے کہ ہمیشہ اپنے عہد سے پھر جاتے ہو **وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ** اور جبکہ لیا تھا ہمنے عہد تمسے کہ نہ بہیر دوگے اپنون کا لہو اور نہ نکالوگے آپس والون کو اپنے شہرون سے **ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ** پھر اقرار کیا تمنے اور تم گواہ ہو **ف** یعنی تم اسکے مقر ہو اور شاہد ہو - یہ عہد توریت مین مذکور تھا **ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ** پھر تم وہ ہو کہ قتل کرتے ہو آپس والونکو اور نکالتے ہو آپس والونکے ایک فریق کو اونکے گھرون سے **ف** سدی مفسر نے یہ روایت کی ہے کہ اللہ نے توریت مین بنی اسرائیل سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ آپسمین ایک دوسرے کو قتل نکرین - اور آپس والون کو اونکے گھرون سے نہ نکالین اور اگر بنی اسرائیل مین سے کوئی مرد یا عورت غلام یا باندی ہو جائے تو قیمت دیکر اوسکو آزاد کرادین مدینہ مین بنی اسرائیل کے دو گروہ تھے بنی قریظہ اور بنی نضیر دونو یہودی تھے اسیطرح مدینہ کے مشرکین بھی دو گروہ تھے اوس اور خزرج جو بعد اسلام کے انصار کہلائے یہ دونو آپسمین ہمیشہ لڑتے تھے بنی اسرائیل مین سے بنی نضیر کا حلیف اوس کے ساتھہ تھا اور بنی قریظہ نے خزرج کے ساتھہ عہد کیا تھا - اسوجہ سے ہمیشہ اوس اور بنی نضیر ملکر خزرج اور بنی قریظہ سے لڑا کرتے تھے - اور جبکبھی ایک فریق دوسرے فریق پر غلبہ پالیتا تو اون کے گھرون کو

اچھی طرح ادا نہین کرتا تہا اوسکی تعلیم کا طریقہ اونہون نے یہ مقرر کیا کہ مین چاہتا ہون کہ آپکے
سامنے وضو کرون آپ بغور دیکھین اور جو قصور ہو اوسپر مجھکو مطلع کردین - اسطرح کی نصیحت بہی
تنہائی مین کرے - تیسرے یہ کہ ملاقات کے وقت اپنی محبت ظاہر کرے اوسکے حالات پوچھے
اوسکی خوشی اور رنج مین شریک ہو مگر سب سچی باتین کہے جہوٹے مبالغون کو دخل نہ دے - چوتھے جب
اوسکو پکارے تو اوسکا نام تعظیم کے ساتھ لے - پانچوین جب پیچھے اوسکا ذکر آوے تو اوسکو
بہلائی کے ساتھہ یاد کرے اور سچی تعریف کرے اور جو اوسمین خوبیان ہون اونکا ذکر کرے مگر جہوٹ
اور حد سے بڑہکر مبالغے سے بچے - چھٹے وہ مشورہ کرے تو نیک صلاح دے - ساتوین جب دیکہے
کہ وہ کسی بلا مین پہنسنے والا ہے اور اوسکی تدبیر اوسکو معلوم ہے تو نہایت حسن خلق کے ساتھہ بتادے
ان مین سے اکثر امور ایسے ہین جنکا برتاؤ کافرون کے ساتھہ بہی موجب اجر و ثواب ہوگا اسیوجہ سے اللہ
نے عموماً سب آدمیونکے ساتھہ احسان کا حکم کیا مسلمانون کی قید نہین لگائی - اس حکم کا مطلب
یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ دوسرون کو خوش کرنیکے لیئے اونکی مرضی کے موافق باتین کردے - اور
حق و باطل کا لحاظ نہ کرے - اسیوجہ سے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکہا ہے کہ حسن خلق
مین اور مداہنت یعنی دوسرے کی خوشامد کے لیئے امور دین مین سستی اختیار کرنے مین بڑا فرق ہے
حسن خلق اسکو کہتے ہین کہ اپنے نفس کے مقابلہ مین دوسرے کی تعظیم کرنا اور اپنی ذات کو اوس کے
سامنے چہوٹا کردینا اور جو خاص اوسکے حق مین دوسرا شخص تقصیر کرے اوس سے درگذر کرنا یہ امر مستحسن ہے
اور اسی کا اس آیت مین حکم ہے - اور مداہنت کے معنی یہ ہین کہ امور ممنوعہ کو دیکہنا اور سننا اور اپنے دین کو
سبک کردینا اور حق شرع سے درگذرنا یہ امر حرام ہے اگر اسکو کسی نے کوئی سخت کلمہ کہا یا اسکی تعظیم
نہ کی تو اوسپر غصہ نہ کرنا بلکہ اوسکے ساتھہ احسان کرنا حسن خلق ہے - اور اگر کسی نے کوئی حرکت خلاف
شرع کی یا دین کی تعظیم چہوڑ دی اوسکے ساتھہ موافق ہوجانا اور ناخوشی ظاہر نہ کرنا اور

جاوین سخت عذاب مین **ف** چنانچہ دنیا مین بھی یہودیون کی ان دونو فرقونکو ذلت اور خواری حاصل ہوئی - بنی قریظہ مسلمانون کے ہاتہونسے قتل ہوئے اور بنی نضیر مدینہ سے جلا وطن کئے گئے **وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ** ط اور نہین ہے اللہ غافل اوس سے جو عمل کرتے ہو تم **اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ** یہی ہین وہ لوگ کہ مول لی ادنہون نے یہ تہوڑی زندگی آخرت کے بدلے **ف** یعنی دنیا کے تہوڑے فائدے کے لیے آخرت کا عذاب قبول کیا **فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ** ۵ تو نہ کم کیا جاویگا اونسے عذاب اور نہ وہ مدد کئے جاوینگے **وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ** اور بیشک دی ہمنے موسے کو کتاب اور پے در پے بہیجے پیچھے اوسکے رسول **وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ** اور دین ہمنے عیسیٰ پسر مریم کو کہلی ہوئی دلیلین **ف** ان دلیلون سے حضرت عیسیٰؑ کے معجزات مراد ہین مثلاً بغیر باپ کے اونکا پیدا ہونا اور مردون کو زندہ کر دینا اور اندہون اور کوڑیون کو اچھا کر دینا اور غیب کی خبر دینا۔

سید احمد خان کہتے ہین کہ بینات سے معجزات مراد نہین ہو سکتے اسلئے کہ وہ صفت آیات کی ہے جو یہان سے محذوف ہے اور آیات دلیل کو کہتے ہین اور معجزات دلیل نبوت نہین ہو سکتے اسلئے انہون نے ایک قدیمی تقریر ملحدین منکرین نبوت کی نقل کی ہے جسمین فلسفہ کے طور پر اس امر مین بحث کی گئی ہے کہ معجزات دلیل نبوت نہین ہو سکتے - **مگر ہم** کہتے ہین کہ بینہ کے معنے دلیل کے ہین پس یہان آیات کے محذوف ماننے کی ضرورت نہین اور قرآن مین جابجا بینہ بمعنی معجزہ مذکور ہے چنانچہ سورہ اعراف مین حضرت موسے اور فرعون کا قصہ یہ مذکور ہے **قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ** یعنی موسیٰ نے کہا کہ مین تمہارے پاس دلیل لایا ہون تمہارے رب کیطرف سے تو بہیج میرے ساتھ

ویران کر دیتے اور اونکو نکالدیتے پس بنی قریضہ اور بنی نضیر کا آپسمین ایک دوسرے کو قتل کرنا اور گھروں سے نکالنا اوس عہد کے خلاف تھا مگر اونمین یہ بھی دستور تہا کہ بنی اسرائیل کے ان دونو گروہون مین سے اگر کوئی قید ہوجاتا تو ان دونو گروہون کے آدمی اوسکا فدیہ دیدیتے یعنی چندہ کرکے اوسکی قیمت دیدیتے اور اوسکو آزاد کرادیتے اس امر پر تمام اہل عرب نے تعجب کے طور پر اونسے پوچھنا شروع کیا کہ جب تم اونکا فدیہ دیتے ہو تو پھر لڑتے کیون ہو تو اوسکا جواب وہ یہ دیتے تہے کہ ہم جو اوس اور خزرج سے عہد کرچکے ہین اسوجہ سے لڑتے ہین اسپر اللہ نے اون سے خطاب کرکے فرمایا کہ اللہ کے چار حکمون مین سے تین حکمون مین تم نافرمانی کرتے ہو ایک یہ کہ باہم قتال کرتے ہو۔ دوسرے یہ کہ بنی اسرائیل مین سے ایک گروہ کو گھر وںسے نکالتے ہو۔ تیسرے یہ کہ باہم ایک دوسرے کے مقابلہ پر گناہ اور سرکشی کے ساتھہ دشمن کی مدد کرتے ہو اور ایک حکم مانتے ہو یعنی بعد قید ہوجانے کے فدیہ دیتے ہو تُظٰهِرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ ؕ مدد کرتے ہو تم اون کے مقابلہ پر گناہ اور سرکشی کے ساتھہ اور اگر آتے ہین تمہارے پاس قید ہوکر تو فدیہ دیتے ہو تم وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اور حال یہ ہے کہ حرام ہے تمپر نکالنا اونکا یہان صرف گھروںسے نکالنے کی حرمت بیان کی اور اسی سے ظاہر ہوگیا کہ قتل چونکہ زیادہ سخت ہے وہ بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ کیا ایمان لاتے ہو بعض کتاب پر اور انکار کرتے ہو بعض کا ف یعنی اپنی قوم کو قیدیونکو فدیہ دیکر چھڑا دینے کا حکم تو مانتے ہو اور اونکا قتل کرنا اور گھروں سے نکالنا اور اونکے مقابلہ مین اونکے دشمنون کی مدد کرنا جو بدرجہ اولیٰ حرام ہے اس حکم کو نہین مانتے فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ تو کیا بدلا ہے اوسکا جو تم مین سے ایسا کرے مگر یہ کہ خواری ہو اس تھوڑی زندگی مین اور قیامت کے دن ڈالے

فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ۔ پس ایک فریق کو جھٹلا بیٹھے اور ایک فریق کو
قتل کرتے ہو تم ف یعنی انبیا کے احکام جو تمہارے نفس کی خواہشوں کے خلاف ہوتے ہیں
اونکو نہیں مانتے اور اسیوجہ سے بعض انبیا کی تکذیب کرتے ہو اور بعض کو قتل کرتے ہو مثلاً حضرت عیسےٰ وغیرہ
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور حضرت یحییٰ اور زکریا وغیرہ کو قتل کیا وَقَالُوا قُلُوبُنَا
غُلْفٌ ۔ اور کہا اونہوں نے کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں ف یعنی ہمارے دلوں پر پردے
پڑا ہوا ہے ہم تیری بات نہیں سنتے بَل لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ بلکہ لعنت کردی ہے
اونپر اللہ نے اونکے کفر کے سبب سے فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ۔ پس بہت تھوڑے ایمان
لاتے ہیں ف یعنی اونکے کفر کیوجہ سے اللہ نے اونکو اپنی رحمت سے دور کردیا ہے اور ایمان لانیوالے
اونمیں بہت ہی تھوڑے ہیں وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا
مَعَهُمْ لا وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا
جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۔
اور جب آئی اونکے پاس کتاب اللہ کے پاس سے تصدیق کرنیوالی اوس کتاب کی جو اونکے پاس ہے
حالانکہ تھے وہ اس سے پہلے فتح طلب کرتے تھے کافروں پر پس جب آئی اونکے پاس وہ چیز جو پہچان لی اونہوں
نے کافر ہوگئے وہ تو لعنت ہو اللہ کی کافروں پر ف یعنی یہودی پہلے سے تو مشرکین کے مقابلہ
میں فتح پانیکی دعا اللہ سے مانگتے تھے اور اس مراد کے ملنے کے لیے نبی آخرالزمان کے منتظر
تھے مگر جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے اور قرآن نازل ہونا شروع ہوا جو توریت وغیرہ کے
مضامین کی تصدیق کرتا تھا۔ اور اہل کتاب نے پیغمبر آخرالزمان کو خوب پہچان لیا اوسوقت کافر ہوگئے
ابونعیم اور بیہقی اور حاکم نے صحیح سندوں سے روایت کی ہے کہ خیبر اور مدینہ کے یہودی مشرکین عرب
کے مقابلے میں لڑائیوں میں شکست پر شکست پاتے تھے تب اونہوں نے اپنے علما کی طرف

بنی اسرائیل کو فرعون نے کہا کہ اگر تو دلیل لایا ہے تو پیش کر اگر تو سچا ہے موسیٰ نے اپنا عصا ڈالدیا تو وہ کھلا ہوا سانپ تھا اور اپنا ہاتھ نکالا تو وہ روشن تھا دیکھنے والوں کے لیے اس آیت میں بینہ اور آیت دونو لفظ بمعنی معجزہ مذکور ہیں پس بینہ کے معنے معجزات کے ثابت ہو گئے تو آیات کے محذوف ماننے کی کوئی ضرورت نہیں اور اسمقام پر یہ بحث کہ معجزہ دلیل نبوت ہو سکتا ہے یا نہیں محض بے محل ہے اسلیے کہ یہاں خطاب اہل کتاب سے ہے اور وہ انبیاء سابقین کے معجزات سے واقف تھے اور معجزے کو دلیل نبوت سمجھتے تھے اب ہم اس سے قطع نظر کرکے بھی یہ کہتے ہیں کہ اہل کتاب پر ہی کیا موقوف ہے تمام اہل عرب کا یہی حال تھا کہ وہ تصدیق نبوت کے واسطے معجزہ مانگتے تھے اور کچھ اہل عرب پر بھی موقوف نہیں تمام جہان کا ہمیشہ سے یہی حال ہے اور ہر زمانہ میں انبیاء نے اپنے معجزات سے منکرین پر حجت تمام کی ہے اور وہ سب معجزات کو دلیل نبوت مانتے تھے اور جو معجزہ دیکھنے کے بعد ایمان نہیں لاتے تھے وہ دل میں قائل ہو جاتے تھے مگر صرف اونکے عناد اور تعصب کیوجہ سے انکار کرتے رہتے تھے اسیوجہ سے عذاب الٰہی انپر نازل ہوتا تھا اور ابتداے پیدائش جہان سے محمد رسول اللہ صلی اللہ کے زمانہ تک ہر نبی نے اپنے دعوے کی شہادت میں معجزات ہی پیش کئے۔ انبیاء نے اپنی نبوت کے ثابت کرنیکے لیے کبھی منطقی دلائل پیش نہیں کئے اور نہ انبیاء کے زمانہ میں ان فلسفی اعتراضوں کا دستور تھا ایسے لوگوں کے جواب میں قرآن کا معجزہ بہت کافی ہے بالتو اوسکو دلیل نبوت سمجھیں ورنہ اوسکی مثل ایک چھوٹی سی سورت بنادیں **وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ** اور مدد کی ہمنے اوسکی روح قدس سے **ف** روح قدس سے مراد یا جبرئیل ہیں یا وہ پاک روح جو حضرت عیسیٰؑ کے بدن میں اللہ نے ڈالی تھی بعض کے نزدیک روح قدس سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے اسم اعظم اونکو سکھا دیا تھا اور بعض کے نزدیک انجیل مراد ہے۔

اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ

کیا جب لایا تمہارے پاس کوئی رسول ایسی چیزیں جسکو نہیں پسند کرتا نفس تمہارا تو غرور کرتے ہو تم۔

اس ضد پر کہ خدا نے بنی اسرائیل مین سے کیون مقرر کیا اللہ کی کتابونکا انکار شروع کردیا قرآن کا بھی
انکار کیا اور توریت کی اون آیتونکا بھی انکار کیا جن مین صفت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی
مذکور تھی پس اونہون نے اس کفر کی عوض اپنی جانونکو عذاب مین مبتلا کیا اسیوجہ سے اللہ نے فرمایا
کہ اپنی جانونکی عوض اونہون نے یہ کفر مول لیا اور بہت بری چیز مول لی اسلیے کہ وہ اللہ کی غضب
بالاے غضب کے مستحق ہوگئے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا
نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الْحَقُّ
مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ط اور جب اونسے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ اون چیزون پر جو اللہ نے
نازل کین تو وہ کہتے ہین کہ ہم تو اوسی پر ایمان لاوینگے جو ہمپر نازل ہوئی ہے اور انکار کرتے ہین اوسکا
جو اوسکے سوا ہین حالانکہ وہ حق ہے تصدیق کرتا ہے اوسکی جو اون کے پاس ہے ف
یعنی جب اون سے کہا جاتا ہو کہ قرآن پر ایمان لاؤ وہ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے تو وہ کہتے ہین
کہ ہمتو اونہین کتابونپر ایمان لائے ہین جو ہمپر نازل ہوئی ہین اور اوسکے سوا جو کلام الہی ہے یعنی قرآن
اوسکا انکار کرتے ہین حالانکہ یہ قرآن حق ہے اور توریت وغیرہ اون کتابون کی جو اون کے پاس
ہین تصدیق کرتا ہے قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ط تو کہدے پھر کسلیے قتل کرتے ہو تم اللہ کے نبیونکو پہلے سے اگر تم مومن ہو۔
ف یعنی وہ یہ جو دعوی کرتے ہین کہ ہم اونہین کتابون پر ایمان لائے ہین جو ہمپر نازل ہوئین
ہین اس دعوی مین بھی وہ سچے نہین اسلیے کہ اگر وہ اون کتابونپر ایمان لاتے تو پہلے زمانے مین
خدا کے نبیون کو کیون قتل کرتے وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ
اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ط اور بیشک لایا تمہارے
پاس موسی کھلی ہوئی دلیلین پھر بنا لیا تمنے گوسالہ بعد اوس کے اور تم ظالم تھے۔

رجوع کیا اونہون نے سپاہیون کو ایک دعا تعلیم کی جسکا حاصل یہ تہا کہ اے اللہ تجکو طفیل نبی آخرالزمان اور اونکی کتاب کے فتح دے چنانچہ اسکے بعد پہر یہودیونکو شکست نہین ہوئی - امام احمد اور طبرانی نے سلمہ بن قیس سے روایت کی ہے کہ ہمارے محلہ مین ایک یہودی رہتا تہا ایک روز اوسنے کہا کہ اے بت پرستو کیا تمکو خبر نہین کہ مرنیکے بعد کیا ہوگا کل آدمی دوبارہ زندہ ہونگے اور بہشت اور دوزخ سامنے آویگا اور حساب اور وزن اعمال ہوگا ہر شخص اپنے اعمال کی سزا پائیگا سب لوگون کو یہ باتین اجنبی معلوم ہوئین - تب اوسنے کہا کہ خدا کی قسم اگر اوسکی عوض دنیا مین ایک بڑے تنور مین آگ بہر کر اوسمین مجہکو ڈالدین اور دوزخ کے عذاب سے نجات دین تو میری عین مراد ہے لوگون نے پوچہا کہ تیرے اس قول کی کیا دلیل ہے اوسنے کہا کہ بہت جلد مکہ اور مدینہ کیطرف سے ایک پیغمبر پیدا ہوگا وہ اس قول کو تمہین بخوبی سمجہا دیگا لوگون نے پوچہا کہ وہ پیغمبر کب پیدا ہوگا سلمہ بن قیس جو راوی اس قصہ کے ہین وہ کہتے ہین کہ میری طرف کو اوس یہودی نے اشارہ کرکے کہا کہ اگر یہ جوان زندہ رہا تو اوس پیغمبر کو دیکہہ لیگا سلمہ کہتے ہین کہ چند روز کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر مشہور ہوئی جب وہ حضرت مدینہ مین تشریف لائے تو ہم سب مسلمان ہوئے مگر وہ یہودی جسنے یہ گفتگو کی تہی مسلمان نہوا بلکہ مسلمانونکا سخت دشمن بنا مین نے وہ گفتگو اوسکو یاد دلائی تو اوسنے کہا کہ ہان وہ بات مجہکو یاد ہے مگر یہ شخص وہ پیغمبر نہین - بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ أَنْ يَكْفُرُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ بَغْيًا أَنْ يُنَزِّلَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ فَبَاءُوا بِغَضَبٍ عَلَىٰ غَضَبٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ بری ہے وہ چیز کہ بیچ ڈالین اونہون نے اوسکے بدلے مین اپنی جانین یہ کہ انکار کرین اون امورکا جو اللہ نے نازل کئے ہین اس ضد پر کہ اللہ اوتارتا ہے اپنا فضل جسپر چاہتا ہی اپنے بندون سے تو سزاوار ہوئے غضب پر غضب کے اور کافرون کے لئے عذاب ہے ذلیل کرنیوالا یعنی اونہون نے

کفر کی وجہ سے گوسالہ کی محبت اونکے دل مین پڑی قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ۝ تو کہدے اے محمد کہ بری ہے وہ چیز جسکو حکم کرتا ہے ایمان تمہارا اگر تم مومن ہو۔
ف یعنی تم تو بیت پر ایمان لانیکا وعدہ کرتے ہو اور پھر ایسی حرکتین تمسے ظاہر ہوتی ہین
پس تمہارا ایمان تمکو بہت بری باتین سکھاتا ہے قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ
عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ۝ تو کہدے کہ اگر ہے صرف تمہارے لئے آخرت کا گھر اللہ کے پاس خاص نہ اور لوگ
لئے تو آرزو کرو موت کی اگر ہو تم سچے وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ
عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ اور ہرگز موت کی آرزو کبھی نکرینگے بسبب اُن اعمال کے جو کر چکے ہین
اون کے ہاتھ اور اللہ جاننے والا ہے ظالمونکو ف یہودی یہ دعوی کرتے تھے کہ جنت یہودیون کے
سوا کسیکو نملیگی اور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوینگے وہ جنت مین داخل نہونگے اسکے جواب مین اونکے
عاجز کرنے کے واسطے اللہ نے پیغمبر کو حکم دیا کہ تم یہودیون سے کہو کہ اگر تم اعتقاد رکھتے ہو کہ بہشت فقط
تمہارے لیئے ہے مسلمانونکو نملیگی تو تمکو چاہیئے کہ اپنے لیئے موت کی دعا مانگو اسلئے کہ جس شخص کو جنت مین
جانیکا یقین ہو اوسکے واسطے موت اوسکی زندگی سے بدرجہا بہتر ہے اللہ نے بذریعہ وحی کے پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم کو یہہی خبر دی تھی کہ اگر اسکے جواب مین دعاے موت کی جرات کرینگے تو فوراً ہلاک ہوجائینگے اور چونکہ
یہودی دل مین بخوبی جانتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے نبی ہین اور قرآن اللہ کا سچا کلام ہے
مگر ظاہر مین حسد کی وجہ سے انکار کرتے تھے اونکو اس بات پر یقین تھا کہ بیشک اللہ کیطرف سے یہہ حکم ہے
اگر ہمنے دعا مانگی تو فوراً ہلاک ہوجائینگے۔ اسیوجہ سے اونکو دعا مانگنے کی جرات نہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی حجت یہودیون پر تمام ہوگئی زبان سے دعا مانگ لینا بہت سہل بات تھی مگر اللہ نے اون کو
عاجز کر دیا اور وہ لاجواب ہوگئے اس قصے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو معجزے ثابت ہوئے ایک تو

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ
خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ط
قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا اور جبکہ لیا ہم نے عہد تمہارا
اور اوٹھایا اوپر تمہارے طور کو پکڑلو اوسکو جو دیا ہمنے تمکو مضبوط اور سنو
تو بولے وہ کہ سنا ہمنے اور نہ مانا ہمنے ف مفسرین نے
لکھا ہے کہ نہ ماننے کا قول اونہون نے علانیہ زبان سے نہین کہا تہا بلکہ قرائن نافرمانی کرا اونکی حالت سے
ظاہر تہے اسوجہ سے اللہ نے اسقول کو اونکی طرف منسوب کیا اور ظاہر ہے کہ جسوقت طور کا پہاڑ
اونکے سر پر آگیا تھا اوسحالت مین زبان سے وہ ایسا قول نہین کہہ سکتے تہے ورنہ وہ پہاڑ
اونکے سر پر گر پڑتا بلکہ نافرمانی اون کے دل مین تہی زبان پر نہین اور اوسوقت پہاڑ اون کے
سر سے ٹل جانے اور عہد پورا ہو جانیکے واسطے صرف زبانی اقرار کافی تہا۔ اور اکثر مفسرین کا
قول یہ ہے کہ اونہون نے زبان سے یہ معمولی ادا کیا کہ ہمنے سن لیا مگر یا نہین یعنی ایسا کہلا ہوا
معجزہ دیکہا کہ پہاڑ اونکے سر پر آگیا پہر بہی نافرمانی نہ چہوڑی اور پہاڑ اون کے سر پر لانیسے
صرف ایک معجزہ دکہانا اونکو منظور تھا اوسوقت پہاڑ اون کے سر پر گرا دینا اور اونکا غارت کر دینا
مقصود نہتھا اسوجہ سے وہ باوجود اس نافرمانی کے قول کے اوسوقت غارت نہوئے بعض
مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہ دونو قول اون کے ایک وقت مین تہے بلکہ جسوقت کوہ طور سر پر آگیا تہا
اوسوقت تو اونہون نے یہی کہا تہا کہ ہمنے سن لیا۔ اور اوسکے بعد جب خوف زائل ہو گیا تو اونہون
نے کہا کہ ہم نہین مانتے واللہ اعلم بالصواب وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ
بِكُفْرِهِمْ اور پلائی گئی ہے دلونمین اونکے گوسالہ کی محبت اونکے کفر کے سبب سے ف
اونکا کفر یہ تہا کہ اللہ کا مجسم بنکر سامنے آجانا یا کسی جسم مین حلول کر جانا اون کے نزدیک جائز تہا اسی

تو اونہون نے دم نکلتے وقت یہ فرمایا کہ اب وہ وقت آگیا کہ مین اپنے دوستون یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے ساتھیون سے جاملونگا اور ابن سعد نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ حضرت حذیفہ نے مرتے وقت فرمایا کہ میرا محبوب عین انتظار مین مجھکو ملا جو اس سے ڈریگا وہ مراد نپاویگا وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَىٰ حَيَوٰةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا ۚ اور البتہ پاویگا تو اونکو سب سے زیادہ حریص زندگی پر اور مشرکین سے بھی زیادہ حریص ف چونکہ یہودی اپنے دل مین خوب جانتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہین اور اونکی اطاعت واجب ہے مگر ظاہر مین حرص اور تعصب کی وجہ سے انکار کرتے تھے اسلئے وہ یہ بھی اعتقاد رکھتے تھے کہ جبتک زندگی ہے تب ہی تک عذاب سے چھوٹے ہوئے ہین مرنیکے بعد اس تعصب اور عناد کی ضرور سزا ملے گی اور دوزخکے عذاب مین مبتلا ہونگے اسلیوجہ سے وہ موت سے بہت ڈرتے تھے اور سب آدمیون سے زیادہ وہ زندگی کو پسند کرتے تھے۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ وہ مشرکین سے بھی زیادہ زندگی کے حریص ہین یہ اسواسطے فرمایا کہ مشرکین دنیا کی سوا اور کسی رنج و راحت کو نہین مانتے تھے اور آخرت کے منکر تھے اسلئے زندگی کو بہت عزیز رکھتے تھے مگر یہودی اونسے بھی زیادہ زندگی کے حریص تھے اسلئے کہ مرنیکے بعد مشرکین کو کسی عذاب کا خوف نتھا اور یہودی یقیناً جانتے تھے کہ ہم عذاب مین مبتلا ہونگے۔ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ پسند کرتا ہے ہر ایک اونمین کا کہ کاش عمر دیجاے ہزار برس کی وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِ أَنْ يُعَمَّرَ ۗ اور نہین ہے یہ درازی عمر بچانیوالی اوسکی دوزخ سے اگر عمر دی ہی جاے ف یعنی یہود یونمین سے ہر شخص کی یہ تمنا ہے کہ اوسکو ہزار برس کی عمر ملے پھر اللہ فرماتا ہے اگر اون کو ہزار برس کی بھی عمر ملجاے تب بھی تو وہ آخر کو دوزخ مین ہی جانیوالے ہین عمر کی درازی دوزخ کے عذاب سے تو نہین بچاتی۔ اور محدود زمانہ اگرچہ ہزار برس ہی کیون نہو بہت جلد تمام ہوجاتا ہے اور آخرت کا عذاب ہمیشہ رہیگا کبھی تمام نہوگا پھر اوسکے مقابلہ مین ہزار برس کی کیا اصل ہے

یہودیونکو دعاے موت کی جرات نہونا دوسرے یہہ کہ خبر غیب کی بیان کردینا کہ وہ کبھی یہ دعا نہ مانگینگے بیہقی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام یہودیونکو جمع کیا اور فرمایا کہ اگر تم اپنے اس دعوے مین سچے ہو تو ایکبار اپنی زبان سے کہدو کہ اے اللہ موت دے قسم ہے اوس خدا کی کہ میری جان اوسکے قبضہ قدرت مین ہے کہ تم مین سے جو کوئی یہ کہے گا ابھی اوسکے مونہہ کا تھوک اوسکے گلے مین پھنس جاویگا اور فوراً ہلاک ہوجاویگا یہودی یہ سنتے ہی ڈر گئے اور کسیکو یہ جرات نہوئی اور ترمذی اور بخاری نے ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اگر یہودی یہ تمنا کرتے تو فوراً ہلاک ہوجاتے - ابن جریر نے ابن عباسؓ سے یہ روایت کی ہے کہ جسدن یہودیون سے یہ کہا گیا تھا اگر اوسدن وہ موت کی تمنا کرتے تو روے زمین پر ایک یہودی بھی زندہ باقی نرہتا اس اخیر کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ موت کی تمنا کرتے ہی یہودیونکا فوراً ہلاک ہوجانا خاص اسی شخص کیساتھ تھا

ف موت کی تمنا کرنا کسی دنیاوی مصیبت یا مالی یا جسمی تکلیف کی وجہ سے منع ہے مگر کوئی دینی مصلحت ہو یا دینی فتنہ کا خوف ہو یا دیدار الٰہی کا شوق غالب ہو تو ایسے وقتمین جایز ہے اور شہادت کی موت طلب کرنا مستحب ہے بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے بھی ایسی صورتونمین موت کی دعا منقول ہے امام مالکؒ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ جب آپ دینوپر فتنہ بھیجنا چاہے تو مجھکو اوس فتنہ سے پہلے اوٹھالے - اور امام مالک نے حضرت عمرؓ سے بھی روایت کی ہے کہ اونھون نے اپنے بڑھاپے اور ضعف کیحالت دیکھکر اس خوف سے کہ آیندہ اوسے عبادت اور اعمال مین تقصیر واقع ہوگی موت کی دعا مانگی اور اوسکے بعد ایک مہینہ کے اندر اونکا انتقال ہوگیا - اور ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھکو اس بات کی پروا نہین ہے کہ موت مجھپر گرے یا مین موت پر گرون - حاصل یہ ہے کہ موت کا اونکو بالکل خوف نتھا طبرانی نے روایت کی ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جب جنگ صفین مین شہید ہوے

یہ ہی پوچھا تہا کہ اہل جنت کے سامنے سب سے پہلے کونسا تحفہ پیش ہوگا۔ اسکا جواب حضرتؐ نے یہ دیا کہ سب سے پہلے مچھلی کے جگر کا گوشت اہل جنت کے سامنے آویگا ان سب جوابونکو یہودیون نے حق بتایا مگر جبرئیل کا نام سنکر اونہون نے یہ کہا کہ وہ ہمارا دشمن ہے اسیوجہ سے ہم تمہاری اطاعت قبول نہین کرسکتے اوسوقت یہ آیت نازل ہوئی کہ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ الخ دوسرا قصہ اسکے سبب نزول مین ابن ابی شیبہ اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم وغیرہ نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ توریت سننے کے لئے یہودیونکی مجلس مین تشریف لیجایا کرتے تھے اور توریت کو سنکر تعجب کیا کرتے تہے کہ وہ قرآن کی بالکل تصدیق کرتی ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہین کہ ایکمرتبہ مین نے یہودیونسے پوچہا کہ تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے رسول ہین اسکے جواب مین ایک یہودیونکی عالم نے کہا کہ بیشک ہم جانتے ہین کہ وہ اللہ کے رسول ہین تب حضرت عمرؓ نے پوچہا کہ تم اونکی اطاعت کیون نہین کرتے تو یہودیون نے جواب دیا کہ ہمنے اون سے پوچہا تہا کہ تمہارے پاس وحی کون لاتا ہے اسکے جواب مین اونہون نے جبرئیل کا نام لیا چونکہ جبرئیل ہمارا ہمیشہ سے دشمن ہے اور سختی اور لڑائی اور ہلاکی کے احکام نازل کرتا ہے اسلئے ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول نہین کرتے تب حضرت عمرؓ نے پوچہا کہ تمہارا دوست کون فرشتہ ہے اونہون نے میکائیل کا نام لیا کہ وہ مینہ برساتا ہے اور رحمت نازل کرتا ہے تب حضرت عمرؓ نے پوچہا کہ خدا کے نزدیک ان دونو کے مرتبہ مین کیا فرق ہے تو اونہون نے جواب دیا کہ ایک اللہ کے دائین طرف ہے دوسرا بائین طرف اسکے جواب مین حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ایسی صورت مین یہ ہرگز نہین ہوسکتا کہ اون دونو مین باہم ناموافقت ہو وہانسے اوٹھکر حضرت عمرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور ابھی کچھ کہنے نپائے تہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپہ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ کافِرِینَ تک سنائی تب حضرت عمرؓ نے کہا کہ مین یہودیونکی مجلس سے اوٹھکر سیدہا آپ کے ہی پاس آیا تہا تاکہ اوس گفتگو کا آپ سے ذکر کرون مگر آپکو اللہ نے پہلے ہی خبر دیدی ابن جریر نے نقل کیا ہے کہ مفسرین کا

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ط اور اللہ دیکھنے والا ہے اونکے اعمال کو ف
پس بیشک اونکو سزا دیگا اگر اللہ کو اونکے اعمال کی خبر نہوتی شاید بچ جاتے قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا
لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ
وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ تو کہدے جو کوئی دشمن ہو جبریل کا کہ بیشک اوسنے
اوتارا ہے قرآن تیرے دل پر اللہ کے حکم سے تصدیق کرنیوالا اوسکی جو پہلے اوس سے ہے اور
ہدایت اور بشارت مومنین کے لیے ف اس آیت کے سبب نزول مین دو قصے مروی ہین اول یہ کہ
امام احمدؒ اور ابن جریرؒ وغیرہ بہت سے محدثین نے ابن عباسؓ سے یہ روایت کی ہے کہ یہودیون نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چار باتین پوچھین تھین اور یہ کہا تھا کہ ان امور کی نبی کے سوا کسی اور کو
خبر نہین ہوتی اگر تم ان چارون باتونکا ٹھیک جواب دو گے تو ہم تمہاری اطاعت قبول کرینگے
اول یہ کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنے واسطے کونسا کھانا حرام کرلیا تھا۔ دوسرے یہ کہ اسکا کیا سبب ہے
کہ بچہ کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہے کبھی ماں کے۔ تیسرے یہ کہ جب آپ سوتے ہین تو آپ کی کیا حالت ہوتی ہے
چوتھے یہ کہ کونسا فرشتہ آپکے پاس وحی لاتا ہے۔ پہلے سوال کا جواب حضرتؐ نے یہ دیا کہ حضرت
یعقوبؑ ایک سخت مرض مین مبتلا ہوے تھے تو اونہون نے اللہ سے یہ نذر کی تھی کہ اس مرض سے مجھکو شفا ہوجاوے
تو کھانون مین جو کھانا مجھکو سب سے زیادہ مرغوب ہے اوسکو ہمیشہ کے لئے ترک کردونگا چنانچہ جب اللہ
نے اونکو صحت دی تو اونٹ کا گوشت اور اوسکا دودھ جو اونکو سب سے زیادہ عزیز تھا اونہون نے
چھوڑدیا۔ دوسرے سوال کا جواب حضرتؐ نے یہ دیا کہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہوتی ہے عورت کی منی
زرد اور پتلی ہوتی ہے اون دونکے ملنے کے بعد جسکی قوت کو غلبہ ہوتا ہے بچہ اوسی کے مشابہ ہوجاتا ہے تیسرے
سوال کا جواب آپنے یہ فرمایا کہ میری آنکھین سوتی ہین اور دل بیدار رہتا ہے۔ چوتھے سوال کا
جواب حضرت نے یہ فرمایا کہ جو فرشتہ میرے پاس وحی لاتا ہے وہ جبریل ہی بعضی روایتون مین یہ بھی آیا ہے کہ اونہونے

یہ مقرر ہوچکا ہے کہ اوسکے ہاتھ سے تمپر ایذا پہونچے گی تو تم اللہ کی تقدیر کو کیونکر بدلسکتے ہو اور اگر یہ لڑکا وہ نہین ہے تو پھر ایک بیگناہ بچے کو کیون قتل کرتے ہو غرض ان لطائف الحیل سے جبرئیل نے اوس لڑکیکو بچا لیا اور نتیجہ اوسکا یہ ہوا کہ اوس لڑکے نے جوان ہوکر بیت المقدس پر فوجکشی کی اور بنی اسرائیل کو تباہ کیا ف جبرئیل اور میکائیل اور ان کے علاوہ دو فرشتے اور یعنی اسرافیل اور عزرائیل یہی چار دن فرشتے تمام ملائکہ مین افضل ہین ابوالشیخ نے عکرمہ بن خالد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ تمام مخلوقات مین سب سے زیادہ عزیز اللہ کے نزدیک کون ہے حضرت نے فرمایا کہ مجھکو معلوم نہین پھر جبرئیل نازل ہوئے اونسے پوچھا اونہون نے بھی یہی جواب دیا اوس کے بعد پھر جو دوبارہ جبرئیل آئے تو اونہون نے جواب دیا کہ مخلوقات مین چار فرشتے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزیز ہین جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل اور عزرائیل جبرئیل سے کارخانہ نبوت اور رسولونکے پاس آمد و رفت اور لڑائیونکی فتح و شکست متعلق ہے۔ اور میکائیل سے آسمان سے مینہ برسانا اور زمین سے نباتات کا جمانا متعلق ہے۔ عزرائیل سے بندونکی روحین قبض کرنیکا کام متعلق ہے خواہ خشکی مین ہون خواہ تری مین اسرافیل اللہ کے امین ہین پہلے تینون فرشتون کو احکام اللہ کے اونہین کے ذریعے سے پہونچتے ہین۔ اور لوح محفوظ کے مضامین کی خبر بھی وہی دیتے ہین اور ابوالشیخ نے خالد بن ابی عمران سے روایت کی ہے کہ بندونکے نامہ اعمال بھی میکائیل کے پاس پہونچتے ہین اور نیز اونہون نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ صور پھونکنے کا کام اسرافیل سے متعلق ہے اور نیز ابوالشیخ نے وہب سے روایت کی ہے کہ گنہگار دنیر لعنت کرنا اور مقربین الہی پر رحمت نازل کرنا جبرئیل کا کام ہے ان امور کا حکم اول اونکو ہوتا ہے پھر اونکے واسطے سے اور دونکو پہونچتا ہے حاکم نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر پیغمبر کے ساتھ دو وزیر ہوتے تھے مجھکو اللہ نے چار وزیر دئے ہین۔ دو وزیر میرے آسمان پر ہین جبرئیل

ف خالد بن ابی عمران ابوالشیخ کے قاضی سمرقند اور فقیہ ہین صدوق ہین روایت ہین ثقہ تابعین ہین سے ہین سنہ ۱۲۰ھ مین انکا انتقال ہوا ہے

اجماع ہے کہ سبب نزول اس آیت کا یہی قصہ ہے اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب یہودیون نے
حضرت صلعم سے گفتگو کی اوسکے متصل حضرت عمرؓ کی گفتگو یہودیون سے واقع ہوئی اور اوسیوقت یہ آیت
نازل ہوئی مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَ
مِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ جو کوئی دشمن ہو اللہ کا اور اوسکے ملائکہ
اور رسولون کا اور جبریل کا اور میکائیل کا تو بیشک اللہ دشمن ہے کافرون کے لیے ف
اس آیت مین اللہ نے یہ ظاہر فرمادیا کہ جو کوئی ملائکہ کا دشمن ہو یا رسولونکا دشمن ہو وہ اوسیطرح کافر ہے جیسا کہ
اللہ کا دشمن کافر ہوتا ہے اگرچہ جبریل و میکائیل ملائکہ مین شامل تہے مگر اونکا ذکر خاص اسلیے کیا گیا کہ
یہودیون سے گفتگو انہین دونون کے باب مین تہی۔ اگرچہ یہودیونکو صرف جبریل سے عداوت تہی اور میکائیل سے
وہ محبت رکہتے تہے مگر میکائیل کا ذکر بھی اسوجہ سے کیا گیا کہ یہ ظاہر ہوجاوے کہ جبرئیل کی عداوت بعینہ
میکائیل کی عداوت ہے یعنی وہ دونو آپسمین ایک ہین۔ ایک کا دشمن دوسری کا بہی دشمن ہے ف
یہودی جبریل سے عداوت کی وجہین چند بیان کرتے تہے۔ اول یہ کہ وہ کہتے تہے کہ قدیم سے نبوت بنی اسرائیل
مین تہی اب جبریل نے یہ منصب بنی اسماعیل کو دیدیا۔ دوسرے وہ کہتے تہے کہ بنی اسرائیل پر جو بہاری عذاب
آچکے ہین مثلاً مسخ اور خسف اور قحط اور وبا وہ سب جبریل نے نازل کئے ہین اور اسرافیل ہمیشہ رحمت لائے ہین
تیسرے یہ کہ وہ کہتے تہے کہ ہمارے بزرگون نے ہمکو خبر دی تہی کہ بنی اسرائیل سے بیت المقدس کو ایک شخص
چہین لیگا جو ملک عراق کے شہر بابل مین پیدا ہوگا اور اوسکا نام بخت نصر[1] ہوگا اور اوسکے ٹہیک ٹہیک پتے
بتادئے تہے کہ فلان تاریخ فلانے مقام پر پیدا ہوگا اوسکے ہاتہہ سے بنی اسرائیل پر بہت سی تباہیان
آئینگی۔ چنانچہ جب اوسکے پیدا ہونیکا زمانہ قریب آیا تو ہمارے لوگون نے چند آدمی اسغرض سے بہیجے
کہ اوسکو قتل کردین جب اون لوگون نے وہان جاکر اوس لڑکے کا پتا لگایا اور اوسکے مار ڈالنے کا
قصد کیا تو جبریل نے اپنے دامن کے نیچے چہپالیا اور کہا کہ اگر وہی لڑکا ہے جسکی نسبت تقدیر الہی مین

[1] بخت نصر جسنے بنی اسرائیل کو
دانہ دانہ کردیا اور بیت المقدس کو
خاک سیاہ کردیا اور بنی اسرائیل کی
کی تاراج کو ہی اور نے نہیم کو
کی کتاب زبور کو جلادیا اور بنی اسرائیل
اور تمام شہر کو بیکار کردیا
بنی اسرائیل مین سے بہت سے لوگونکو
جلاوطن کرکے بہت کو قتل کیا۔ باقی بنی اسرائیل کی
آبادی کو چاروسو برس تک بیت المقدس کی
سکونت سے محروم رکہا اسکے بعد
ویران کردیا اور اسکے گردونواح کو
بالکل ویران پڑا رہا ۱۲

سیکہا نہایت عجیب بات ہے۔ پھر سید احمد خان نے لکھا ہے کہ یہان جبرئیل کا ذکر حکایتاً ہے اسلئے اس آیت سے اُسکے وجود پر استدلال نہین ہوسکتا مگر یہہ خیال اونکا غلط ہے اسلئے کہ یہان حکایت نازل نہین بلکہ خدا نے اپنی طرف سے فرمایا ہے کہ جو کوئی جبرئیل و میکائیل وغیرہ کا دشمن ہو اللہ اوسکا دشمن ہے۔ پھر سید احمد خان نے اس امر کا اقرار کیا ہے کہ ہمارے پاس فرشتون کے انکار کی کوئی دلیل نہین پھر وہ کہتے ہین کہ ملائکہ کا وجود دلیل نقلی سے ثابت ہوگا اور شرح مواقف مین لکھا ہے کہ دلیل نقلی بعض متکلمین کے نزدیک مفید یقین نہین۔ اس قول سے یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قرآن و حدیث قابل اعتبار کے نہین اسلئے کہ اونکی عبارت کا مطلب سمجھمین نہین آسکتا اور یقینی طور پر معلوم نہین ہوسکتا کہ کہنے والے کی مراد کیا ہے۔ جب سید احمد خان نے یہہ بحث پیش کی تو اب تو قرآن و حدیث دونو اونکے ہاتھ سے جاتے ہے اور کوئی مطلب قرآن و حدیث سے وہ ثابت ہی نہین کرسکتے پس اب اسلام کے ثابت ہونے کی کیا صورت رہی حالانکہ شرح مواقف مین ان دلیلون کے لکھنے کے بعد اونکو رد بھی کردیا ہے جسکو سید احمد خان نے نقل بھی کیا ہے اور ظاہر ہے کہ تمام جہان کے لوگ آپسمین بات چیت کرتے ہین باہم خط کتابت کرتے ہین تار برقیون کے ذریعہ سے پیغام بھیجتے ہین۔ کتابون کو پڑھتے پڑھاتے ہین۔ ان سب چیزون مین عبارات کے مطلب کو یقیناً سمجھ لیتے ہین کوئی شبہہ باقی نہین رہتا پھر قرآن کے سمجھنے مین اس قسم کے شکوک پیدا کرنا درحقیقت اسلام سے ہاتھ اوٹھانا نہین تو اور کیا ہے۔ پھر سید احمد خان کہتے ہین کہ دلیل نقلی مین اس بات کا علم بھی ضروری ہے کہ وہ کلام غیر مقصود نہین ہے۔ مگر ہم کہتے ہین کہ کلام غیر مقصود سے اگر یہہ مراد ہے کہ اوس کلام کے سیاق سے کچھ مقصود ہی نہو تو ایسا کلام محکمات قرآن مین ہرگز موجود نہین اور اگر یہہ مراد ہے کہ جو مقصود ہے اوسکے سوائے کچھ اور ثابت کیا جائے تو اوس کلام کو غیر مقصود کہنا صحیح نہین البتہ جو معنے اوسکے مقصود کے سوا اور مراد لئے جائین وہ غیر مقصود ہونگے اور اس اعتبار سے اہل اصول نے کلام کی چار قسمین کین ہین جنکا نام اونکی اصطلاح مین عبارۃ النص اور اشارۃ النص

اور میکائیل اور دو وزیر اہل زمین سے ہین یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ۔ طبرانی اور بزار نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز بہت سے آدمی جمع ہوکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پاس آئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ حضرت ابوبکر یہ فرماتے ہین کہ نیکیان خدا کی طرف سے ہوتی ہین اور برائیان بندون کی طرف سے اور حضرت عمرؓ یہ کہتے ہین کہ نیکیان اور برائیان سب خدا کیطرف سے ہوتی ہین ایک جماعت حضرت ابوبکر کے ساتھ ہوگئی ہے اور ایک گروہ حضرت عمر کے قول کا شریک ہے اور آپسمین بہت بڑی بحث اور نزاع واقع ہے آپ اسمین قول فیصل فرماوین یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا کہ یہ طرفہ اتفاق ہے کہ آجکل آسمان والونمین بھی یہی بحث ہورہی ہے میکائیل ابوبکر کے قول کے موافق ہین اور جبریل کی رائے حضرت عمرؓ کے قول کے موافق ہے پھراون دونونے اس کا فیصلہ حضرت اسرافیل سے چاہا اونہون نے رازِ تقدیر کیطرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ تمام نیکی و بدی اور اوسکی شیرینی اور تلخی اللہ کیطرف سے ہے پھر حضرتؐ نے ابوبکرؓ سے فرمایا کہ اے ابوبکر اگر اللہ چاہتا کہ کوئی گناہ نکرے تو ابلیس کو پیدا نکرتا یہ سنکر ابوبکرؓ نے کہا بیشک اللہ اور رسول کا ارشاد سچا ہو ف اس آیت مین اگرچہ اللہ نے یہودیونکو یہ سمجھایا کہ تم جو جبریل سے دشمنی کرتے ہو یہ تمہاری بڑی حماقت ہو جبریل تو اللہ کا فرشتہ حامل وحی ہے اوسنے اللہ کے حکم سے قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے اور جبریل سے عداوت کرنا بعینہ خدا سے عداوت کرنا ہے مگر اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ جبریل ایک خدا کا فرشتہ ہے اور قرآن کا نازل کرنیوالا ہے پس یہ قول سید احمد خان کا کہ قرآن خدا کیطرف سے کسی فرشتہ نے نازل نہین کیا باطل ہوگیا۔ اور نیز یہ بھی ثابت ہوگیا کہ سید احمد خان کا یہ قول کہ جبریل ایک فرضی نام ہے واقعی کوئی مخلوق نہین سراسر باطل اور قرآن کے خلاف ہے۔ سید احمد خان کہتے ہین کہ یہ خیال یہودیون کا تہا کہ جبریل ایک فرشتہ ہے اور اونہین سے مسلمانون نے یہ مسئلہ سیکھا۔ مگر جب قرآن سے صاف ثابت ہوگیا کہ جبریل قرآن کا نازل کرنیوالا ہے پھر یہ کہنا کہ مسلمانون نے یہ مسئلہ یہودیونسے

ف سید احمد خان کے قول کا رد

جو بہت پاک اور سراسر خیر ہوتا تھا مگر اس تعمیم کے لئے ہم یہ بات پیش کرتے ہین کہ جن لوگو نہین قرآن نازل ہوا یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے صحابہ وہ ملک کے یہی معنی سمجھتے تھے جو ہم مسلمان سمجھتے ہین اسکی بعد اس باب مین اور زیادہ بحث کی کوئی ضرورت نہین **ف** اس امر پر تو سب کا اتفاق ہی کہ جبریل اور میکائیل دو فرشتونکا نام قرآن مین مذکور ہے اسکے علاوہ اور ناموں مین بعض کا اختلاف ہے ابن ابی حاتم نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ ہاروت اور ماروت دو فرشتونکے نام ہین ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رعد بھی فرشتہ کا نام ہی جو بادلونپر مقرر ہی اسی طرح بعض روایات سے ثابت ہوا ہے کہ برق اور سحل اور روح بھی فرشتونکے نام ہین اسکی تفصیل اتقان سیوطی مین مذکور ہی۔ **وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ** ۵ اور بیشک اوتارین ہمنے تیری طرف کھلی ہوئین نشانیان اور نہین منکر ہوسکے اونکے مگر جو سے نکلجانیوالے **ف** ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے یہ روایت کی ہی کہ ابن صوریا نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا کہ تمنے ہم کو ایک بھی نشانی ہنوت کی نہین کہائی اوسکو رد مین اللہ نے یہ آیت نازل کی ہم نے تمپر کھلی ہوئی نشانیان اوتارین ہین جو کفر مین حد سے بڑھے ہوے ہی اونکا انکار کرتے ہین۔ **اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ** ۵ اور کیا جب باندھتے ہین وہ کوئی عہد اوٹھا دیتا ہے اوسکو یہ گروہ اون مین سے بلکہ اکثر اون مین کے مانتے ہی نہین۔ **ف** یعنی ان یہودیون کی یہ حالت ہی جب وہ کوئی عہد کرتے ہین ان مین سے ایک گروہ اوسکو توڑ دیتا ہی اور وہ گروہ کوئی جماعت قلیل نہین بلکہ اکثر کی یہ حالت ہی کہ وہ مانتے ہی نہین۔ اس آیت مین اللہ نے عہد توڑنے والے فریق کی خود ہی مقدار بھی بتادی یعنی جو عہد توڑ نیوالا فریق ہے وہی بڑا فریق ہے۔ اور اسکے مقابلہ مین عہد کے ماننے والے چند لوگ تھے جو یہودیون مین سے مسلمان ہوگئے جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ۔ عہد سے مراد

اور دلالۃ النص اور اقتضاء النص ہے اسکی تفصیل کتب اصول مین مذکور ہے اور انہین چار قسم کے استدلال کو اونہون نے جایز کہا ہے اور اوس کے سوا اور استدلالونکو فاسد کہا ہے اور اگر کلام غیر مقصود سے وہ متعلقات جملہ کہ مراد ہین جو کلام مین مسند اور مسند الیہ کے علاوہ جزو زاید ہوتے ہین تو اون سے کوئی نقیض یا تخصیص یا توصیف یا بیان ہیئت یا بیان وقت یا مکان وغیرہ جو مقصود ہوتا ہے اوسی قدر اون سے استدلال کیا جاتا ہے۔ غرض یہ سب باتین ایسی ہین کہ جس شخص کو زبان کی مہارت ہوتی ہے اوسپر مخفی نہین رہتین۔ ان آیتون مین منجملہ ملائکہ کے جبریل اور میکائیل کی تخصیص ہی مقصود ہی بلکہ اوس کے ذکر کے واسطے اونکا سیاق ہی۔ اور چونکہ یہودی جبریل کے دشمن تھے پس اگر دافع مین جبریل ایک فرضی نام ہوتا تو اللہ یون کہتا کہ تم جبریل سے دشمنی رکھتے ہو جبریل تو کوئی چیز ہی نہین اس مین یہودیون کی حماقت ظاہر ہو جاتی اور کلام بھی نفس الامر کے مطابق رہتا اور جبکہ اللہ نے یون فرمایا کہ جبریل کا دشمن خدا کا دشمن ہے اور جبریل نے قرآن نازل کیا ہے تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ جبریل بیشک اللہ کا فرشتہ ہے اور یہ جو سید احمد خان کہتے ہین۔ جبریل سے ملکہ نبوت مراد ہے اسکا جواب ہم ابتدا سے جلد اول مین بتفصیل لکھ چکے ہین اور اسقدر یہان بھی لکھتے ہین کہ یہودی جس جبریل سے دشمنی رکھتے تھے اوسکو اپنے اعتقاد مین ایک مجسم فرشتہ مانتے تھے اونہین کے رد مین اللہ نے یون فرمایا کہ جو جبریل سے دشمنی رکھے اللہ اوسکا دشمن ہے پس اگر خدا کے کلام مین جبریل سے ملکہ نبوت مراد ہو تو یہ ایسی بات ہوئی کہ کوئی شخص نبی کا دشمن ہو اوس سے کہا جاے کہ جو آسمان سے دشمنی رکھیگا ہم اوسکے دشمن ہین پس ایسا کلام تو بالکل لغو ہوگا۔ اور نیز ہم کہتے ہین کہ اگر ملائکہ سے قوتین مراد ہونگی تو یہ جو اللہ نے سورہ الحاقہ مین فرمایا ہے کہ اللہ کا عرش اوٹھانیوالے آٹھ ہین۔ اور سورہ مدثر مین فرمایا ہے کہ دوزخ کے موکل انیس ہین اس کے کیا معنے ہونگے۔ پھر سید احمد خان نے یہ بحث پیش کی ہے کہ عرب قدیم ملک سے کیا مراد لیتے تھے اور ایک بے سند روایت کسی لغت کی کتاب سے نقل کی ہے کہ عرب اوس جن کو ملک کہتے تھے

جو بہتان باندھتے تھے شیاطین سلطنت سلیمان پر **ف** شیاطین نے ہمیشہ سے یہ مشہور کر دیا تھا کہ حضرت سلیمان ساحر تھے اور سحر کی تاثیر سے ہر چیز پر انکی حکومت تھی۔ یہودیون مین سے ایک فریق کا یہی قول تھا اور حضرت سلیمان کی نبوت کے منکر تھے اور انکو ساحر جانتے تھے شاید یہود مدینہ بھی یہی اعتقاد رکھتے تھے۔ شیاطین نے کچھ جادو کے منتر بھی لوگون کو سکھا دیتے تھے جن کی نسبت وہ کہتے تھے کہ حضرت سلیمان انہین منترون کے عامل تھے اور یہودیون مین اون منترونکا بہت رواج تھا اور وہ جادو بہت کیا کرتے تھے۔ ان الفاظ مین اللہ نے یہودیون کی دو بڑی بیان کین ایک یہ کہ وہ شیاطین کے قول کی بموجب حضرت سلیمان کو جادوگر سمجھتے تھے دوسرے یہ کہ جادو کے منتر جو شیاطین نے سکھائے انکو یہودی ہی پڑھا کرتے تھے اور جادوگر بنتے تھے

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ

اور نہین کفر کیا سلیمان نے لیکن شیاطین نے کفر کیا کہ آدمیون کو جادو سکھاتے تھے۔

ف یہ جو فرمایا کہ سلیمان نے کفر نہین کیا اس سے مراد یہ ہے کہ انہون نے سحر نہین کیا یعنی شیاطین نے جو یہ مشہور کر دیا ہے کہ وہ ساحر تھے یہ بالکل غلط ہے حضرت سلیمان ہرگز سحر نہین کرتے تھے بلکہ یہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے یعنی لوگون کو سحر سکھاتے تھے حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری مین لکھا ہے کہ اس آیت مین اوس سحر کی اصل کا بیان ہے جسکا یہودیون مین رواج تھا اور وہ سحر دو قسم کا تھا ایک تو وہ جو شیاطین نے حضرت سلیمان کی نسبت افترا کیا تھا اور دوسرے وہ جو ہاروت و ماروت پر سرزمین بابل مین اوترا تھا ہاروت و ماروت کا سحر بہ نسبت قسم اول کے بہت پہلے سے ہے اس لئے کہ ہاروت و ماروت کا زمانہ ابن اسحاق کے قول کی بموجب حضرت نوح سے بھی پہلے ہے۔ اور حضرت نوح کے زمانے مین سحر موجود تھا اس لئے کہ قرآن مین یہ ذکر ہے کہ کفار حضرت نوح کو بھی ساحر بتاتے تھے اور فرعون کی قوم مین بھی سحر کا رواج تھا اور وہ زمانہ بھی حضرت سلیمان سے

یا تو وہ عہد ہے کہ یہودیون نے نبی آخر الزمان کی خبر توریت مین دیکھکر وعدہ کیا تہا کہ جب وہ ظاہر ہونگے ہم اونپر ایمان لاوینگے۔ اور جب وہ ظاہر ہوئے تو بہت تھوڑے ایمان لائے باقی سب مخالف ہوگئے اور عہد توڑ دیا۔ اور اسی کی موید ہے جو ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہودی کہتے تہے کہ ہمسے محمد کے باب مین اللہ نے کوئی عہد نہین لیا اسکے جواب مین اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ وہ عہد مراد ہے کہ یہود مدینہ نے عہد کیا تھا کہ ہم تمہارے مقابلہ مین مشرکین کے شریک نہونگے اور پہر اس عہد کو توڑکر غزوہ خندق مین مشرکین کے ساتھہ شریک ہوے **وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ** ۵ اور جب آتا ہوا انکے پاس کوئی رسول اللہ کیطرف سے سچ بتانیوالا اوسکو جو اونکے پاس ہے ڈالدیتا ہے ایک فریق اہل کتاب نے اللہ کی کتاب کو پیٹہہ پیچہے گویا کہ وہ جانتے ہی نہین **ف** یعنی جب حضرت عیسیٰ ظاہر ہوئے اور انجیل لاے توریت کی تصدیق کرنیوالی تہی تو یہودیون نے نمانا اور توریت مین جو اونکی خبر تہی اوسکو پس پشت ڈالدیا اسی طرح جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے اور قرآن اونپر نازل ہوا جو توریت و انجیل دونو کی تصدیق کرنیوالا تہا تب بہی اکثر اہل کتاب یہود و نصاریٰ نے انکار کیا اور توریت و انجیل دونو کو پس پشت ڈالدیا گویا اوسکو جانتے ہی نہین پس ان اہل کتاب نے اپنی عادت ہی یہہ مقرر کرلی ہے کہ انبیا کا انکار کیا کرتے ہین اور پہلے سے جو اونکے پاس کتاب ہوتی ہے اوسکو پس پشت ڈالدیتے ہین **ف** اس انکار کو اللہ نے صرف ایک فریق کیطرف اسواسطے منسوب کیا کہ بعض اہل کتاب مثلاً حواریین حضرت عیسے کے زمانے مین بہی اونپر ایمان لاتے تہے اور بعض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین بہی مسلمان ہوگئے ہین اور اس اعتبار سے اہل کتاب کے دو فریق ہوگئے تہے ایک فریق مومن اور ایک منکر یہان بیان فریق منکر کا **وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ** ج اور چلے وہ اوسی پر

کہ ہم امتحان کے لئے ہین تو کافر مت بن فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ
بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ط پس سیکھتے تھے اون دونسے وہ چیز کہ جدائی کرادیتی ہے
اوس سے درمیان شوہر اور اوسکی بی بی کے ف اگر صرف قران کے لفظونپر لحاظ کیا
جاے اور کسی روایت کو دخل نہ دیا جاے تو یہان سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ بابل مین دو فرشتے تھے
اونکو خدا نے سحر کا علم دیا تھا اور وہ سحر یہ تھا کہ اوسکی تاثیر سے میان بی بی مین جدائی ہوجاتی تھی امتحان
کی صورت یہ تھی کہ جو کوئی اونسے سحر سیکھنے آتا اوس سے اول کہدیتے تھے کہ سحر کفر ہے
تو مت سیکھ اور کافر مت بن جو خدا کا خوف رکھتے تھے وہ اس نصیحت کو سنکر اس خیال سے
باز آجاتے تھے اور جو مفسد اور شریر ہوتے تھے وہ یہ سنکر بھی سیکھنا چاہتے تھے اونکو سکھا دیتے تھے
بعض مفسرین نے فرشتون سے سحر کا سکھانا ایک نہایت عجیب سمجھکر یہ تاویل کی ہے کہ وہ آدمی تھے
فرشتے نتھے فرشتہ اونکو باعتبار نیکی کے کہا گیا اور اسکی تائید مین وہ کہتے ہین کہ ایک قرارت
مَلِكَيْنِ بکسر لام بھی ہے جسکے معنی دو بادشاہ ہوئے۔ مگر ہم کہتے ہین کہ مَلَكَيْنِ بفتح لام کے قرارت
متواتر ہے اور جمہور کی قرارت یہی ہے اور مَلِكَيْنِ بکسر لام کی قرات شاذ اور خلاف جمہور ہے صحابہ مین
صرف ابن عباس کی یہ قرارت ہے حالانکہ ابن عباس سے بھی یہی قول منقول ہے کہ ہاروت
وماروت فرشتے تھے۔ پس تفسیر مطابق قرارت جمہور کے چاہئے اور مَلَكَيْنِ بفتح لام معنی دو فرشتے
کے ہین بغیر کسی دلیل کے اس معنی کو چھوڑنا جائز نہین اور اس صورت مین مَلِكَيْنِ بکسر لام کے
معنی بھی صحیح ہوجاتے ہین اس لئے کہ وہ آدمی کی صورت بنکر آئے تھے اور دیکھنے والے انکو
آدمی سمجھتے تھے۔ پھر ہم کہتے ہین کہ جس مشکل کی وجہ سے اونکے فرشتہ ہونیکا انکار کیا گیا تھا
وہ مشکل اب بھی باقی رہی کیونکہ اگر اونکو آدمی مانا جاے گا تو نیک آدمی مانا جائیگا۔ اس لئے کہ وہ
سحر کی برائی سمجھا دیتے تھے اور منع کر دیتے تھے۔ پس جسطرح سحر سکھانا فرشتون سے بعید ہے اسیطر

پہلا ہے اس آیت کی مراد مین مختلف روایتین ہین ایک روایت یہ ہے کہ حضرت سلیمان نے سحر کی
سب کتابون کو جمع کر کے اپنے تخت کے نیچے دفن کر دیا تھا اونکی زندگی مین شیاطین اونکے تخت کے
قریب نہین جا سکتے تھے مگر جب حضرت سلیمانؑ کا زمانہ ختم ہو گیا اور جو علما اللہ کے احکام سے واقف تھے
وہ بھی نرہے تو شیطان آدمی کی صورت بنکر آیا اور اونسے یہودیون سے کہا کہ مین تمکو ایک ایسی مثل
خزانہ بتاتا ہون حضرت سلیمان کے تخت کے نیچے کھودو چنانچہ اونہون نے کھودنا شروع کیا اور شیطان
دور ہو گیا وہان سے سحر کی کتابین نکلین اونکو دیکھکر یہودیون نے یہ کہا کہ سلیمان اسی کے اثر سے انسانون
اور جنون پر حکومت کرتے تھے اور اون سب مین عموماً یہی شہرت ہو گئی کہ سلیمان ساحر تھے جب قرآن مین
یہودیون نے حضرت سلیمان کی نبوت کا ذکر سنا تو اسکا انکار کیا اور کہا کہ سلیمان تو ساحر تھے اوسوقت
اللہ نے یہ آیت نازل کی اس قصہ کو ابن جریر وغیرہ نے سدی سے روایت کیا ہے۔ اس کے علاوہ
اور بھی بہت سے طریقے اوسکے فتح الباری مین مذکور ہین۔ ایک روایت مین یہ مذکور ہے کہ سحر کی کتابین
شیاطین نے لکھکر سلیمانؑ کے تخت کے نیچے دفن کر دین تھین اور بعد وفات حضرت سلیمان کے وہ نکلین
تو لوگون نے یہ گمان کر لیا کہ سلیمانؑ ساحر تھے اور اس علم کو اونہون نے اورون سے چھپایا تھا اور ایک
روایت مین یہ بھی ہے کہ شیاطین نے حضرت سلیمانؑ کی جعلی مہر بھی اونپر ثبت کر دی تھی اور اون کے
آغاز مین یہ لکھا تھا کہ یہ وہ علوم ہین جو آصف بن برخیا وزیر نے سلیمانؑ کے واسطے لکھے اور ابن جریر کی ایک
روایت بسند صحیح ابن عباسؓ سے یہ ہے کہ یہ کتابین شیاطین نے اوس زمانہ مین لکھین جب چند روز کے
واسطے حضرت سلیمانؑ حکومت سے جدا ہو گئے تھے یہ سب روایتین ہمنے فتح الباری سے نقل کین ہین

وَمَآ أُنزِلَ عَلَى ٱلْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ ط اور جو اوترا گیا تھا بابل مین دو فرشتون ہاروت و ماروت پر وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَآ إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ط اور نہین سکھاتے تھے وہ کسی کو یہانتک کہ وہ دونو کہدیتے

کے ساتھہ زنا کیا اور اوسکو قتل کیا اور محدثین نے ابن مسعود سے یہ روایت کی ہے کہ زہرہ جو ستارہ ہے وہ عورت بنکر اونکے لئے اوترا تہا اور وہ دو فرشتے اسکے ساتھہ گناہ مین مبتلا ہو گئے۔

جلال الدین سیوطی نے یہ ساری روایتین تفسیر درمنثور مین جمع کین ہین اور اسی قسم کی بہت سی روایتین ابن کثیر نے بہی اپنی تفسیر مین لکہی ہین۔ پہر ابن کثیر نے لکہا ہے کہ ہاروت و ماروت کا قصہ بہت سے تابعین سے منقول ہے جیسے مجاہد اور سدی اور حسن بصری اور ابو العالیہ وغیرہم اور تمام مفسرین متقدمین و متاخرین اوسکو نقل کرتے ہین ابن جریر نے لکہا ہے کہ سلف مین سے اکثر کا مذہب یہی ہے کہ وہ دو فرشتے آسمان سے نازل ہوے تہے۔ اور دنیا مین جو حالت اون کی ہونی تہی وہ ہوئی۔ امام احمد اور ابن حبان اور بیہقی وغیرہم نے اس قصہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نیز حضرت علی اور ابن مسعود اور ابن عباس سے باسانید صحیحہ نقل کیا ہے ابن حجر مکی نے کتاب الزواجر مین بڑی تفصیل سے امام رازی کے قول کو جو اون روایات کے بطلان مین تہا رد کیا ہے اور اس قصہ کو ثابت کیا ہے خفاجی نے حاشیہ بیضاوی مین ابن عمر کی روایت جو ہم پہلے لکہ چکے ہین اوسکو نقل کیا ہے اور اوسمین اتنی زیادتی اور بہی ہے کہ جب اون دونون فرشتون نے زہرہ کو زنا پر راضی کرنا چاہا تہا تو اونہنے یہ درخواست کی کہ مجہکو اسم اعظم سکہادو۔ اول اونہون نے انکار کیا آخر اوسکے اصرار کی وجہ سے سکہانا پڑا۔ اور جب اوسکے اثر سے اوڑکر آسمان پر پہونچی تو اللہ نے اوسکو ستارہ بنا دیا اسکے بعد خفاجی نے لکہا ہے کہ محدثین کا یہ قول ہے کہ اسکے راوی غیر معتبر ہین پہر حافظ ابن حجر کا قول اسکی تصحیح مین نقل کرکے پہر لکہا ہے کہ بعض محدثین کا قول ہے کہ اوس کے کل طرق بیس سے متجاوز ہین مولانا شاہ عبد العزیز رح نے اپنی تفسیر مین لکہا ہے حاکم اور بیہقی نے بسند صحیح روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک عورت حضرت کو ڈہونڈتی ہوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی جب اوس سے اوسکی حاجت پوچہی گئی تو اوس نے اپنا قصہ یون بیان کیا

---

۱۲ ابن حجر مکی وغیرہ مین مسند احمد اور مسند ابو یعلی اور صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم اور معجم طبرانی اور شعب بیہقی اور تفسیر ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور ابن منذر اور ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید اور ابن ابی الدنیا اور بزار اور ابو نعیم اور ابن عساکر اور دیلمی اور خطیب اور ابن نجار اور ابن عدی اور ابن مندہ اور ابن عبد البر اور ابن مردویہ اور ابن ابی حاتم اور ابن جریر

بنک آدمیون سے بھی بعید ہے ۔ اگر یہ شبہہ ہو کہ خدا نے فرشتون کو ایسے کام کے لئے کیون بھیجا جس سے انسان گمراہی مین پڑین تو اسکا جواب یہ ہے کہ مقصود امتحان تہا اور سحر کی برائی اول بیان کر دیجاتی ہے یہ بالکل ایسی ہی بات ہے جسطرح کوئی کہے کہ خدا نے شیطان کو انسانون کو بہکانے کے لئے کیون پیدا کیا اور موت کیون دی سیوطی نے اتقان مین لکہا ہے کہ یہ قول کہ ہاروت اور ماروت دو فرشتے ہین ابن ابی حاتم نے حضرت علی سے روایت کیا ہے ۔ ہمارے اتنے بیان سے اس آیت کا مطلب تو حل ہو چکا اور اوسکی تفسیر مین کچھ اور زیادہ ضرورت باقی نرہے اب ہم اون روایتون کو بھی نقل کرتے ہین جو ہاروت و ماروت کے متعلق محدثین لکھتے ہین اور اونکی نسبت مختلف اقوال علما کے ہین وہ بھی لکھین گے ۔ بیہقی نے شعب الایمان مین ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ملائکہ نے جو دنیا مین بنی آدم کو گناہ گار مین مبتلا پایا تو وہنون نے کہا کہ اے اللہ یہ کیسے جاہل ہین اور تیری معرفت انکو بالکل حاصل نہین تو اللہ نے فرشتون سے فرمایا کہ اگر اونکی مشکلات مین تم بھی مبتلا ہو تو تمہارا بھی یہی حال ہو جاے اور یہ بھی حکم کیا کہ امتحان کے واسطے دو فرشتے منتخب کرو چنانچہ ہاروت و ماروت کو اس کام کے واسطے منتخب کیا گیا اون مین اللہ نے وہ قوتین خواہشین پیدا کر دین جو انسان مین ہوتی ہین اللہ نے اونکو زمین مین بھیجا اور ایک عورت بھی اونکے واسطے بنائی گئی بس وہ اوس عورت سے بچ نہ سکے اور دونو گناہ مین مبتلا ہو گئے ۔ تب اللہ نے کہا کہ تم دنیا کا عذاب اختیار کرو گے یا آخرت کا اونہون نے دنیا کے عذاب کو بمقابلہ آخرت کے سہل سمجھا اور اوسی کو اختیار کیا حاکم نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ وہی عورت زہرہ ہے ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ مضمون اگرچہ نہایت ہی عجیب ہے مگر اوسکے راوی سب ثقہ ہین حاکم نے اس روایت کو صحیح بھی کہا ہے اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور حاکم اور بیہقی نے حضرت علی سے یہ قصہ بڑی تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے اور اوسمین یہ بھی ہے کہ اون دونو نے شراب پی اور عورت

سب اسکے جواب مین حیران ہوے اور کچھ اسکا جواب نہ دیسکے سب نے سکوت اختیار کیا مگر ابن عباس وغیرہ نے اوس سے یہ کہا کہ اپنے باپ کی خدمت کر تو پھر تجھکو ایمان حاصل ہو اور ابن منذر نے اوزاعی سے اور اوس نے ہارون بن رباب سے روایت کی ہے کہ مین نے عبدالملک بن مروان بادشاہ کی مجلس مین دیکھا کہ ایک شخص مسند پر تکیہ لگاے بیٹھا ہے مین نے اوس سے ملاقات کی اوسحال پوچھا تو اوس نے ایک قصہ بیان کیا (جسکا حاصل یہ ہے) کہ میرے باپ نے بہت سا مال ترکہ مین چھوڑا تو مین نے اپنی ماں سے باطراے پوچھا کہ اتنا مال کثیر میرے باپ کو کہان سے حاصل ہوا تھا تو اوس نے بہت تامل کے بعد یہ کہا کہ وہ ساحر تھا اثر سحر سے یہ دولت حاصل ہوئی تھی اور اوس نے یہ بھی پتا بتا دیا کہ فلانا ساحر اوسکا دوست اب بھی زندہ موجود ہے مین اوسکے پاس گیا اور جب مین نے اپنے باپ کا نام لیا تو اوس نے میری بہت مدارات کی تب مین نے اوس سے سحر سیکھنے کی درخواست کی اوس نے بہت انکار کیا آخر میرے اصرار سے مجبور ہو کر مجھکو ایسی جگہ اوس نے پہونچا دیا کہ زمین کے نیچے سرنگ تھی اور اول سے مجھسے یہ شرط کر لی تھی کہ وہان اللہ کا نام نہ لیجیو مین اوس کے اندر اوترا اور شمار کیا تو تین سو سیڑھیون سے زیادہ تھین۔ جب ہم دونو وہان پہونچے تو دیکھا کہ ہاروت وماروت لوہے کی زنجیرون مین بندھے ہوے ہوا مین معلق اولٹے لٹک رہے ہین اور اونکی آنکھین ڈھال کی برابر ہین اور سر بھی بہت لمبے اور چوڑے ہین اونکی ہولناک صورتین دیکھکر بے اختیار میری زبان سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نکلا یہ سنتے ہی وہ تڑپنے لگے اور چلانے لگے جب وہ خاموش ہوئے تو مین نے دوبارہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا پھر اونکی وہی حالت ہوئی مین نے تیسری بار امتحان کیا پھر اونکا یہی حال ہوا پھر مین خاموش اونکے سامنے کھڑا ہو گیا تو اونہون نے مجھسے پوچھا کہ تو آدمی ہے مین نے کہا ہان پھر مین نے اونکا حال پوچھا اونہون نے جواب دیا کہ جب سے کہ ہم عرش سے اوندھے ہین اس عذاب مین مبتلا ہین آج تیری زبان سے نہین سنا تھا آج تیری زبان سے

سلہ جو کچھ کہ بیان ہوا ہے اسمین اور اوپر کی روایت مین جو مذکور ہوا ہے اوس مین کچھ تعارض ہے اور اوس سے کچھ حاصل نہین ہوتا ہے اور اوس مین کچھ اختلاف بھی ہے اور اوس سے دل مین اعتقاد کرنے کے اور اوس پر عمل کرنے کے لیے کچھ ثبوت نہین ہوتا ہے اور اوس سے دل مین اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے اور اوس سے کچھ فائدہ دین کا حاصل ہوتا ہے اور اوس سے کچھ فائدہ دنیا کا حاصل

کہ مین نے اپنے شوہر کی بدمزاجی کی شکایت ایک بوڑہی عورت سے کی تہی اوس نے یہ کہا کہ تو یہ
تدبیر پر عمل کرے تو تیرا شوہر تیرا مطیع ہوجاوے پہر وہ رات کے وقت دو کالے کتے لائی ایک پر
خود سوار ہوئی دوسرے پر مجھے سوار کیا پہر ہم فی الفور ملک بابل مین جا پہونچے وہان ہم نے دیکہا کہ
دو آدمی اولٹے لٹکے ہوئے ہین اون دونون نے مجھسے پوچہا کہ تو کس لئے آئی ہے مین نے اوس
بوڑہی کی تعلیم کی بموجب یہ کہدیا کہ جادو سیکہنے آئی ہون یہ سنکر اون دونو نے کہا کہ جادو کفر ہے اوسکے
سیکہنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے تو اپنے گہر کو واپس جا اسیطرح اونہون نے بہت مرتبہ سمجہایا
مگر مین سیکہنے پر اصرار کرتی رہی آخر اونہون نے کہا کہ اس تنور پر جا اور اوسمین پیشاب کر مین تین مرتبہ ڈر کر
وہانسے ہٹ آئی چوتہی مرتبہ مین نے جرات کرکے اوس مین پیشاب کیا تو مین نے دیکہا کہ میرے بدن کے
اندر سے ایک زرہ پوش سوار نکلا جو مسلح اور سر سے پانو تک لوہے مین ڈوبا ہوا تہا پہر وہ آسمان کیطرف
اوڑ گیا اور میری نگاہون سے غائب ہوگیا اون دونو شخصون نے کہا کہ یہ تیرا ایمان تہا جو اب تیرے
بدن سے نکل گیا اور جا اب تو جادو کے فن مین کامل ہوگئی اوسوقت مین نے اپنی ساتہہ والی بوڑہی سے
پوچہا کہ مین نہ سمجہی کہ مجھسے جادو آگیا اوس نے کہا کہ اب تو جو چاہے گی وہی ہوجاویگا چنانچہ
مین نے بطور امتحان ایک گیہون کا دانہ لیکر کہا کہ یہ اسی وقت زمین سے پیٹر بنکر پہوٹ نکلے فوراً ایسا ہی
ہوگیا پہر میری خواہش کے موافق وہ درخت بڑہا اوسمین سے گیہون نکلے اونکا آٹا پس گیا روٹی پک گئی
اوسوقت مجہکو اپنے ایمان کے جاتے رہنے پر سخت افسوس ہوا اور اوسوقت تک مین نے اپنے
سحر کے اثر سے کسی کے ساتہہ برائی نہین کی اور نہ آیندہ ایسا قصد ہے۔ اب مین رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سنکر اس غرض سے حاضر ہوئی ہی کہ وہ مجہکو کوئی ایسی تدبیر بتاوین
کہ پہر مجہکو ایمان حاصل ہوجاوے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ بہت سے اصحاب
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے موجود ہین اونکے پاس جا چنانچہ جب اوسنے صحابہ سے یہ مطلب عرض کیا

نکرین گے تب اللہ کا حکم ہوا کہ تم دو آدمیونکو بطور امتحان کے مقرر کرو تب اسکی حقیقت تمپر واضح ہو
چنانچہ سب فرشتون سے ہاروت و ماروت کو منتخب کیا جو سب فرشتون سے زیادہ عابد و صالح تھے
اوسوقت اللہ نے اونمین شہوت اور غضب کی صفتین پیدا کرکے اون کو زمین پر بھیجدیا اور حکم کیا
کہ آدمیون مین حکومت کرو اور ہمیشہ حق کے مطابق حکم کرو اور شرک اور قتل اور زنا اور شراب خواری سے
لوگون کو منع کرو دن بھر دنیا مین رہکر یہ سب کام کیا کرو اور شام کو اسم اعظم پڑہکر آسمان پر آجایا کرو۔
پہر دوسری صبح کو زمین پر چلے جایا کرو ایک مہینہ تک اون دونو کو یہی دستور رہا اور تمام دنیا مین اون کے
عدل و انصاف کی شہرت ہوگئی حسب اتفاق ایک نہایت حسین عورت جسکا نام زہرہ تہا اور حضرت
علیؑ سے یہ روایت ہے کہ وہ اہل فارس سے تہی اور اوسکا لقب اوس ملک مین بدخت مشہور تہا
نہایت مکلف لباس پہنکر اون کے سامنے آئی اور اپنے شوہر کی شکایت کی اور اون سے انصاف
کی طالب ہوئی۔ یہ دونو فرشتے اوسکو دیکھکر فریفتہ ہوگئے اور اوس سے وصال کی خواہش کی اوسنے کہا
میرے تمہارے دین مین اختلاف ہے ایسی صورت مین یہ معاملہ کیونکر ہوسکتا ہے اسکے علاوہ اگر میرے
شوہر کو اطلاع ہوجاے گی تو وہ مجھکو قتل کرڈالیگا اول تم اوس بت کو سجدہ کرو جسکو مین پوجتی
ہون پہر میرے شوہر کو مارڈالو پہر میرے ساتہہ صحبت ممکن ہے فرشتون نے کہا کہ شرک اور قتل سخت
گناہ ہین ہم نہ کرینگے یہ سنکر وہ عورت چلی گئی مگر ان دونو فرشتون کے دل مین اوس کے شوق کی
بیقراری پیدا ہوئی۔ دوسرے دن اوس عورت کے گہر پیغام بہیجا کہ ہم تیرے گہر مہمان آنا چاہتے ہین
اوس نے ایک علیحدہ مکان مین انکی مہمانی کا سامان کیا اور خود بہی سنگہار کرکے شراب کے شیشے
لیکر وہان موجود ہوئی۔ جب دونو فرشتے وہان پہونچے تو اوس نے کہا کہ تم چار کاموں مین سے
ایک کام کرو تب تمہارا مطلب حاصل ہو یا میرے بت کو سجدہ کرو یا میرے شوہر کو قتل کرو یا اسم اعظم
مجہے سکہاؤ یا ایک قدح شراب کا پی لو ان دونو نے مشورہ کرکے یہ تجویز کیا کہ ان چارون گناہونمین

سنا تو پھر ہمکو وہی اپنا اصلی ٹھکانا یاد آگیا اس لئے ہمکو یہ بیقراری ہوئی تو بیان کر کہ تو کس پیغمبر کی امت مین ہے
مین نے کہا کہ مین امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہون اونہون نے پوچھا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوگئے
مین نے کہا کہ اونکی تو وفات بھی ہوچکی اوس کے بعد اونکے خلفا قائم ہوئے اونکا بھی زمانہ ختم ہوچکا
پھر اونہون نے پوچھا کہ اب امت ایک شخص کے تابع ہے یا گروہ گروہ جدا جدا ہین مین نے کہا
ایک شخص کے تابع ہین جسکو بادشاہ کہتے ہین یہ سنکر وہ ملول ہوئے پھر اونہون نے پوچھا کہ مسلمانون
مین نفاق ہے یا اتفاق مین نے کہا دلون مین نفاق ہے یہ سنکر خوش ہوئے پھر اونہون نے پوچھا
کہ دنیا کی آبادی جزیرہ طبریہ تک پہونچگئی یا نہین مین نے کہا ابھی نہین پہونچی یہ سنکر وہ ملول ہوئے
مین نے پوچھا کہ تم ایک شخص ہر امت محمد کا اتفاق سنکر کیون ناخوش ہوئے اونہون نے کہا کہ اصل یہ ہے
کہ ہم قرب قیامت سے خوش ہوتے ہین اسلئے کہ جب قیامت قائم ہوگی تو ہم عذاب سے چھوٹ جائینگے
اور جب تک امت محمد کا ایک شخص پر اتفاق رہیگا اوسوقت تک قیامت دور ہے جب متفرق ہوجائینگے
تو قیامت نزدیک ہوجائیگی اور اون کے نفاق پر ہم اسلئے خوش ہوئے کہ وہ قرب قیامت کی نشانی ہے
اور دنیا کی آبادی بحیرہ طبریہ تک پہونچنا بھی قرب قیامت کی علامت ہے پھر مین نے کہا کہ مجھکو کچھ
نصیحت کرو اونہون نے کہا کہ اگر تجھسے ہوسکے تو ہر وقت بیدار رہ نیند اور غفلت کو چھوڑ اسلئے کہ معاملہ سخت
سامنے آنیوالا ہے پھر وہ شخص وہانسے واپس آیا اور سحر نہ سیکھا اور ہاروت و ماروت کا قصہ ابن جریر
اور ابن ابی حاتم اور حاکم وغیرہ مفسرین نے ابن عباسؓ سے اسطرح نقل کیا ہے کہ جب حضرت
ادریس علیہ السلام کے زمانہ مین بنی آدم کے اعمال زمین سے آسمان کیطرف چڑھنے لگے اور آسمان
کے فرشتون نے انسانون پر اونکے گناہون کی وجہ سے طعن شروع کیا تو اللہ نے فرشتون سے
خطاب کرکے فرمایا کہ انسان کی ترکیب مین شہوت اور غضب بھی داخل ہے اگر تم بھی اوسمین مبتلا ہو تو
یہی طرح تمسے بھی گناہ سرزد ہون فرشتون نے کہا کہ اے پروردگار ہم کسی حال مین تیری نافرمانی

یہ وارد ہوتا ہے کہ زہرہ ستارہ تو سب ستارون کے ساتھہ حضرت آدمؑ سے بھی پہلے پیدا ہوا ہے پھر یہ قول کیونکر صحیح ہوگا کہ اوس عورت کو اللہ نے مسخ کرکے زہرہ بنا دیا اسکا جواب شاہصاحب نے یہ دیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ اوس کی روح کو زہرہ کی روح سے متصل کر دیا۔ راقم الحروف کے نزدیک عوام کے لئے قریب الفہم یہ جواب ہوسکتا ہے کہ اوسکے جسم کو زہرہ کے جسم سے ملا دیا اور نیز شاہصاحب نے حضرت علیؓ سے بروایت ابن مردویہ و دیلمی ایک اور روایت نقل کی ہے جس مین مسخ کی سب صورتونکی تفصیل ہے جو امم سابقہ مین واقع ہوئے ہین اوس مین یہ بھی ہے کہ زہرہ بھی مسخ ہے وہ ایک بادشاہ کی بیٹی تھی جسنے ہاروت و ماروت کو فریفتہ کیا تھا اور تفسیر زاہدی سے اوس کا قصہ یہ نقل کیا ہے کہ اوسنے اون فرشتون سے اسم اعظم سیکھا پھر ایک مکان مین جاکر اپنے بدن کو پاک کیا اور نہاد ہوکر اللہ کو اسم اعظم کے ساتھہ پکارا تو اللہ نے اوسکو ستارہ بناکر آسمان کیطرف اوٹھا لیا یہانتک انتخاب شاہصاحب کی تفسیر کا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے کتاب فتح الباری مین جو اس قصہ کی نسبت لکھا ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ ماروت و ماروت کا قصہ بسند حسن ابن عمرؓ سے مروی ہے اور ابن جریر نے اوس کے متعدد طرق اسقدر نقل کئے ہین کہ اون سب کے جمع کرنے سے یہ امر ثابت ہوجاتا ہے کہ اس قصہ کی اصل ہے۔ قاضی عیاض اور اون کے اتباع اس قصے کے منکر ہین اور اوسکو باطل سمجھتے ہین پھر حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ اس قصہ کا حاصل یہ ہے کہ دو فرشتون مین اللہ نے شہوت کی قوت پیدا کی اور اونکو یہ حکم کیا کہ زمین مین حکومت کرین چنانچہ وہ دونو آدمی کی صورت بنکر اترے اور ایک مدت تک انصاف کے ساتھہ حکومت کرتے رہے پھر ایک حسین عورت پر فریفتہ ہوگئے اور اوس کی سزا مین وہ چاہ بابل مین اوٹے لٹکائے گئے ہین اس کے علاوہ وہ اس آفت مین بھی مبتلا کئے گئے کہ لوگون کو سحر سکھایا کرین جو کوئی اون کے پاس سحر سیکھنے کے لئے آتا ہے اول اوسکو اس کام سے منع کرتے ہین اور اگر اس کے بعد بھی وہ اصرار کرتا ہے تو سکھا دیتے ہین واللہ اعلم

سہل شراب پیتا ہے چنانچہ اسی کو اونہون نے اختیار کیا شراب پینے ہی مست اور بیہوش ہو گئے اور مستی کی حالت مین اوس عورت کے حکم سے بت کو بھی سجدہ کر لیا اور اوس کے شوہر کو بھی مار ڈالا اور وہ اسم اعظم بھی اوس عورت کو سکھا دیا۔ بعض روایات مین یہ وارد ہے کہ وہ عورت اسم اعظم پڑھکر آسمان پر چلی گئی اور اللہ نے اوسکو مسخ کر کے ستارۂ زہرہ مین ملا دیا اور پھر یہ دونو فرشتے آسمان پر جانا بھول گئے جب نشا اونکا اوترا اور ہوش درست ہوئے تو حضرت ادریس کے پاس گئے اور سارا قصہ بیان کر کے شفاعت کی درخواست کی اور اونکی شفاعت کی وجہ سے اللہ کا یہ حکم ہوا کہ یا دنیا کا عذاب اختیار کرین یا اخرت کا اون دونو نے دنیا کا عذاب اختیار کیا بحکم الہی سر سے پانون تک تمام بدن اونکا لوہے کی زنجیرون مین جکڑا گیا اور اون کو ایک کوے مین اولٹا لٹکا دیا گیا اور اوس کوے مین آگ بھری ہے اور ہر وقت شعلے بھڑکتے ہین اور اللہ کے حکم سے ہر وقت ایک فرشتہ آگ کے کوڑے اون کے بدن پر مارتا ہے جب اوس کی نوبت ہو چکتی ہے تو دوسرا فرشتہ کوڑے مارنیکے لئے آتا ہے ہمیشہ یہ فرشتہ آتا ہے لیکن اونپر ایسی غالب ہے کہ ہر وقت اونکی زبانین باہر رہتی ہین اور مونہہ سے ایک بالشت کے فاصلے پر ہر وقت سرد اور شیرین پانی موجود رہتا ہے مگر اونکو نصیب نہین ہوتا یہ تمام روایات لکھکر شاہ عبد العزیز رح نے یہ لکھا ہے کہ یہ قصہ محدثین کی تفسیرون مین اور سنن بیہقی اور مسند امام احمد مین متعدد روایتون اور مختلف طریقون سے مذکور ہے کہ بعضی اونمین سے صحیح بھی ہین اس کے بعد شاہ صاحب نے متکلمین کا اختلاف نقل کر کے یہ لکھا ہے کہ اس باب مین جتنی روایتین وارد ہوئین ہین اون سب کے جمع کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس قصہ کی اصل ہے اس لئے کہ اس قصہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے اقوال حد تواتر کو پہونچے ہین گو جدا جدا ہر روایت ضعیف ہو مگر سب ملکر اس قصہ کے ثبوت مین بہت قوت ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اونہون نے یہ بھی لکھا ہے کہ متواتر کا انکار خوب نہین۔ سب سے زیادہ قوی اعتراض اس قصہ پر

اور ساحر شیاطین اور ارواح خبیثہ کیطرف منسوب کرتے ہین فقہانے لکھا ہے کہ جو سحر ایسا ہو کہ اوسکے منتر اور شرائط مین کوئی امر خلاف ایمان ہو تو وہ سحر کفر ہے اور اگر ایسا نہو بلکہ دوست کو کوئی جان ہلاک ہوتی تو ساحر زہر لون کے حکم مین ہے۔ قاضی ثناء اللہ نے لکھا ہے کہ سحر کے اعمال اور الفاظ کل ایسے ہی ہوتے ہین جو موجب کفر اور شرائط ایمان کے خلاف ہوتے ہین اور شیاطین بغیر الفاظ کفر کے مسخر نہین ہوتے اور وہ جو فقہانے لکھا ہے کہ سحر مین اگر الفاظ کفر نہون تو کفر نہین ہوتا یہ صرف فرضی اور عقلی احتمال ہے۔ سید احمد خان کی عادت ہے کہ قرآن کی آیتونکو اولٹ پھیر کرکے اپنے مطلب کے موافق بناتے ہین اور جب کوئی تاویل نہین بنتی تو صاف طور سے انکار نہین بلکہ بعض جگہ جملے محذوف مان لیتے ہین اور جب وجہ محذوف ماننے کا اختیار ہو گیا پھر تو کوئی مضمون نہین جس کلام کے جوڑا ہوا ہو وہ معنی بنالے اور چونکہ سید احمد خان شیاطین اور ملائکہ اور تاثیر سحر سب کے منکر ہین۔ اور اس آیت مین ان تینونکا ذکر ہے اسلئے سید احمد خان نے اس آیت کا مطلب بدلکر اتنا جملہ اپنی طرف سے بڑہایا کہ یہودیون کے زعم کی بموجب اور خیال کرنیوالے نہا پس اہل انصاف غور کرین کہ یہ جملہ کس طرف سے بڑہایا ہے صاف تحریف ہے یا نہین۔ اللہ تو فرماتا ہے کہ فرشتے پر نازل ہوا اور سید احمد خان فرماتے ہین کہ یہودیون کے گمان مین فرشتونپر نازل ہوا تھا سید احمد خان اس کے عذر مین یہ کلمہ اعتراض پیش کرتے ہین کہ کیا اندا جادو سکھاتا ہے اور ایسا ناپاک کام بھی نازل کرتا ہے ہم کہتے ہین کہ شاید یہ اعتراض کرنے والے بڑی چیز وںکا پیدا کرنیوالا اور نازل کرنے والا اس خدا کے سوا اسی اور خدا کو سمجھتے ہونگے اور جب دو فرشتے خود اوسکی برائی بیان کرتے ہین اور کہدیتے ہین کہ ہم امتحان کے واسطے مقرر ہوئے ہین تو کیا اعتراض باقی رہا اور خدا کو اختیار ہے کہ اپنے بندونکا جسطرح چاہے امتحان کرے اور اگر ایسے ہی اعتراض مانے جائین تو اگر کوئی یون کہے کہ خدا نے مفسدین اور اشرار کو کیون پیدا کیا اور خدا نے گناہ کرنے کی بندون کو کیون قدرت دی تو اوسکا سید احمد خان صاحب کیا جواب دینگے **ف** یہ جو اللہ نے فرمایا کہ سحر کے اثر سے میان بی بی

ابن راہویہ اور ابن مردویہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ زہرہ پر لعنت کرے اسی نے ہاروت و ماروت کو فتنہ مین ڈالا ہے اور مجاہد اور نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر زہرہ ستارہ دیکھکر یہ دعا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اسی نے ہاروت و ماروت کو فتنے مین ڈالا۔ بعضی محدثین جیسے قاضی عیاض وغیرہ اور وہ مفسرین جو علم کلام کا مذاق رکھتے ہین جیسے امام رازی اور بیضاوی وغیرہ اس قصہ کے منکر ہین اور اوسکو بے اصل سمجھتے ہین بعض کی یہ رائے ہے کہ یہ قصہ یہودیون سے منقول ہے قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی بھی اسی زمرہ مین ہین اور ایسے اختلاف کی صورت مین ہم اسکے سوا اور کیا کر سکتے ہے کہ فریقین کے اقوال نقل کر دئے اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن کی تفسیر اس تمام قصہ پر ہرگز موقوف نہین البتہ ان دو فرشتونکا سحر سکھانے کے لیے نازل ہونا اور جو سیکھنا چاہے اوسکو اول منع کر دینا اور ڈرانا قرآن سے ثابت ہے اور اتنے قصے پر ایمان لانا ضروریات سے ہے

سحر کی حقیقت۔

سحر کی حقیقت یہ ہے کہ شیاطین کی طرف رجوع کرنا اور ایسے منتر پڑھنا اور ایسے کام بجا لانا جن مین شیاطین کی خوشامد اور اون سے استعانت ہو اور اوس کے ذریعہ سے ایسے انتظام کرنا جو عادۃً انسان کی قدرت باہر ہون۔ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ جادو کا اثر کبھی ظاہر ہو جاتا ہے مگر جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے ہی ارادہ سے ہوتا ہے۔ معجزہ مین اور جادو مین فرق کئی وجہ سے ہے۔ اول یہ کہ جادو کا اثر اوسی شخص کے ہاتھہ پر ظاہر ہوتا ہے جو خباثت نفس اور شرارت مین شیطان سے مناسبت رکھتا ہو اور معجزہ اور کرامت کا ظہور ایسے شخص کے ہاتھہ پر ہوتا ہے جسکا تقدس اظہر من الشمس ہوتا ہے اور یہ فرق ایسا ہے جو ہر شخص پر ادنیٰ توجہ مین ظاہر ہو سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ سحر خاص منتروں اور خاص اون افعال پر موقوف ہوتا ہے جو اوسکے واسطے مقرر ہین بغیر اون کے ظاہر نہین ہو سکتا اور معجزہ کسی عمل یا منتر پر موقوف نہین ہوتا۔ تیسرے یہ کہ نبی اور ولی اپنے معجزے یا کرامت کو اللہ کا فضل سمجھتے ہین

تین معنی برائی کے بھی پیدا ہوتے ہیں ایک یہ کہ یہود یونکی بولی مین یہ گالی تہی - دوسرے یہ کہ اگر اوسکو رعونت سے مشتق سمجھا جائے تو اوس کے معنی نادان متکبر کے ہین - تیسرے معنی اوس کے یہ بھی ہین کہ راعی چرواہے کو کہتے ہین تو راعِنا کے معنی یہ ہوئے کہ ہمارا چرواہا - غرض لفظ راعنا مین چار معنی ہوسکتے تہے پہلے معنی کہ ہماری رعایت کرو مسلمانونکی مراد تہی اور اسی مراد سے مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ لفظ کہا کرتے تہے - اور جو اسمین قبیح مرادون کے پہلو ہین اونکی طرف مسلمانون کا دہیان نگیا - یہودیون نے جو مسلمانون سے یہ لفظ سنا تو انہون نے شرارت کا قابو پاکر قبیح مرادون کے لحاظ سے یہ لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنا شروع کیا - سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ یہودیون کی بولی خوب سمجھتے تہے اور اونکی شرارت اور چال چلن سے بہی واقف تہے اونہون نے ایک مرتبہ کسی یہودی سے یہ لفظ سنا اور وہ اوسکی مراد کو سمجھ گئے تو اونہون نے اوس سے کہا کہ اگر مین نے پہر تجھسے یہ لفظ سنا تو مین تجھکو قتل کر دونگا - اوسنے جواب دیا کہ یہ لفظ مسلمان بہی کہتے ہین اسلئے اللہ نے یہ آیت نازل کی کہ اے مومنو تم راعنا کا لفظ مت کہا کرو بلکہ اوسکے بدلے (اُنظُرنَا) کا لفظ کہو اوسکے معنی بہی وہی ہین جو راعِنا سے مسلمان مراد لیتے تہے یعنی ہماری طرف دیکہیے اور یہود جن قبیح پہلو اوسمین سے نکالتے تہے وہ اُنظُرنَا مین نہین نکلتے اور یہ جو اللہ نے فرمایا کہ وَاسْمَعُوا یعنی سنو اس سے یا تو مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تقریر اسطرح غور سے سنا کرو کہ انکو حضرت کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑے یا یہ مراد ہے کہ یہ جو اللہ کا حکم ہے کہ راعِنا مت کہو بلکہ اُنظُرنَا کہا کرو اسکو خوب سن لو اور قبول کرو اور اون گستاخ یہودیون کے لیے اللہ نے عذاب الیم کی خبر دی ف اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جن الفاظ مین برائی کا کوئی پہلو نکلتا ہو اونکا بہی نیتی کے ساتہ یہی استعمال کرنا چاہیے مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

ف جو الفاظ مین برائی کا پہلو نکلتا ہو اونکا بہی استعمال نہ کرنا چاہیے

جدائی کرادیتے ہے اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ سحر میں اثر ہوتا ہے۔ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ
مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ط اور نہیں وہ ایذا پہونچانے والے کسیکو سحر کے ساتھ مگر
اللہ کے حکم سے ف یعنی بالذات سحر میں کوئی تاثیر نہیں بلکہ جو اثر اوسکا ظاہر ہوتا ہے وہ اللہ کے
حکم سے ہوتا ہے جسطرح اور اسباب کا حال ہے۔ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا
يَنْفَعُهُمْ ط اور سیکھتے ہیں وہ چیز جو اون کو نقصان پہونچاتی ہے اور نفع نہیں پہونچاتی وَلَقَدْ
عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ط اور بیشک جانتے
ہیں کہ جو کوئی اوسکو لیتا ہے نہیں ہے اوس کے لیئے آخرت میں کوئی حصہ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ
أَنْفُسَهُمْ ط لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ط اور البتہ بری چیز ہے وہ جس کے بدلے میں
اونہوں نے اپنی جانوں کو بیچا ہے اگر وہ سمجھتے۔ ف یعنی وہ نادان ہیں جو سحر کے مواخذہ میں
اپنی جانوں کو عذاب اخروی میں مبتلا کرتے ہیں وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِنْ
عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ ط لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ط اور اگر وہ ایمان لاوین اور ڈرین تو اللہ کیطرف
سے اچھا ثواب ملے کاش وہ سمجھیں يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا
وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا ط وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ط اے ایمان والو
لفظ راعنا مت کہو اور انظرنا کہو اور سنو اور کافروں کے لئے دکھ دینے والا عذاب ہے ف
اس آیت کی تفسیر میں دو روایتیں ہیں ابو نعیم نے دلائل میں ابن عباس سے یہ روایت کی ہے کہ مسلمان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے راعنا یا رسول اللہ یعنی رعایت کیجئے ہماری یا رسول اللہ اور
مطلب یہ ہوتا تھا کہ جو کچھ ارشاد فرمائیے ایسا آہستہ آہستہ اور وضاحت کے ساتھ فرمائیے کہ ہم اچھی طرح
سمجھ لیں اور ابن منذر کی روایت یہ ہے کہ مومنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرکے راعنا اوسوقت
کہتے تھے کہ جب حضرت کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہوتا تھا اس صورت میں راعنا مراعات سے امر ہوتا تھا اور اسی لفظ میں

اپنے احکام مین کچھہ اعتراض یا غلطی پاکر اوسکو تبدیل کیا ہو ایسی صورت تو اللہ کے احکام مین ہرگز نہین ہوسکتی وہ عالم الغیب اور حکیم ہے بلکہ قدیم سے اوسکے علم مین یہ بات مقرر ہوچکی تہی کہ فلانے زمانیکے واسطے یہ حکم اور فلانے زمانیکے واسطے یہ حکم ہے اور جو حکم جس زمانے کیواسطے اوس نے مقرر کیا اوس زمانے کے واسطے وہی عین مصلحت اور حکمت تہا مثلاً حضرت آدمؑ کے زمانے مین بہن کا بہائی سے نکاح جایز ہوا اوسوقت یہی مصلحت تہی اور جب اس مصلحت کا زمانہ پورا ہوچکا تو اس حکم کو منسوخ کردیا اسی طرح اللہ کا ہر حکم اپنی میعاد تک اوسکی حکمتون اور مصلحتون پر مبنی ہوتا ہے۔ مگر یہ ضرور نہین کہ اللہ کی تمام حکمتین اور مصلحتین انسان کی سمجھہ مین آجاوین حضرت ابراہیمؑ کو بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیا یہ ایک ایسا حکم تہا جسکی تعمیل انسان کے نفس پر بہت شاق ہوتی ہے اور اوسوقت تک اوسکی کچھ مصلحت سمجھہ مین نہین آسکتی تہی بلکہ نہایت تعجب اور حیرت کا موقع تہا مگر جب وہ دونو اوسکی تعمیل پر مستعد ہوگئے تو اللہ نے اوس حکم کو منسوخ کردیا اوسوقت اوسکی حکمت سب پر کہل گئی کہ اللہ کو اس کمال اطاعت کا شرف اور اجر اون دونون کو عطا کرنا مقصود تہا اور اسکے علاوہ یہ بھی مقصود تہا کہ قیامت تک سب بندون پر ظاہر ہوجاوے کہ وہ دونو اللہ کے کیسے مطیع ہین۔ دنیا کے جتنے حوادث ہین وہ بہی اللہ کے حکم سے ہی حادث ہوتے ہین بغیر اوسکے حکم کے کچھ واقع نہین ہوتا۔ باینہمہ ہمیشہ ان حوادث کی حالت بدلتی رہتی ہے کبھی کوئی غنی فقیر ہوجاتا ہے کبھی کوئی فقیر غنی ہوجاتا ہے کبھی کوئی بیمار تندرست ہوجاتا ہے کبھی کوئی تندرست بیمار۔ پس جب تک اللہ نے کسیکو امیری یا فقیری یا بیماری دی اوسوقت تک اوس کے حقمین وہی مصلحت تہی اور جب اوسکی حالت بدلدی اوسوقت وہ تبدیل حالت مقتضاے حکمت تہا یہ نہین کہ خدا کی رائے بدلنے سے حکم بدلا ہو بلکہ قدیم سے علم الٰہی مین اسی طرح مقرر تہا یہی حالت احکام شریعت کی بہی سمجھنا چاہیئے۔

ف نسخ ہمیشہ احکام مین ہوتا ہے خبر مین نہین ہوتا۔ علمانے لکہا ہے کہ قرآن مین نسخ جایز ہونے پر مسلمانون کا اتفاق ہے ابو مسلم بن بحر جو معتزلی مذہب ہے وہ قرآن مین نسخ کو واقع ہوا سے

ف ابو مسلم اصفہانی معتزلی مذہب ہے اوسکی تفسیر مختصر کرکے ہمنے اوسکی تفسیر مین درج کردیا ہے جلد ۵ صفحہ ۱۰۳ سے ۱۱۱ تک اور اوسکے رسالہ اور اوسکے مذہب کا حال ۱۱۲ سے ۱۱۹ تک مندرج ہوا ہے

نہین پسند کرتے کافر اہل کتاب اور مشرکین مین سے یہ کہ اُترے تمپر خیر تمہارے رب کیطرف سے اور اللہ خاص کر لیتا ہے اپنی رحمت سے جسکو چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ف مسلمانو تمپر جو اللہ کا فضل تہا اور روز بروز اوسکے آثار ظاہر ہوتے جاتے ہے اور اونکی شوکت اور عظمت بڑہتی جاتی ہی اسپر مشرکین اور اہل کتاب کو بڑا حسد تہا اسی لیئے اللہ نے فرمایا کہ اللہ کی رحمت مین کچھ اونکی زبردستی نہین اللہ جسکو چاہے اپنے فضل سے مخصوص کرلے۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ نہین بدلتے ہم کسی آیت کو یا بھلاتے اوسکو تو لاتے ہین بہتر اوس سے یا اوسکی برابر کیا تجھکو معلوم نہین کہ بیشک اللہ ہر چیز پر قدرت رکہتا ہے ف جب یہود یون نے شریعت محمدی کے بعض احکام مثل جہت قبلہ کو بدلتے ہوئے دیکہا تو کہنے لگے کہ اس مذہب کا کیا حال ہے آج کچھ حکم ہوتا ہے کل کچھ حکم ہوتا ہے اس کے جواب مین اللہ نے یہ حکم دیا کہ ہم جب کوئی حکم بدلتے ہین تو اوسکا عوض اوسسے بہتر یا اوسکو برابر قائم کر دیتے ہین یعنی اس تبدیل مین کوئی نقصان نہین ہوتا بلکہ فائدہ ہوتا ہے۔

ف اللہ جو احکام انبیا پر نازل کرتا تہا اوسمین سے بعض احکام صرف چند روز کے واسطے ہی ہوتے تہے اور اگرچہ ہمیشہ سے علم الہی مین یہ مقرر ہوتا تہا کہ یہہ احکام صرف انہی دنون کے لیئے ہین مگر اس امر کو بندون پر ظاہر نہین کرتا تہا اور جب وہ مدت جو اوس حکم کے باقی رکہنے کے واسطے علم الہی مین مقرر تہی ختم ہو جاتی تہی اوسوقت اوسکے عوض دوسرا حکم نازل ہوتا تہا جس سے معلوم ہو جاتا تہا کہ پہلے حکم کی میعاد اب ختم ہو گئی۔ اسی وجہ سے علما نے لکہا ہے کہ نسخ کے معنی یہ ہین کہ کسی حکم کی تعمیل کی انتہا معلوم ہو جاوے کہ یہ حکم اتنی مدت کے لیئے تہا اب اوسکا وقت ختم ہو چکا۔ بعض مخالف جو یہ اعتراض کرتے ہین کہ اگر قرآن خدا کی طرف سے نازل ہوا تہا تو بعض آیتین اوسکی منسوخ کیون ہوتی تہین اور خدا نے پہلے سے ہی ایسے احکام کیون نہ بھیجے جو بدلنا نہ پڑتے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض تو اوسوقت وارد ہو جب اللہ نے

ابی بن کعب ہین اور احکام جاننے والے علی بن ابی طالب ہین مگر ہم ابی بن کعب کا ایک قول نہین مانتے جو وہ کہتے ہین کہ مین نے جتنا قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا ہے اوس کو نہین چھوڑون گا حالانکہ اللہ تعالے فرماتا ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ الخ حافظ ابن حجر وغیرہ شارحین بخاری نے اس روایت کے تحت مین لکھا ہے کہ ابی بن کعب کو بعض آیات کی تلاوت منسوخ ہونے کی خبر نہین پہونچی تھی اور حضرت عمرؓ کو بعض آیات کی تلاوت منسوخ ہو جانے کی خبر تھی اس لئے وہ ابی بن کعب کے اس قول کو نہین مانتے تھے اور اون کے مقابلے مین آیۃ مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ الخ سے اونہون نے استدلال کیا پھر حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ اگرچہ یہ آیت بطور شرط کے ہے مگر وقوع نسخ پر استدلال اوس کے ساتھ اسوجہ سے صحیح ہے کہ سبب نزول اوس کا یہی امر ہے جسکو ہم ابھی بروایت ابن ابی حاتم نقل کر چکے ہین۔ یہ اختلاف ابی بن کعب اور حضرت عمرؓ کا اون آیتون مین تھا جنکی تلاوت منسوخ ہو گئی مگر الفاظ کچھ یاد تھے ابی بن کعب اون کو قرآن مین داخل کرنا چاہتے تھے اور حضرت عمرؓ منسوخ التلاوت سمجھتے تھے۔ حدیث کی کتابون مین بعض عبارتین ہی ایسی منقول ہین جو پہلے سے قرآن مین داخل تھین پھر اون کی تلاوت منسوخ ہو گئی۔ دعاے قنوت بھی اسی قسم کی ہے بخاری مین ہے کہ شہداء بیر معونہ کے حق مین ہی قرآن کی ایک آیت نازل ہوئی تھی پھر اوس کی تلاوت منسوخ ہو گئی اِنَّا لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا یعنی ہم نے اپنے رب سے تو راضی ہوا اسی اور راضی کیا ہمکو۔ اس قسم کو بعض علما نسخ کی تیسری قسم مستقل جانتے ہین۔ مگر مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے اوس کو بھی قسم ثانی کے تحت مین داخل کیا ہے اور اون کی تقریر کا محصل شاید یہ ہے کہ عبارتون کا نسیان اگرچہ بالکل نہین ہوا مگر کسیقدر رہا یعنی ٹھیک نہ رہے وہ الفاظ یاد نہ رہے کسیقدر شک پڑ گیا اور نہ اون کا ٹھیک ٹھیک موقع یاد رہا الغرض احکام کا نسخ یا بعض آیات کی تلاوت کا نسخ جو کچھ ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین ہی ہوا اور حضرت کی وفات کے وقت جتنے الفاظ قرآن کے تھے وہ بجنسہ جمع ہو گئے ہین اور موجود ہین اور ہمیشہ موجود رہین گے اس لئے کہ اللہ تعالے نے اون کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ اور مسلم معتزلی کا یہ مذہب ہے

انکار کرتا ہے مگر یہ قول اوسکا باطل ہے اسلئے کہ قرآن مین وقوع نسخ بہت ظاہر ہے مثلاً پہلے بیت المقدس کی طرف نماز پڑہنے کا حکم تہا پہر یہ حکم منسوخ ہوکر جہت قبلہ کعبہ مقرر ہوا جسکا ذکر سورہ بقر مین جزء ثانی کے پہلے رکوع مین ہے۔ سورہ مجادلہ مین یہ حکم مذکور ہے کہ جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتین کرنا چاہے وہ پہلے صدقہ دیے اور اوس کے ساتہہ ہی اوس کا نسخ بہی مذکور ہے ابتدا اسلام مین حکم تہا کہ جس عورت کا شوہر مرجاوے اوس کی عدت ایک سال ہو پہر یہ حکم منسوخ ہوکر چار مہینے دس دن کی عدت مقرر ہوئی یہ دونو ناسخ و منسوخ سورہ بقر مین جزء ثانی کے آخر مین مذکور ہین **ف** نسخ کی کئی قسمین ہین ایک یہ کہ کسی آیت کا حکم منسوخ ہو مگر وہ آیت قرآن مین موجود ہے اس قت تک ہماری بحث نسخ کی اسی قسم مین ہے دوسرے یہ کہ کسی آیت کو اللہ بہلا دے یعنی دفعتاً سب کے سینون سے محو ہوجاے اور لکہا ہوا بہی خود بخود مٹ جاے اسی قسم کو اللہ نے فرمایا ہے اَوْ نُنْسِهَا یا بہلا دین ہم اوس کو۔ ابوداود نے کتاب الناسخ و منسوخ مین اور بیہقی نے دلائل النبوت مین روایت کی ہے کہ انصار مین سے ایک شخص رات کو تہجد کی نماز کے واسطے اوٹہا اور نماز مین الحمد کے بعد جو سورت پڑہنا شروع کی وہ پہلے سے خود بہی مگر اوسوقت بالکل بہول گیا اور بسم اللہ کے سوا ایک حرف اوس کو زبان پر جاری نہوا صبحکو اوس نے یہ قصہ اور صحابہ سے ذکر کیا سب نے کہا کہ اس رات مین ہمکو بہی اوس سورت کو ہم سب بہول گئے آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ماجرا عرض کیا حضرتؐ نے فرمایا کہ اس شب مین اوس کی تلاوت منسوخ ہوگئی اور من بہی اوسکو بہول گیا اور سب آدمیون کے سینہ سے محو ہوگئی اور جسکے پاس لکہی ہوئی بہی وہ حرف بہی مٹ گئے۔ ابن ابی حاتم نے بطریق عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اکثر ایسا بہی ہوتا تہا کہ رات مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تہی اور دن مین اوس کو بہول جاتے تہے اس لئے اللہ نے یہ آیت یعنی مَا نَنْسَخْ مِنْ آیَۃٍ الخ نازل کی۔ اس روایت کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین بغیر کسی کلام کے نقل کیا ہے بخاری مین ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم سب مین زیادہ قرآن جاننے والے

ایسی نشانیان اونہین امور مین ظاہر کیا کرتا ہے جنکا من اللہ ہونا ظاہر کردینا مقصود ہوتا ہے چنانچہ
انبیا اپنی نبوت کی دلیل مین بھی معجزات ظاہر کیا کرتے ہین ۔ اور دوسری قسم آیات منسوخ التلاوت کی
وہ آیات ہین جو اسطرح سے نہین اوترہین گئین مگر ٹھیک ٹھیک لفظ اون کے بھی یاد نہ رہے اسکی مصلحت
مین یہ توجیہ بلکہ وجہ یہ ہے کہ اللہ نے جو قرآن کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے اوس وعدہ کا پورا ہونا بھی بندون پر
ظاہر کرنا مقصود تھا اور اوسکو اسطرح ظاہر کیا کہ بعض آیات کو جو منجملہ قرآن کے اللہ کیطرف سے نازل ہوئین
تہین قرآن سے خارج کرکے اس حفاظت کے وعدہ سے جدا کردیا اب دونو حالت کو غور کرنا چاہیئے
جس کی حفاظت کا وعدہ کیا اوسکا ایک لفظ بلکہ ایک حرکات اسوقت تک مسلمانون کے سینون
اور سفینون مین کسطرح محفوظ ہین جس مین ذرا بھی تغیر اور تبدل کو دخل نہین ہوا اور جو آیتین اس حفاظت کے
وعدہ سے خارج کی گئین اونہین سے اکثر ایسی ہین جنکا حکم منسوخ نہین ہوا مگر ٹھیک ٹھیک وہ لفظ محفوظ
نرہے نہ اونکا موقع یاد رہا نہ اونکا ثبوت بطور تواتر کے قطعی و یقینی رہا بلکہ اخبار احاد سے گئین اور بعض بہت
ضعف کے مرتبہ مین ہین حالانکہ وہ بھی مثل اسی قرآن کے اللہ کیطرف سے نازل ہوئین تھین اور ان دونو کی
حالت پر غور کرنے سے بخوبی ظاہر ہوجاتا ہے کہ جنکی حفاظت کا وعدہ ہے وہ کیسی عمدگی کے ساتھہ پورا
ہوا ہے ۔ سید احمد خان نے اس مقام پر اول تو مفسرین اہل اسلام کو ناحق بہت سخت وسست کہا ہے
اور پھر خود بھی اتنی بات تسلیم کی ہے کہ موسوی شریعت کے بعض احکام شریعت محمدی مین منسوخ ہوگئے
اتنے تسلیم کرنے سے اتنی بات اونہون نے مان لی کہ خدا کے احکام مین نسخ بھی جاری ہوسکتا ہے
مگر وہ بتقلید ابومسلم معتزلی قرآن کی آیات مین نسخ نہین مانتے حالانکہ جسطرح وہ خدا کے احکام کا نسخ ہے
اسیطرح یہ بھی خدا کے احکام کا نسخ ہے اور اسی آیت کا نسخ سے اوسکا جواز ثابت ہوتا ہے اور اوسکا وقوع
ثابت کرنے کے لیے سورۂ مجادلہ کی وہ آیت جسمین یہ حکم ہے کہ اے مسلمانو جب تم پیغمبر سے سرگوشی کرنا
چاہو تو اول صدقہ دو اور پھر اوس کے ساتھہ ہی اوسکا نسخ مذکور ہے بہت کافی ہے اور نیز سورۂ بقر مین

کہ جو الفاظ اب منسوخ التلاوۃ سمجھے جاتے ہین یہ درحقیقت بطور تفسیر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بیان کئے تہے جسکو بعض صحابہ نے غلطی سے قرآن سمجھ لیا تہا اس زمانے مین بعض شخصون نے مخالفین
کے خوف سے اسی قول کو اختیار کیا ہے ہمارے نزدیک محدثین اور قدماء اہل سنت کا مذہب چھوڑ کر ایک
معتزلی کا قول اختیار کرنا نہایت عجیب ہے ان سب مخالفتون کے سوا بہت بڑی خرابی اس قول مین یہ ہے
کہ صحابہ کی طرف غلط فہمی کی نسبت کیجاتی ہے حالانکہ قرآن ہم تک انہین کے واسطہ سے پہونچا ہے اور
اوسکے ثبوت کا مدار بالکل انہین پر ہے اور صحابہ کا اس باب مین جو مذہب ہے وہ بخاری کی اون
روایتون سے ظاہر ہوگیا جنکو ہم ابہی نقل کر چکے ہین بلکہ بعض روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ
بعض الفاظ جو بطور تفسیر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرماے تہے اونکو بہی صحابہ قرآن مین
لکہہ لیتے تہے مگر قرآن کے الفاظ سے اونکو جدا سمجہتے تہے تفصیل اسکی اتقان مین مذکور ہے۔ اللہ کو کاموں
کی مصلحتین یہ کچھ ضرور نہین کہ انسان کی سمجھ مین آجایا کرین مگر انسان کی یہ ایک طبعی عادت ہے کہ ہر ایک کام کی
حکمت اور مصلحت کو تجویز کرنے مین ہمیشہ طبع آزمائی کیا کرتا ہے اسی قسم کی اس مقام پر یہ بحث ہے کہ جن آیتون کا حکم اللہ
نے منسوخ کردیا اونکو قرآن مین کیون باقی رکہا ظاہر اوسکی مصلحت یہ سمجھہ مین آتی ہے کہ اونکے باقی رکہنے سے یہ فائدہ تہا
کہ مسلمان اونکی تلاوت سے اجر پایا کرین اور نیز جب اونکو پڑہ کر اونکا منسوخ ہونا معلوم کرین تو اللہ کی اس نعمت کا
شکر ادا کیا کرین اسلئے کہ نسخ مین ہمیشہ آسانی اور بہتری ہوتی ہے۔ اب دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض
آیتون کی تلاوت منسوخ اور اونکو قرآن سے خارج کردینے مین کیا مصلحت تہی اس سوال کے جواب مین ممکن ہے کہ
یہ کہا جاے کہ آیات منسوخ التلاوۃ کی دو قسمین ہین ایک تو وہ جو وقتاً اوٹہالی گئین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور تمام صحابہ کرام کے سینون سے ایک دم مین محو ہوگئین اور اون کے لکہے ہوے نقوش بہی مٹ گئے
اس قسم کا اوٹہا لینا بہی ایک امر خارق عادت اور معجزہ ہے اور قرآن کے من اللہ ہونے کی دلیل ہے اسلئے
کہ اگر من اللہ نہوتا تو وہ بطور خرق عادت کے وہ آیتین کیون اوٹہائی جاتین اور اللہ اپنی قدرت کی

موسے سے پہلے ف یعنی جیسطرح بنی اسرائیل نے حضرت موسے سے کہا تھا کہ ہم تمپر ایمان نہ لاوینگے
جب تک کہ خدا کو علانیہ نہ دیکھہ لینگے اسی قسم کے سوال تم بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے کرنا چاہتے ہو اس مین مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہہ خطاب یہود مدینہ سے ہے یا مشرکین
سے - ابن ابی حاتم نے بطریق سعید عکرمہ ابن عباس سے یہ روایت کی ہے کہ رافع بن حرملہ اور
وہب بن زید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ ہم تمپر اوسوقت ایمان لاوینگے جب
ہمپر آسمان سے ایک کتاب نازل ہو جسکو ہم پڑہ لین یا زمین سے پانی کے چشمے جاری کردو اوسوقت
اللہ تعالے نے یہ آیت نازل کی کہ کیا چاہتے ہو تم کہ اپنے رسول سے ایسی درخواستین کرو جیسی بنی اسرائیل
نے موسی سے سوال کیے تھے وَمَنْ يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ
السَّبِيلِ ۝ اور جسنے ایمان کے بدلے کفر کو عوض ایمان کے دیدیا تحقیق بہک گیا سیدھے راستہ سے
وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا
حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ج
تمنا کرتے ہین اکثر اہل کتاب کہ کاش پھیر بنالین تمکو بعد ایمان لانے تمہارے کے کافر بوجہ حسد
کے جو اونکو اپنی طرف سے ہے بعد اس کے کہ کھل چکا ہے اونپر حق ف یہودی اس امر کو یقین
جانتے ہے کہ مذہب اسلام حق ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہین مگر وہ تعصب کی وجہ سے
ایمان نہ لاتے تھے لیکن اونکو بوجہ حسد کے اہل عرب کا مسلمان ہونا ناگوار تھا - حسد اسی وجہ سے تھا کہ نعمت
ایمان کی قدر اور اہمیت اس سے محروم ہی اونکو بخوبی معلوم تھی - پس وہ چاہتے تھے کہ کسطرح اہل عرب
بھی اوسی طرح محروم ہو جائین اور جو مسلمان ہو گئے ہین وہ کسیطرح مرتد ہو کر پھر کافر بنجائین اسی وجہ سے
شبہ وغیرہ کی بحث مین شبہات اون کے دل مین ڈالا کرتے تھے اور حسد اونکو بوجہ خود بخود اپنی طرف
سے تھا کوئی سابقہ عداوت اونکو اہل عرب کے ساتھ نہ تھی - سب سے زیادہ حسد و شحنہ اونکو تھا جن مین سے

شوہر مر جانے والے کی بی بی کے لئے سال بھر عدت کا حکم ہے اور پھر دوسری آیت وہ بھی موجود ہے جسمین چار مہینے دس دن کا حکم ہے اگرچہ سید احمد خان نے یہ وعدہ کیا ہے کہ جن آیات کے منسوخ ہونیکا دعوے کیا جاتا ہے اونکی تفسیر مین ہم ثابت کردینگے کہ وہ آیتین منسوخ نہین مگر عدت کی آیت اسی سورۂ بقر مین موجود ہے جسکی تفسیر مین سید احمد خان نے بالکل سکوت اختیار کیا ہے۔ نسخ تلاوت کا سید احمد خان نے بالکل انکار کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اوسکا ثبوت حدیث سے تہا اور سید احمد خان حدیث کے منکر ہین مگر ننسہا کا لفظ جو قرآن مین موجود ہے اوس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ قرآن کی بعض آیات کو بہلا دے اور اونکی جگہ دوسری قایم کردے جو اون سے بہتر یا برابر ہون سید احمد خان یہ کہتے ہین کہ یہان آیت سے قرآن کی آیت مراد نہین بلکہ توریت کی آیتین مراد ہین مگر یہ زبردستی ہے پس نسخ تلاوت کا جواز جب قرآن سے ثابت ہوگیا تو اوسکا وقوع جو اقوال صحابہؓ سے ثابت ہوا ہے ضرور ماننے کے قابل ہے۔ سید احمد خان نسخ مین اختلاف حیثیت شرط کرتے ہین حالانکہ حیثیت کا تغیر اگر ہوگا تو اوس حکم کی علت مین ہوگا جسکا علم ضرور نہین کہ انسان کو حاصل ہوجاے ظاہرا صورت مسئلہ مین کچھ اختلاف اس قسم کا نہین ہوتا مثلاً ہوہ کے لئے اول سال بھر کی پھر چار مہینے دس دن کی عدت مقرر ہوئی ظاہر صورت مسئلہ کی کچھ حیثیت نہین بدلی ہے واللہ اعلم بالصواب **اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** کیا تو نہین جانتا کہ اللہ ہی کے لئے ہے بادشاہت آسمانون کی اور زمین کی **ف** یعنی جہان مین اوسی کی حکومت ہے وہ جو چاہے حکم دے اور جس حکم کو چاہے بدل دے وہ اپنے بندون کی مصلحت خوب جانتا ہے جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے اور جس حکم کو چاہتا ہے بدل دیتا ہے **وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ** اور نہین ہے تمہارے لئے اللہ کے سوا دوست اور مددگار **اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُىِٕلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ** ط کیا تم چاہتے ہو کہ سوال کرو اپنے رسول سے جیسے سوال کئے گئے ہے

اللہ جہاد کا حکم دے اوسوقت تک صبر کرو۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے یعنی اون سے بخوبی انتقام لے سکتا ہے
چنانچہ جب جہاد کا حکم آیا تو یہود یون کا ایک قبیلہ نکالدیا گیا اور ایک کو قتل کیا گیا ف سیوطی نے
اتقان مین ایک قول یہی نقل کیا ہے کہ یہ آیت کی ہے یعنی مکہ مین نازل ہوئی تہی اس صورت مین مراد یہ ہوگی
کہ مشرکین مکہ کی ایذاؤن اور انکار پر صبر کرو جبتک جہاد کا حکم آوے وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ
اور قایم کرو نماز کو اور ادا کرو زکوۃ ف حاصل یہ ہے کہ غیرون کی بہی اصلاح کرو اور اپنی ذات کی بہی
اصلاح کرو غیرون کی اصلاح معافی اور درگذر کرنے سے ہوگی کہ شاید رفتہ رفتہ بعضے آدمیون کی سمجھ
درست ہوجاے اور تم اپنی اصلاح اقامت صلوۃ اور ادائے زکوۃ وغیرہ اعمال حسنہ سے کرو۔ یا مطلب یہ ہے کہ
تمکو جو اونکی مخالفت پر رنج ہو تو اون سے تو کچہ نکہو اور معاف کرو مگر اللہ کیطرف رجوع ہو اور اقامت صلوۃ
وغیرہ عبادات اور اعمال صالحہ مین مشغول ہوجاؤ۔ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ
عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ اور جو پہلے سے کرلوگے اپنی جانون کے لیے
پاؤگے اوسکو اللہ کے پاس بیشک اللہ تمہارے اعمال کا دیکہنے والا ہے۔ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ
الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ اور کہا اہل کتاب نے کہ نہ داخل ہوگا جنت مین
مگر وہ جو یہودی ہو یا نصاری ہو ف یعنی یہود یونکا قول یہ ہے کہ جنت مین یہودیون کے سوا کوئی اور داخل نہوگا
اور نصاری کا قول یہ ہے کہ جنت مین نصاری کے سوا اور کوئی داخل نہوگا تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ یہ اونکی
خواہشین ہین ف یعنی اونہون نے اپنی خواہشون کے موافق خیالات بانده لئے ہین قُلْ هَاتُوْا
بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ تو کہدے کہ لاؤ تم اپنی دلیل اگر ہو تم سچے ف
اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بے دلیل کوئی بات نماننا چاہیئے بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ
لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ ہان جسنے خالص کی اپنی توجہ اللہ ہی کے لئے اور وہ دلی خلوص

ایک کا نام حیی اور دوسرے کا نام یاسر تھا یہ دونو اخطب کے بیٹے تھے اونکو اس بات کا بہت رنج تھا کہ رسول اہل عرب مین کیون پیدا ہوئے اور جہانتک اون سے ہوسکتا تہا اس امر مین کوشش کرتے تھے کہ کسیطرح مسلمان مین اسلام سے پہر جائین ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اونہین دونو کے حق مین اتری ہے ف حسد کی چار قسمین ہین ایک یہہ کہ دوسرے کی نعمت دیکھکر جلے اور اوسکا زوال چاہے اگرچہ جانتا ہو کہ یہہ مجھکو نہ ملجاوے گی - ایسا حسد مسلمان کے ساتھہ حرام ہی - مگر کوئی کافر یا فاجر اپنی دولت کو باعث فساد کا بناتا ہو تو اوس صورت مین اوسکی دولت کا زوال پسند کرنا جایز ہے دوسری یہ کہ کسی کی نعمت دیکھکر یہ آرزو کرے کہ یہ چیز اوس سے نکلکر مجھکو ملجاوے مثلاً دوسرے کا مکان دیکھکر تمنا ہو کہ کسیطرح یہ میرے قبضہ مین آجاوے یا دوسرے کی عورت دیکھکر یہ شوق ہو کہ کسیطرح میرے نکاح مین آجاے اس قسم کے حسد مین مقصود انسان کا یہ ہوتا ہے کہ مجھکو نعمت ملجاے دوسرے سے اوسکا نکلجانا بالتبع لازم آجاتا ہے مقصود بالذات نہین ہوتا - یہ قسم بہی حرام ہی مگر بہ نسبت قسم اول کے خفیف ہے - تیسری قسم حسد کی یہ ہے کہ دوسرے کی چیز کو پسند کرکے یہ خواہش ہو کہ اسی قسم کی یہ چیز مجھکو بہی ملجاے اور جب اوسکو نہ مل سکے تو یہ خواہش ہو کہ یہ چیز اوس کے پاس سے بہی جاتی رہے تاکہ وہ دونو برابر ہوجائین اس قسم مین اخیر کی خواہش منع ہے پہلی خواہش جایز ہے - فرق دوسری اور تیسری قسم مین یہ ہے کہ دوسری قسم مین بعینہ اوسی چیز کی خواہش ہوتی ہے اور تیسری قسم مین اوسکی مثل اور چیز کی خواہش ہوتی ہے - چوتہی قسم حسد کی یہ ہے کہ دوسرے کی چیز کو پسند کرکے اوسکی مثل اپنے واسطے بہی خواہش کرے اور اگر وہ اسکو حاصل نہو سکے تو اوس دوسرے کی نعمت کا زوال چاہی - یہ قسم امور دنیاوی مین اور امور دینی مین سب ہی مثلاً اگر دوسرے کا علم اور زہد اور تقوی دیکھکر یہ خواہش ہو کہ یہ صفتین مجھکو بہی حاصل ہوجائین تو یہ امر مستحب ہی فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تو معاف کرو اور درگذر کرو جبتک کہ اللہ اپنا حکم بہیجے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف یعنی جبتک

مِثْلَ قَوْلِهِمْ ج اسی طرح کہا اونہون نے جو نہین جانتے ہین مثل اون کے
ینی مشرکین جو اللہ کی کتابون سے ناواقف ہین اسی طرح وہ بھی اپنے مذہب کو حق جانتے
ر مذہب کو باطل سمجھتے ہین فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا
تَخْتَلِفُوْنَ ۝ پس اللہ فیصلہ کرے گا اون کے درمیان قیامت کے دن اون
خلاف کرتے ہین وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ
يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ط اور کون ظلم مین بڑھکر ہوگا اوس سے
سجدون کو اس بات سے کہ اون مین اللہ کے نام کا ذکر کیا جاوے اور کوشش کرے
ف سلف سے اس آیت کے شان نزول مین تین قول منقول ہین۔ عبدالرحمن بن زید
روایت کی ہے کہ مشرکین مکہ نے جو بروز حدیبیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ
روکا اوسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔ عطا کا قول بھی یہی ہے اور ابن عباس سے ایک
ابتدائے اسلام مین جو قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ مین نماز پڑھنے سے
کے حقمین یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسرا قول ابن عباس سے یہ منقول ہے کہ اون نصاریٰ
نازل ہوئی ہے جنہون نے بیت المقدس کو خراب کیا تھا اور سدی اور کعب الاحبار اور قتادہ
یہ آیت نصاریٰ کے حق مین نازل ہوئی ہے تفصیل اوسکی یہ ہے کہ جب یہودیون نے
لام کو قتل کرنا چاہا اور اللہ نے اپنی قدرت سے اوسکو آسمان کی طرف اوٹھالیا تو نصاریٰ
سکا بدلا لینا چاہا اور اگرچہ مسجد بیت المقدس کی تعظیم جسطرح یہود کرتے تھے اسیطرح نصاریٰ
ین ہمہ یہودیون کی ضد پر نصاریٰ نے بخت نصر بادشاہ کی مدد کی اور اوس کے ساتھ
راب کرنے مین شریک ہوئے ابن جریر نے سب اقوال کو نقل کرکے اسی قول کو ترجیح
یل بیان کی ہے کہ مشرکین عرب اس آیت کے نازل ہونے کا باعث نہین ہوسکتے کہ اونہون نے

ل عبدالرحمن بن زید
حضرت عمر کے صحبتی ہین
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ن جبیر بن مطعم بن عدی
ن عطا بن ابی رباح
ن قتادہ بن دعامہ
ن عباس رضی
نعمان بن ابی نجیح
بن اوائل ۱۲ اخفال
ہوا ۱۲

رکھنے والا ہے تو اوس کے لیے اوسکا اجر ہے اوس کے رب کے پاس اور نہیں ہے اوپر خوف اور نہ وہ
رنج پانے والے ہین ف حاصل یہ ہے کہ یہودیونکا یہ قول کہ جنت مین یہودیون کے سوا اور کوئی
داخل نہین ہوسکتا اور نصاریٰ کا یہ قول کہ جنت مین نصاری کے سوا اور کوئی داخل نہین ہوسکتا۔ سب
غلط ہین البتہ جو اپنے ارادہ کو اللہ کے واسطے خالص کریگا اور دل مین اخلاص پیدا کریگا وہ جنت مین
داخل ہوگا اور یہ بات یہودیون اور عیسائیون کو حاصل نہ تھی اسلیئے کہ وہ بالیقین جانتے تھے کہ محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہین مگر پھر بھی تعصب کی وجہ سے ایمان نہین لاتے اسکی وجہ یہی تھی کہ اون کی
نیت اللہ کے واسطے خالص نہ تھی اگر وہ خلوص رکھتے تو فوراً حق اختیار کرتے ف محسن کا ترجمہ مخلص اسلیئے کیا گیا
کہ صحیحین کی حدیث مین وارد ہے کہ احسان اوسکو کہتے ہین کہ تو اللہ کی عبادت اسطرح کرے گویا کہ تو اوسکو دیکھتا
ہے اور اگر یہ حاصل نہو سکے تو ادنی مرتبہ احسان کا یہ ہے کہ تو یقین کرلے کہ اللہ تجھکو دیکھتا ہے حاصل
اسکا یہ ہے کہ مرتبہ حضور قلب اور خلوص کا حاصل ہو قَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ
عَلَىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ
الْكِتَابَ ط اور کہا یہودیون نے کہ نہین ہین نصاریٰ کسی چیز پر اور کہا نصاریٰ نے کہ نہین ہین یہودی
کسی چیز پر اور وہ پڑھتے ہین کتاب ف ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت
کی ہے کہ نجران کے نصاریٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے تھے یہود مدینہ بھی اون سے ملنے آئے
اور اون مین باہم مذہبی بحث شروع ہوئی رافع بن حرملہ یہودی نے کہا کہ نصاریٰ گمراہ ہین اور اون نصاریٰ
مین سے ایک شخص نے کہا کہ یہودی گمراہ ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بحث اونکی بہت ناگوار ہوئی
اوسوقت یہ آیت نازل ہوئی ف یہ جو اللہ نے فرمایا کہ وہ کتاب پڑھتے ہین اس سے مراد یہ ہے کہ انبیاء
سابقین کی کتابون سے واقف ہین۔ اور پھر آپسمین ایسی جھگڑا کرتے ہین۔ یہ زیادہ تعجب کی بات ہے اسلیئے کہ
اون کتابون پر غور کرنے سے امر حق اونپر بہت اچھی طرح ظاہر ہوسکتا تھا كَذَٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ

جیسا کہ ہمارے زمانہ میں بعض آدمیوں کا حال ہے وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط اور اللہ کے ہی لئے ہے مشرق اور مغرب جدہر کو تم موڑہ کرو ادہر کو ہے سامنا اللہ کا ف اس آیت کی تفسیر میں سلف سے چند اقوال منقول ہیں اون سب کو جدا جدا ہم نقل کرتے ہیں۔ ابن جریر نے ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب بیت المقدس کا قبلہ منسوخ ہو کر کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم ہوا تو یہودی یہ کہنے لگے کہ مسلمان جس قبلہ کو پوجتے تھے اوس سے کیوں پھر گئے اسکے جواب میں اللہ نے یہ آیت نازل کی کہ مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کی ملک ہے جدہر کو موڑہ کرو ادہر کو اللہ کا حضور ہے یعنی جسطرح بیت المقدس کی طرف موڑہ کر کے نماز پڑھنے کی اللہ کو خبر ہو جاتی ہے اسی طرح کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کی بھی اللہ کو خبر ہو جاتی ہے یہ نہیں ہے کہ بیت المقدس کی طرف سے اللہ کا سامنا ہوتا ہو اور کعبہ کی طرف سے نہ ہوتا ہو سب سمتیں اوسی کی ہیں اور اوس کو سب طرف سے ایک ہی نسبت ہے۔ یہ اوسکی حکمت اور مصلحت سے کہ چند روز کے لئے اوس نے بیت المقدس کی طرف نماز کا حکم دیا اور پھر اوس حکم کو منسوخ کر کے کعبہ کی طرف نماز کا حکم دیدیا درحقیقت مزا بالذات قبلہ بیت المقدس ہے نہ کعبہ بلکہ اللہ کے حکم کی اطاعت ہے جدہر کو وہ حکم کرے اودہر کو نماز پڑھنا چاہیئے پس ابن عباس کے قول کی بموجب اس آیت میں یہ حکم نہیں دیا گیا کہ جدہر کو چاہو اودہر کو نماز پڑھو بلکہ یہ سمجھایا گیا کہ جسطرف کو موڑہ کر کے نماز پڑھو اللہ کو خبر ہو جاتی ہے۔ اور مسلم اور ترمذی وغیرہ نے ابن عمرؓ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ کو تشریف لائے تھے۔ راستہ میں آپ سواری کی حالت میں نوافل میں مشغول تھے اور سواری کا رخ مختلف سمتوں کو بدلتا تھا۔ اس قصہ کو نقل کر کے ابن عمرؓ نے آیت وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ پڑھی اور فرمایا کہ اسی باب میں یہ نازل ہوئی ہے پس ابن عمرؓ کے نزدیک اس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ مسافر سواری کی حالت میں جدہر اوس کی سواری کا رخ ہو اوسی طرف کو موڑہ کر کے نوافل پڑھ سکتا ہے خواہ مشرقی ہو خواہ مغرب۔ اور ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ نے

اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دخول خانہ کعبہ سے روکا مگر اوسکے خراب کرنے مین کوشش نہین کی بلکہ اپنے اعتقاد مین بہی اوسکو معظم مکرم جانتے تہے ۔ پس ظاہر یہی ہے کہ اس آیت مین مراد نصاریٰ نہین جنہون نے بیت المقدس کو خراب کیا تہا اور ایک قرینہ اسکا یہ بہی ہے کہ پہلے سے آیات سابقہ مین سلسلہ وار اہل کتاب کا ہی ذکر چلا آتا ہے ۔ خصوصاً اس آیت سے متصل جو پہلے آیت ہے اوسکا سبب نزول بہی نصاریٰ نجران کا قصہ ہے ۔ جو مفسرین کہ اس آیت کو مشرکین مکہ کی حالت پر محمول کرتے ہین وہ صرف استطراد کافی سمجہتے ہین کہ اس سے پہلے جو اللہ نے یہ فرمایا کہ کذلک قال الذین لا یعلمون الآیہ اسمین مشرکین مکہ کا بیان ہے واللہ اعلم **أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَن يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ** ط وہ لوگ نہین لایق اونکے لیے کہ داخل ہون اوس مین مگر ڈرتے ہوئے **ف** اس آیت کے معنے یا تو یہ ہین کہ اونکو لایق تو یہ تہا کہ مسجد مین نہایت عاجزی کے ساتھہ ڈرتے ہوے داخل ہون بس سے خلاف اونہون نے مسجدون کو خراب کرنا چاہا یا اس کے معنی یہ ہین کہ آیندہ وہ ایسے مغلوب ہوجائینگے کہ بخوف اون مساجد مین داخل بہی نہو سکینگے ۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد خانہ کعبہ پر مسلمانونکا قبضہ ہوگیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہ منادی کردی گئی کہ آیندہ مشرکین حج نہ کرنے پاوین اور بیت المقدس کو بہی حضرت عمرؓ کے زمانے مین مسلمانون نے فتح کرلیا ۔ **لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ** اون کے لیے دنیا مین رسوائی ہے اور اون کے لیے آخرت مین بڑا عذاب ہے ۔ **ف** دنیا مین یہ ذلت ہوئی کہ مسلمانون نے اون پر چڑہائی کیا اور وہ مغلوب ہوکر قتل اور قید ہوے اور اون پر جزیہ باندہا گیا اور آخرت مین اونکو دوزخ کا سخت عذاب نصیب ہوگا **ف** اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ مسجد کی خرابی چاہتے ہین وہ بہت بڑے لوگ ہین اور دونو جہان مین اونپر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے ۔ خفاجی نے حاشیہ بیضاوی مین لکہا ہے کہ اس آیت کا حکم اون سب لوگون کو شامل ہے جو عبادتگاہون اور مدرسون کی خرابی کے باعث ہون

ف مسجدون اور مدرسون کی خرابی چاہنے والے

حسن بصریؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ بیت المقدس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے
نماز پڑھنا شروع کی تھی اور زرقانی شارح مواہب نے ابن جریر طبری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ خواہ کعبہ کی طرف نماز پڑھیں خواہ بیت المقدس کی طرف مگر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہودیوں کی تالیف کے لئے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا شروع کی تھی مگر یہ قول
محدثین کی تحقیق کے خلاف ہے اور تفصیل اسکی آیندہ مذکور ہوگی جہاں تحویل قبلہ کا ذکر آئیگا مولانا عبدالعزیز
صاحب نے اسی قول کو قتادہ اور ابن زید کی طرف منسوب کیا ہے مگر تفسیر کبیر میں قتادہ اور ابن زید کا قول
یہ لکھا ہے کہ بیت المقدس کیطرف نماز کا حکم اس آیت وللہ المشرق والمغرب سے منسوخ ہوا اور یہ
دیا گیا کہ جدھر کو چاہو ادھر نماز پڑھ لو پھر قبلہ کے حکم سے یہ آیت منسوخ ہوئی بعض مفسرین کا قول
یہ ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ تم جہاں سے قبلہ رو ہو کر نماز پڑھو گے وہیں سو حضور اللہ کا ہے
اور چونکہ اس سے پہلے بیان ان مشرکین کا تھا جنہوں نے ہر دو حدیبیہ مسلمانوں کو کعبہ میں داخل ہونے سے
روکا تھا اس لئے اللہ نے مسلمانوں کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اگر تم مشرکین کی عداوت کی وجہ سے
کعبہ میں داخل نہ ہو سکے تو اس سے تمہاری نماز کے اجر میں کچھ خلل نہ ہوگا بلکہ جہاں سے کعبہ کی طرف
متوجہ ہو جاؤ گے وہیں سے اللہ کا حضور تمکو میسر ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ خطاب کفار سے
ہے اور مطلب یہ ہے کہ تم خدا کے غضب سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے مشرق و مغرب سب اللہ کا
ہی تو ہے تم جدھر کو رخ کرو گے ادھر ہی اللہ کا سامنا موجود ہے کہیں اس کے غضب سے
پناہ نہیں مل سکتی **اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ** بیشک اللہ صاحب وسعت ہے اور علیم ہے
اللہ کے وسیع ہونے سے مراد یہ ہے کہ اسکی قدرت اور رحمت وسیع ہے حاصل یہ ہے
کہ تمام جہان اللہ ہی کا ہے اور وہ اپنے بندوں کے اعمال اور نیات اور مصلحتوں کو خوب جانتا ہے
وجہ کے معنے موجہ کے ہیں اور چونکہ اللہ جسم اور اعضاء جسم سے پاک ہے اسلئے مراد وجہ سے

عامر بن ربیعہ سے یہ روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے
رات کو ایسی تاریکی تھی کہ قبلہ کی ٹھیک سمت نہیں معلوم ہوتی تھی ہر شخص نے اپنے قیاس کی موجب پہر دیکھا
چبوترہ بنا کر نماز پڑھی جسکو معلوم ہوا کہ سب کی نماز قبلہ کی سمت سے مخالف ہے ہمیں سب نے یہ قصہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا اوسوقت آیہ وللہ المشرق والمغرب نازل ہوئی۔ تب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سب کی نمازیں صحیح ہیں۔ بیہقی اور دارقطنی نے جابر سے اسی قسم کا قصہ
نقل کیا ہے مگر اونہوں نے اپنا سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں بیان کیا بلکہ وہ کہتے ہیں
کہ ہمکو ایک مرتبہ سفر میں اندھیری رات میں سمت قبلہ ٹھیک معلوم نہ ہوئی ہم سب نے اپنے قیاس سے ایک
طرف کو نماز پڑھی اور اپنے سامنے خطوط کھینچ لئے جسکو معلوم ہوا کہ وہ سب خطوط جہت قبلہ سے منحرف تھے
جب ہم سفر سے مدینہ میں واپس آئے تو اسکا مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اوس وقت
آیہ [illegible] والمغرب نازل ہوئی تب حضرت نے فرمایا کہ [illegible] ابن ابی حاتم نے قول ابو
اس آیت کا محصل یہ ہوا کہ اگر سمت قبلہ بھول جاؤ تو اپنے اندازہ اور قیاس سے جدہر کو تمہیں نماز
صحیح ہو جائے گی خواہ وہ سمت قبلہ کی ہو یا نہو۔ اور ابن جریر نے مجاہد سے یہ روایت کی ہے
کہ جب آیہ ادعونی استجب لکم نازل ہوئی تو بعض اصحاب نے کہا کہ ہم کس طرف منہ کرکے دعا مانگیں
اوسوقت آیہ وللہ المشرق والمغرب نازل ہوئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ نے صاف یہ حکم دیا ہے
کہ جدہر کو چاہو اودہر کو منہ کرکے نماز پڑھو واہ رہے زمانہ ابتدائے اسلام کا ہے اوس زمانہ میں کوئی
سمت قبلہ کی اللہ کی طرف سے مقرر نہیں تھی بلکہ اس آیت میں اللہ کی طرف سے یہ حکم نازل ہوا کہ
جدہر کو چاہو اودہر کو نماز پڑھا کرو مگر بعض مصلحتوں کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
سمت بیت المقدس اختیار کی تو اللہ کی طرف سے اوسی طرف نماز واجب ہو گئی پھر وہ حکم منسوخ ہو کر
سمت قبلہ کعبہ مقرر ہوئی۔ یہ قول حسن بصری اور ابن جریر کے مذہب کی موافق ہے۔ مواہب اللدنیہ میں

يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ط ایجاد کرنے والا آسمانون کا اور زمین کا اور جب حکم کرتا ہے کسی امر کو تو بس یہی ہے کہ کہتا ہے اوسکے لیے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے ف بدیع اوس کو کہتے ہین جو ایسی چیز کو بناوے جسکا نمونہ پہلے سے موجود نہو اسی کو ایجاد کہتے ہین خدا نے زمین اور آسمان اور کل مخلوقات کو اسیطرح ایجاد کیا ہے اور لفظ کُنْ کی نسبت بعض مفسرین کی یہ راے ہے کہ خدا کسی چیز کے پیدا کرنے وقت فی الواقع لفظ کُنْ نہین کہتا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے وہ فوراً پیدا ہو جاتی ہے اور بعض مفسرین نے یہ تاویل نہین کی بلکہ حقیقت مراد لی ہے یعنی فی الواقع لفظ کُنْ کہتا ہے کن کے معنی اردو مین یہ ہین کہ ہو جا یہ دو دلیلین اس بات کی ہین کہ خدا کے بنا نہین ہو سکتا پہلی دلیل یہ ہے کہ اللہ تمام جہان کا اسی طرح خالق ہے کہ اوس نے بغیر نمونہ اور مثال سابق کے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور باپ بیٹے کا خالق نہین ہوتا اسلیے کہ باپ کے بدن سے صرف نطفہ جدا ہو جاتا ہے اس سے زیادہ بیٹے کے پیدا کرنے مین باپ کو کچھ دخل نہین ہوتا اوس نطفہ کو آدمی بنا دینا خالق کا کام ہے پس جو چیز مخلوق ہو وہی خالق کی اولاد کیونکر ہو سکتی ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ خدا جسوقت کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے وہ فوراً پیدا ہو جاتی ہے اور باپ سے بیٹا اسطرح فی الفور پیدا نہین ہو جاتا بلکہ نطفہ بہت سی حالتین بدل کر آدمی بنتا ہے پس جو چیز اللہ کے حکم دینے سے فوراً پیدا ہو جاتی ہے وہ اوسکی اولاد کیسے ہو سکتی وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اور کہا انہون نے جو نادان ہین کیون نہین باتین کرتا ہم سے اللہ ف یعنی خدا کو رسول بھیجنے کی کیا ضرورت ہے خدا اپنے احکام ہمسے خود ہی کیون نہین بیان کرتا اور جسطرح ملائکہ اور موسیٰ سے کلام کیا اوسی طرح ہمسے کلام کیون نہین کرتا یا خدا ہمسے کیون نہین کہتا کہ محمد ہمارے سچے رسول ہین۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رافع بن حرملہ یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر تم اللہ کے رسول ہو تو اللہ سے کہو کہ

حضور ہے جسکو ہندی مین سامنا کہتے ہین وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا اور کہا اونہون نے
کہ بنایا اللہ نے بیٹا ف یہود مدینہ حضرت عزیر کو اور نصاری حضرت عیسےؑ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے
اور مشرکین عرب ملائکہ کو خدا کی بیٹیان کہتے تھے اونہین کے حق مین یہ آیت نازل ہوئی —
سُبْحٰنَهٗ پاک ہے وہ ف یعنی اللہ کے لئے صاحب اولاد ہونا نقصان اور عیب ہے اور وہ
عیب سے پاک ہے۔ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط بلکہ اوسی کے لئے ہے
جو کچھ آسمانون اور زمین مین ہے ف عزیرؑ اور عیسیٰ اور ملائکہ جنکو اللہ کی اولاد بتاتے ہین سب
اوس کی مخلوق اور مملوک ہین اور اللہ انکا خالق اور مالک ہے۔ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ سب اوسکی ہی
بندگی کرنے والے ہین ف جو لوگ خدا کی اولاد بتاتے تھے اون کے قول کو خدا نے کئی طرح رد
کیا اول یہ کہ صاحب اولاد ہونا خدا کے لئے عیب ہے اور اللہ عیوب سے پاک ہے وجہ اسکی یہ ہے
کہ اولاد اپنے باپ کی جنس سے ہوتی ہے مثلاً آدمی کی اولاد مثل اپنے باپ کے آدمی ہوتی ہے گھوڑے کا
بچہ اپنے باپ کے مثل گھوڑا ہی ہوتا ہے پس معاذ اللہ اگر خدا کے بیٹا مانا جاوے تو دو خدا
خدا ماننا پڑے گا اور اوس سے خدا کی توحید مین خلل آوے گا پس خدا کو صاحب اولاد کہنا اوسکو عیب لگانا ہے
دوسری دلیل اللہ نے یہ ارشاد فرمائی کہ اولاد اپنے باپ کے ساتھ نوعیت مین برابر ہوتی ہے اور جنکو تم
اللہ کی اولاد بتاتے ہو یہ تو اوس کی مملوک اور مخلوق ہین اور مالک اور مملوک کی نوعیت مین برابری نہین ہو سکتی
پھر وہ خدا کی اولاد کیونکر ہو سکتے ہین۔ تیسری دلیل اللہ نے یہ فرمائی کہ باپ بیٹے کی طاقت اور قدرت برابر
ہوتی ہے اور جنکو تم اللہ کی اولاد بتاتے ہو وہ تو اوسکی بندگی کرنے والے ہین پھر وہ کیونکر اولاد ہو سکتے ہین
ف اس آیت سے فقہا نے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ اگر کسیکا بیٹا غلام ہو جاوے اور اوس کا باپ
اوسے خرید لے یا کسی اور طرح اوسکا مالک ہو جاوے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے اس لئے کہ اولاد ملکیت
نہین ہو سکتی بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا

بھی اسی طرح انکار کرین گے پس اون کے لیئے اور نشانیان آنے سے کچھ فائدہ نہوگا ۔ اِنَّا
اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا اہنے بھیجا تجھکو حق کے ساتھہ بشارت پہونچانیوالا
اور ڈرانے والا ف حق سے مراد قرآن ہے یا دین حق وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ
الْجَحِيْمِ ط اور نہ پوچھا جاویگا تو اہل دوزخ سے ف یعنی یہ جوابدہی تیرے ذمہ نہین کہ یہ کافر دوزخی
کیون ہوے مسلمان کیون نہوئے وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى
تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ط اور نہ راضی ہون گے تجھسے یہود اور نہ نصاریٰ یہان تک کہ پیروی کرے تو
اون کے مذہب کی ف یعنی جبتک تو یہودی نہو جاوے گا اوسوقت تک یہودی تجھسے راضی نہونگے
اور جبتک تو نصاریٰ نہو جاے گا اوسوقت تک نصاری تجھسے راضی نہونگے ۔ ثعلبی نے ابن عباس سے
یہ روایت کی ہے کہ یہود مدینہ اور نجران کے نصاریٰ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدا مین
بیت المقدس کی طرف نماز پڑہتے دیکہا تو اون کو یہ توقع ہوئی کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر کو
اون کی مذہب کی طرف آجاوین گے جب بیت المقدس کا قبلہ منسوخ ہوکر کعبہ کی سمت قبلہ مقرر ہوگئی
تو وہ بالکل مایوس ہوگئے اوسوقت یہ آیت نازل ہوئی قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ط
تو کہدے کہ بیشک جو راستہ اللہ نے بتایا ہے وہی ہدایت ہے وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ
بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ
اور اگر پیروی کریگا تو اونکی خواہشون کے بعد اسکے کہ آگیا تیرے پاس علم نہین ہوگا تیرے لیے اللہ سے
بچانے کو کوئی دوست اور نہ مددگار ف علم سے مراد بانو وحی ہے یا دین حق ہے جس کی من اللہ
ہونے کا یقین حاصل تہا اگرچہ بظاہر اس آیت مین خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
ہو مگر مراد اون لوگون کی تنبیہ ہے جنپر حق کہل گیا اور وہ تعصب و عناد کی وجہ سے قبول نہین کرتے ۔
اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

ہمسے باتین اسطرح کرے کہ ہم اوسکا کلام سنین اور مجاہد کا قول یہ ہے کہ یہ گفتگو نصاری نے کی تہی اور ابن جریر نے اسی کو ترجیح دی ہے کیونکہ آیت سابقہ مین ذکر نصاری کا تھا اور قتادہ کا قول ہے کہ یہ گفتگو مشرکین عرب کی تہی واللہ اعلم **اَوْ تَاْتِیْنَا اٰیَۃٌ** ط یا کیون نہین آتی ہمارے پاس کوئی نشانی **ف** یعنی ایسی نشانی کوئی ہمپر کیون نہین ظاہر ہوتی جس سے محمد کی نبوت کی تصدیق ہو جاے اور اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بحث کہلی ہوئی دلیلین ظاہر ہو چکین نہین اول تو قرآن ہی بہت بڑا معجزہ تھا جسکے معارضہ سے فصحاے عرب عاجز تھے اسکے علاوہ بہت سے معجزے بہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر کیے مگر باینہمہ کفار تعصب اور عناد کی وجہ سے ان سب کا انکار کیے جاتے تہے اور نئے نئے معجزات طلب کرتے تھے **کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ مِّثْلَ قَوْلِہِمْ** ط اسی طرح کہا انہا اون کافرون نے جو ان سے پہلے ہو چکے ہین مثل اون کے قول کے **ف** یعنی جو باتین اونکی ہین یہی باتین اون منکرین کی بہی ہین جنپر پہلے عذاب آچکا مثلاً جسطرح یہ کہتے ہین کہ خدا ہمسے کلام کیون نہین کرتا اسی طرح بنی اسرائیل نے حضرت موسے سے کہا تہا کہ تم بے پردہ ہمکو خدا کی صورت دکہا دو اور جسطرح یہ کہتے ہین کہ ہمپر کوئی نشانی کیون نہین آتی اسی طرح کفار سابق نے بہی کہا تہا کہ اے موسے کیا تیرے رب ہین یہ بہی قدرت ہے کہ ہمپر آسمان سے خوان اوتار دے **تَشَابَہَتْ قُلُوْبُہُمْ** ط ایک سے ہین دل اون کے **ف** یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے زمانے کے کافر اور اگلے زمانے کے کافرون کے دل ایک سے ہین جو حالت ان کی ہے وہی اون کی تہی **قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ** بیشک کہولدین ہمنے نشانیان اوس قوم کے لیے جو یقین جانتے ہین **ف** یعنی جتنی نشانیان ہمنے ظاہر کردین وہ اثبات حق کے واسطے کافی ہین۔ اور جو طالب حق تہے اونہون نے اون کو قبول کر لیا اور جو بیفائدہ جہگڑا کرنے والے ہین اور ان نشانیون کا انکار کرتے ہین وہ اور نشانیون کا

احکام کو دنیا داروں کی خاطر سے مخفی نکرے اور ابن جریر نے حسن بصری سے یہ روایت کی ہے
کہ حق تلاوت کے معنی یہ ہیں کہ آیات محکمات پر ایمان لاوے اور اوس کے موافق عمل کرے اور آیات
متشابہات پر صرف ایمان لاوے اور جو اوس کی سمجھ میں نہ آوے اوسکو یوں سمجھ لے کہ جنکو اللہ
نے اونکا علم دیا ہے وہ اوسکے معنی جانتے ہیں ۔ اور بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ حق تلاوت سے
مراد یہ ہے کہ اوس کے مطالب پر خوب غور کرے اور اوسکے معانی کے اسرار اور دقایق کو سمجھے یٰبَنِیْٓ
اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ
عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ط اے اسرائیل کی اولاد یاد کرو میری اون نعمتوں کو جو انعام کی ہیں میں نے تم پر
اور میں نے تمہاری بڑائی دی ہے تمکو عالم والوں پر وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ
نَّفْسٍ شَیْئًا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ
یُنْصَرُوْنَ ط اور بچاؤ کرو اوس دن کا کہ نہ کام آوے کسی کی کوئی جان کسی جان کے کچھ اور نہ قبول کیا
جائیگا عوض اور نہ فائدہ دیگی سفارش اور نہ وہ مدد کیے جائینگے وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ
بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ اور جب امتحان کیا ابراہیم کا اوس کے رب نے بعض احکام میں تو پورا کیا ابراہیم
نے اونکو ف کلمات سے مراد احکام ہیں یعنی اوامر و نواہی اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس
آیت میں کس کس امر میں امتحان مراد ہے ۔ حسن بصری کا قول ہے کہ ابراہیم کا اللہ نے سات چیزوں
میں امتحان لیا اول ستاروں میں دوسرے چاند میں تیسرے سورج میں ان سب کو دیکھکر اونہوں نے
کہا کہ یہ فنا ہو جانے والی چیزیں ہیں اور رب ہمیشہ قائم رہتا ہے ۔ چوتھے جب اون کی قوم نے
اونکو آگ میں ڈالا تو نہایت مستقل رہے ۔ پانچویں یہ کہ اللہ نے اونکو ہجرت کا حکم کیا تو اوسکو بھی
اونہوں نے خوشی سے گوارا کیا چھٹے اللہ نے اونکو بیٹے کے ذبح کرنیکا حکم کیا تو اس حکم کو بھی اونہوں
نے بیدریغ تعمیل کی ۔ ساتویں اللہ نے اونکو ختنہ کا حکم کیا اوس کو بھی اونہوں نے ادا کیا ۔